مسافر کی نماز کے مسائل

دوران سفر نمازیں مؤخر کر کے منزل پر اطمینان سے پڑھنا:

سوال: کیا دوران سفر نمازوں کو مؤخر کر کے منزل پر پہنچ کر بہ اطمینان تمام کو ملا کر پڑھنا درست ہے؟

الجواب

یہ جائز نہیں؛ بلکہ سفر کی نماز سفر ہی میں پڑھنی چاہیے،(۱) اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۸۷)

مستورات بحالت سفر نماز ادا پڑھیں، یا قضا کریں:

سوال: مستورات مسافری میں نمازوں کو باغیچہ، یا ریلوے اسٹیشن، یا ایرپورٹ پر لوگوں کے سامنے پڑھ سکتی ہیں، یا نہیں؟ یا پھر گھر آنے کے بعد قضا پڑھیں، بہتر کیا ہے؟

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً: ستر اور پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے وقت کے اندر پڑھنا ضروری ہے، وقت سے تاخیر کرنے کی صورت میں گنہگار رہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ:۱/۴۹۷)

کیا دوران سفر نماز کی ادائیگی ضروری ہے؟ نیز کس طرح ادا کرے:

سوال: نماز کا وقت اگر دوران سفر آجائے تو کیا سواری پر بیٹھ کر نماز ادا کی جاسکتی ہے، یا منزل پر پہنچ کر ادا کی جائے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

---

(۱) عن عبد اللّٰه قال: ما رأيت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صلّی صلاة إلا لمیقاتها إلا صلا تین صلاة المغرب والعشاء بجمع وصلّی الفجر یومئذٍ قبل میقاتها. (صحیح لمسلم، کتاب الحج، باب استحباب زیادة التغلیس بصلاة الصبح الخ: ۱/۴۱۷، قدیمی، انیس)

(۲) ﴿وإن کنتم مرضٰی أو علٰی سفر أو جاء أحد منکم من الغائط أو لٰمستم النساء فلم تجدوا مآء فتیمموا صعیدا طیبًا فامسحوا بوجوهکم وأیدیکم﴾ (سورة المائدة: ٦)

أیضاً (ومن عجز) ... (عن استعمال الماء) ... (لبعده) ... (میلاً) ... (تیمم) لِهٰذه الأعذار کلها. (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۳۲-۲۳۶، دار الفکر بیروت، انیس)

الجواب

اگر منزل پر وقت سے پہلے پہنچ جائیں گے تو منزل پر نماز ادا کی جاسکتی ہے؛ لیکن وقت گزرنے کا اندیشہ ہو تو سواری پر کھڑے ہو کر قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے، بلا وجہ سیٹ پر بیٹھ کر قبلہ رخ ہوئے بغیر نماز پڑھنا درست نہیں، اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور قبلہ رخ ہونے کا امکان نہ ہو تو اس صورت میں سواری پر بیٹھ کر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۹۸-۹۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں کتنی رکعت پڑھی:

سوال: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو رکعت نماز پڑھی تھی، یا چار رکعت؟ اور نیز غزوات میں آپ نے دو رکعت پڑھی ہیں، آج کل کے روشن خیال لوگوں کے اعتقاد میں صرف دو ہی رکعت نماز فرض ہے، چار رکعت نہیں ہیں۔ اس مسئلہ کو مفصل ارقام فرماویں؟

الجواب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت سفر، یا غزوات میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھنا بسبب قصر کے ہے، سفر شرعی میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت فرض ہوتی ہیں۔ قرآن شریف میں ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾(الآية)

وفي الحديث: عن ابن عباس وابن عمر رضي الله عنهما قالا: سنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة السفر ركعتين وهو تمام غير قصر. (الحديث)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۴/۴۹۰-۴۹۱)

---

(۱) الفريضة في السفينة والطائرة والسيارة قاعدًا ولو بلا عذر عند أبي حنيفة ... وقال الصاحبان: لا تصح إلا لعذر وهو الأظهر، والعذر كدوران الرأس، وعدم القدرة على الخروج، ويشترط التوجه للقبلة في بدأ الصلاة ... ولو ترك الاستقبال لا تجزئه الصلاة، وإن عجز عن الاستقبال يمسک عن الصلاة حتٰى يقدر على الاتمام مستقبلاً. (الفقه الإسلامي وأدلته: ٥٤/٢، الصلاة في السفينة، ط: دار الفكر، بيروت/أيضًا: الفتاوىٰ الهندية: ٦٣/١، الباب الثالث في شروط الصلاة، طبع رشيدية)

لا يجوز لأحد أداء فريضة ولا نافلة ولا سجدة تلاوة وصلاة جنازة الا متوجهاً الى القبلة ... ومن أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضة فعليه أن يستقبل القبلة ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه ... حتٰى لو دارت السفينة وهو يصلي توجه الى القبلة حيث دارت. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ٦٣/١-٦٤، انيس)

(۲) مشكوٰة، باب صلاة المسافر: ١١٩، ظفير

أخرجه مسلم في صحيحه عن مجاهد عن ابن عباس قال: إن الله تعالىٰ فرض الصلاة علىٰ لسان نبيكم على المسافر ركعتين وعلى المقيم أربعاً وفي الخوف ركعة. (صحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها: ٢٤١/١، قديمي، انيس)

عن مجاهد عن ابن عباس قال: فرض الله الصلاة علىٰ لسان نبيكم في الحضر أربع ركعات وفي السفر ركعتين. (نصب الرأية: ١٨٩/٢، المكتبة المكية، بيروت، انيس)

دوران سفر نماز کس طرح پڑھنی چاہیے؟ نیز نیت کیا کریں:

سوال: دوران سفر نماز کس طرح پڑھنی چاہیے؟ اور نیت کیا کرنی چاہیے؟

الجواب

سفر میں چار رکعت والی نماز کے فرض دوگانہ پڑھے جاتے ہیں، اس کو قصر کہا جاتا ہے، نیت وہی جو ہمیشہ کی جاتی ہے، چار رکعت کے بجائے دو رکعت کی نیت کر لی جائے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۴/۴)

سفر میں قصر کرنا ضروری ہے:

سوال: نماز قصر سفر میں ضروری ہے، یا اپنی مرضی پر منحصر ہے؟

الجواب

نماز قصر سفر میں حنفیہ کے نزدیک ضروری ہے؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب سفر کی اصل نماز دو رکعت ہی ہے۔(۲)

"وفی حدیث عائشة فی الصحیحین قالت: فرضت الصلاة رکعتین رکعتین فأقرت صلاة السفر وزید فی صلاة الحضر، إلخ. (۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۷۹/۳، أیضا: ۴۵۴/۹)

ہر حال میں قصر کی دلیل:

سوال: ہر سفر میں باوجود امن وامان کے بھی ضرور نماز ۔۔۔قصر ہی پڑھنا واجب ہے، ثابت نہیں ہوتا۔ دلیل وجوب تحریر فرمایئے؟

الجواب

دلیل وجوب یہ حدیث ہے:

(۱) وفرض المسافر فی الرباعیة رکعتان لایزید علیهما. (الهدایة: ۳۹۵/۱، باب صلاة المسافر: ۱۴۵/۱، ثاقب بکڈپو دیوبند، انیس / أیضا شرح مختصر الطحطاوی للجصاص: ۲/ ۹۱-۹۲، باب صلاة المسافر)

(۲) قال فی البدائع: وهٰذا التقلیب علیٰ أصلنا خطاء؛ لأن الرکعتین فی حقه لیستا قصرًا حقیقة عندنا بل هما تمام فرض المسافر سوالإکمال لیس رخصة فی حقه بل إساءة ومخالفة للسنة. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۴/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۴/۲، دار الفکر بیروت

عن یعلٰی بن أمیة قال: قلت لعمربن الخطاب: ﴿لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ فقد أمن الناس، فقال عمر: عجبت مما عجبت منه فسألت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: صدقة تصدق اللّٰه بها علیکم فاقبلو اصدقته. (رواه مسلم)(۱)

حاصل یہ کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ''نماز قصر کرو، اگر تم کو خوف کفار کے فتنہ کا ہو''۔ پس اب لوگ مامون ہیں، وہ خوف نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی یہ شبہ پیش آیا تھا، سو میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا انعام ہے، اس کو قبول کرو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۹/۴-۴۹۰)

اگر مہینہ کے زیادہ دنوں سفر میں رہے تو قصر کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص مہینہ کے زیادہ تر دن سفر میں رہتا ہو تو اس کے لیے قصر کا کیا حکم ہے؟

(محمد بن احمد جابری، آصف آباد)

الجواب

جتنے دنوں بھی وہ سفر کی حالت میں رہے، اسے قصر کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کئی ماہ مسافر رہے، (۲) بعض اور غزوات کے موقع سے بھی طویل عرصہ سفر کی حالت میں گذرتا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصر ہی کرتے رہے۔ (۳) (کتاب الفتاویٰ: ۴۷۲/۲)

جو مسافر قصر کو نہ مانے اس کا کیا حکم ہے:

سوال: زید مسافر پر قصر کا معتقد نہیں ہے، یا معتقد تو ہے؛ مگر قصر نہیں کرتا، ہر دو صورت میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) صحیح لمسلم، کتاب صلاہ المسافرین وقصرها: ۲٤۱/۱، قدیمی، انیس

(۲) إن مدة إقامتهم في سفرة الفتح حتی رجعوا إلٰی المدینة أکثرمن ثمانین یومًا. (فتح الباري شرح البخاری، کتاب المغازی: ۲٦/۸، ط: قدیمی کتب خانة مقابل آرام باغ، کراچی)

(۳) دیکھئے: مشکوٰة المصابیح، رقم الحدیث: ۱۳۳۷، ۱۳٤۳، ۱۳٤۷، ۱۳۳۳، ۱۳۳٤

عن ابن عمر قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الحضر والسفر، فصلیت معه فی الحضر الظهر أربعاً وبعدها رکعتین وصلیت معه السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدها شیئاً والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلٰث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وهی وتر النهار وبعدها رکعتین. (سنن الترمذی، باب ماجاء فی التطوع فی السفر: ۱۲۳/۱، قدیمی، انیس)

الجواب

مسافر بہ سفر شرعی کو قصر کرنا واجب ہے، جو شخص قصر کا اعتقاد نہ رکھے، یا قصر نہ کرے، وہ مبتدع اور عاصی ہے اور تارک واجب ہے، **کما بسط فی الأحادیث وتفصیله فی کتب الفقه والقصر عندنا واجب، کذا فی الخلاصة.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۵/۴)

نماز کو قصر کرنے کی رعایت قیامت تک کے لیے ہے:

سوال: کیا نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لیے تھی، جب کہ لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے، یا اب بھی ہے؟

الجواب

صرف پہلے وقتوں کے لیے نہیں تھی؛ بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۷۷/۴)

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ظفیر

(۲) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال: إن اللّٰه تعالٰی فرض الصلاة علٰی لسان نبیکم علی المسافر رکعتین وعلی المقیم أربعًا وفی الخوف رکعة. (صحیح لمسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها: ۲٤۱/۱، انیس)

عن عائشة أم المؤمنین رضی اللّٰه عنها قالت: فرض اللّٰه الصلاة حین فرضها رکعتین رکعتین فی الحضر و السفر، فأقرت صلاة السفر، وزید فی صلاة الحضر. (صحیح البخاری: ۵۱/۱، باب کیف فرضت الصلاة فی الاسراء، انیس)

مسئله: اگر کوئی ایک منزل، یا دو منزل کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شریعت کے قاعدے سے اس کو مسافر نہیں کہتے، اس کو ساری باتیں اسی طرح کرنی چاہئیں، جیسے کہ اپنے گھر کرتا چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور موزہ پہنے ہو تو ایک دن مسح کرے، پھر اس کے بعد مسح کرنا درست نہیں۔

مسئله: جو کوئی تین منزل کا قصد کر کے نکلے، وہ شریعت کے قاعدے سے مسافر ہے، جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو شریعت سے مسافر بن گیا اور جب تک آبادی کے اندر چلتا رہا تب تک مسافر نہیں ہے اور اگر اسٹیشن آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

مسئله: تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں، تخمینہ اس کا ہمارے ملک میں کہ دریا اور پہاڑ میں سفر نہیں کرنا پڑتا اڑتالیس میل انگریزی ہے۔

مسئله: اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے؛ لیکن تیز یکہ اور تیز بہلی پر سوار ہے؛ اس لیے دو ہی دن میں پہنچ جائے گا، یا ریل میں سوار ہو کر ذرا سی دیر میں پہنچ جائے گا، تب بھی وہ شریعت سے مسافر ہے۔

مسئله: جو کوئی شریعت سے مسافر ہو، وہ ظہر، عصر اور عشا کی فرض نماز دو، دو رکعتیں پڑھے اور سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، اس کو چھوڑ دینے سے کچھ گناہ نہ ہوگا اور کچھ جلدی نہ ہو نہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا ڈر ہو نہ چھوڑے اور سنتیں سفر میں پوری پوری پڑھے، ان میں کمی نہیں ہے۔

مسئله: فجر، مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کوئی کمی نہیں ہے، جیسے ہمیشہ پڑھتا رہا، ویسے ہی پڑھے۔

مسئله: ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے، پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے۔ ==

== **مسئلہ**: اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر التحیات پڑھی ہے، تب تو دو رکعتیں فرض ہوگئیں اور دو رکعتیں نفل کی ہو جائیں گی اور سجدہ سہو کرنا پڑے گا اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھا ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہوگئیں، فرض نماز پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو برابر وہ مسافر رہے گا، چار رکعت فرض والی نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن، یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا، پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانے کا ارادہ ہو گیا، تب بھی مسافر نہ بنے گا نمازیں پوری پڑھے، پھر جب یہاں سے چلا تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل ہو، جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گا اور اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر عورت چار منزل جانے کی نیت سے چلی؛ لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں، تب بھی وہ مسافر نہیں ہے، اب نہا دھو کر پوری رکعتیں پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ جگہ تین منزل ہو یا چلتے وقت پاک تھی، راستہ میں حیض آ گیا تو وہ البتہ مسافر ہے، حیض سے پاک ہو کر نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مسئلہ: نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہوگئی تو مسافر نہیں رہا، یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

مسئلہ: دو چار دن کے لیے راستے میں کہیں ٹھہرنا پڑے؛ لیکن کچھ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں کہ جانا نہیں ہوتا، روز نیت ہوتی ہے کہ کل پرسوں چلا جاؤں گا؛ لیکن نہیں جانا ہوتا اسی طرح پندرہ، یا بیس دن، یا ایک مہینہ، یا اس سے بھی زیادہ رہنا ہو گیا؛ لیکن پورے پندرہ دن کی نیت کبھی نہیں ہوئی، تب بھی وہ مسافر رہے گا، چاہے جتنے دن اسی طرح گزر جائیں۔

مسئلہ: تین منزل کا ارادہ کر کے چلا، پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر لوٹ آیا تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا ہے، تب بھی سے مسافر نہیں رہا۔

مسئلہ: کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ راستے میں جتنا وہ ٹھہرے گا، اتنا ہی یہ ٹھہرے گی، اس سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر نیت کا اعتبار ہے، اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہے تو عورت بھی مسافر نہیں رہی، چاہے ٹھہرنے کی نیت کرے، یا نہ کرے، اور مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

مسئلہ: تین منزل چل کر کہیں پہنچا تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہا، چاہے کم رہے، یا زیادہ اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو بھی مسافر نہیں رہا، اب نمازیں پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا گھر ہے، نہ پندرہ ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ: راستے میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، دس دن یہاں، پانچ دن وہاں؛ لیکن پورے پندرہ دن ٹھہرنے کہیں ارادہ نہیں، تب بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی جگہ گھر بنا لیا اور وہیں رہنے سہنے لگا، اب پہلے شہر سے اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا، تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں تو اگر سفر کرتے وقت راستے میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر، عشا کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے ظہر کی نماز قضا ہوگئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ ادا کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ دل میں نہیں تو جو وطن سے پہلے اصلی تھا، وہ وہی اب بھی اصلی رہے گا۔ ==

مسافر اتمام کب کرے گا:

صلوٰۃ المسافر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

جب تک پندرہ روز اقامت کی نیت نہ ہو یا وطن اصلی میں نہ پہونچیں مسافر رہیں گے، اور اتمام نہ کریں، (۱) وطن اقامت سارا علاقہ نہیں ہوتا۔

خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۱۱۷)

== **مسئلہ**: دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو اسی کشتی پر نماز پڑھ لے اگر کھڑا ہو کر پڑھنے میں سر گھومنے لگے تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے سر گھومنے، یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: نماز پڑھنے میں ریل پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو تین منزل جانا ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر کے ساتھ نہ ہو، اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے، بے محرم کے ساتھ سفر کرنا بڑا گناہ ہے اور اگر منزل، یا دو منزل جانا ہو، تب بھی بے محرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں۔

مسئلہ: جس محرم کو خدا اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی بیماری ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے، تب بھی چلتے یکہ پر نماز پڑھنا درست نہیں، جب تک گھوڑا کھول کر الگ نہ کر دیا جائے، اس وقت تک اس پر نماز پڑھنا درست نہیں، یہی حکم پالکی ہے۔

مسئلہ: اگر اونٹ، یا بہلی سے اترنے میں جان یا مال کا اندیشہ ہے تو بدوں اترے بھی نماز درست ہے۔

مسئلہ: مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، خواہ ادا نماز ہو، یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرے اور اس میں قرأت نہ کرے؛ بلکہ چپ کھڑا رہے؛ اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدۂ اولیٰ اس مقتدی پر بھی متابعت امام کی وجہ سے فرض ہوگا، مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو بعد دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قبل نماز شروع کرنے کے بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے۔

مسئلہ: مسافر بھی امام کی اقتدا کر سکتا ہے؛ مگر وقت کے اندر اور وقت جاتا رہا تو فجر اور مغرب میں کر سکتا ہے اور ظہر، عصر اور عشا میں نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مسافر حالتِ نماز میں اقامت کی نیت کر لے، خواہ اول میں، یا درمیان میں، یا اخیر میں؛ مگر سجدۂ سہو، یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے، اس میں قصر جائز نہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے، اس کے بعد اپنے گھر جائے احادیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔ (دین کی باتیں از مولانا اشرف علی تھانوی)

(۱) صلی الفرض الرباعی رکعتین) ... (حتیٰ یدخل موضع مقامه) ... (أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) ... (صالح لها) ... (فیقصر إن نویٰ) ... (فی أقل منه) ... (أی فی نصف شهر).(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار: ۲/۱۲۳-۱۲۵، دار الفکر بیروت، انیس)

مسافر کا حکم سفر سے خارج ہونا:

سوال: مسافر کا سفر کب پورا ہوتا ہے؟

الجواب

کسی شہر یا دیہہ میں پندرہ دن، یا اس سے زائد کی نیت کرنے سے حکم سفر سے نکل جاتا ہے۔

ہدایہ میں ہے: ولایزال علٰی حکم السفر حتّٰی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوماً أو أکثر، انتہٰی (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۳۹)

مغرب کی فرض میں قصر ہے، یا نہیں اور ہے تو کیا:

سوال: مغرب کی تین (رکعت) فرضوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب

مغرب میں قصر نہیں ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۸۵-۴۸۶)

حالت سفر کی قضا نمازوں کی ادائیگی بصورت قصر ہی ہوگی:

سوال: سفر میں جو نمازیں قضا ہوئی ہوں ان کو حضر میں پوری پڑھے یا قصر کرے اور سفر میں جو نماز پوری پڑھی گئی ان کو اعادہ کرے یا وہ ہوگئی؟

الجواب

اس کا حکم یہ ہی ہے کہ سفر کی قضا شدہ نمازوں کو حضر میں بھی قصر کرے، (۳) اور جو نمازیں سفر میں پوری پڑھی گئی ان میں اگر قعدۂ اولیٰ کر چکا ہے تو وہ ہوگئی۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۵۲-۴۵۳)

---

(۱) الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱٤٦، ثاقب بكدپو، ديوبند، انيس

(۲) صلى الفرض الرباعی رکعتين) (الدرالمختار) (وفی الرد) تحته واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعی عن الفجر والمغرب. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، ظفير)

(۳) والقضاء يحکی) أی يشابه (الأداء سفرًا و حضرًا)؛ لأنه بعد ما تقرر لايتغير (الدرالمختار)

وفی الرد: (قوله سفرًا وحضرًا) أی فلوفاتته صلاة السفر وقضاها فی الحضر يقضيها مقصورة كما لو أداها وكذا فائتة الحضر تقضى فی السفر تامة. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳٥، دار الفكر، بيروت، ظفير)

(۴) فلو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولٰى تم فرضه) إلخ. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، ظفير)

سفر کی قضا شدہ نماز حضر میں کس طرح ادا کی جائے:

سوال: اگر سفر میں نماز قضا ہو جائے تو گھر آ کر کس طرح پڑھی جائے؟ سفر کی قضا شدہ چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھی جائے گی، یا چار رکعت نیز پہلے سفر والی قضا نماز پڑھی جائے گی، یا وقتیہ؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر وہ سفر کی قضا شدہ نماز گھر میں آ کر ادا کرتا ہے تو اسے چار رکعت والی نماز دو رکعت ہی ادا کرنی ہوگی اور بہتر یہ ہے کہ قضا شدہ نمازوں کو ترتیب سے ادا کرے، پھر وقتیہ نماز ادا کرے، البتہ اگر اس نماز کے قضا ہو جانے کا خطرہ ہو تو پہلے یہ وقتیہ اس کے وقت میں ادا کرے، پھر باقی قضا نمازیں پڑھے۔

(صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوبًا لقول ابن عباس رضي الله عنه: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعًا والمسافر ركعتين. (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۸/۶/۱۴۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۶)

سفر میں بے وضو پڑھی گئی واجب الاعادۃ نماز میں قصر کا حکم:

سوال: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسی وقت کے اندر سفر کیا، پھر عصر کی اپنے وقت کے اندر نماز پڑھی، پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر و عصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو اب وہ کون سی نماز قصر پڑھے اور کون سی نماز پوری پڑھے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

ظہر کی نماز قصر کرے؛ کیوں کہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے؛ کیوں کہ اس وقت سفر ختم کر چکا تھا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

---

(۱) الدر المختار على رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۶۰۳، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(فإن كثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستًا ظهر صحتها) بخروج وقت الخامسة التي هي سادسة الفوائت؛ لأن دخول وقت السادسة غير شرط (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب قضاء الفوائت، مكتبة زكريا، ديوبند: ۲/۵۳۱)

عن الثوري قال: من نسي صلاة في الحضر فذكر في السفر صلى أربعا و إن نسي صلاة في السفر ذكر في الحضر صلى ركعتين. (مصنف عبد الرزاق، باب من نسي صلاة الحضر: ۲/۳۵۸، رقم الحديث: ۴۴۰۰، انيس)

(۲) (والقضاء يحكي) أي يشابه (الأداء سفرًا وحضرًا). (الدر المختار)

وفي الرد: "قوله: سفرًا وحضرًا): أي فلو فاتته صلاة السفر و قضاها في الحضر، يقضيها مقصورة كما لو أداها، وكذا فائتة الحضر تقضى في السفر تامة، آه. (رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي: ۲/۱۳۵، سعيد)

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سفر شرعی ہو (مسافت قصر سفر نہ ہو) ۔فقط
بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲۳/۱۰/۱۳۸۸ھ ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۰۳/۷)

جو مسافر وطن پہنچ کر بھی نادانی سے قصر کرتا رہا ہو تو پڑھی یا پڑھائی گئی نماز کی اعادہ ضروری ہے:

سوال: زید بحالت سفر قصر نماز ادا کرتا ہوا وطن اصلی پہنچا، چوں کہ مسئلہ معلوم نہ تھا؛ اس لیے زمانۂ قیام وطن میں بھی نماز قصر پڑھتا رہا، امامت کی تب بھی قصر ہی کیا تو امام ومقتدیوں کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں جس قدر نمازیں اس نے اپنے وطن اصلی میں قصر کی ہیں، ان کا اعادہ کرنا اس کے ذمہ اور ان لوگوں کے ذمہ جنھوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے، لازم ہے ۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۴۵۷/۴۔۴۵۸)

سفر شرعی میں قصر کے ترک سے گنہ گار ہوگا، یا نہیں:

سوال: جو شخص سفر میں قصر نہ کرے تو گنہ گار ہوگا، یا نہیں؟ اگر گنہ گار ہے تو کیوں؟ کیا ﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَلِنَفْسِهِ﴾ کا اطلاق اس پر ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ سفر شرعی میں قصر نماز واجب ہے، قصداً پوری نماز پڑھنا ممنوع ہے؛(۱) کیوں کہ یہ حدود اللہ سے تجاوز ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾(۳) اور "مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا" میں یہ داخل نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ حکم شارع علیہ السلام کے خلاف کرنا خیر نہیں ہے؛ بلکہ وہ شر ہے ۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۷۰/۴)

قصر نہ کرے تو گنہ گار ہوگا، یا نہیں:

سوال: نماز قصر نہ کرے تو گناہ گار ہوتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما (الدر المختار) (وفي الرد: تحته) أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲۔۱۳۲، ظفير)

(۲) من صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً ... والإكمال ليس رخصة في حقه بل إساءة. (الدر المختار)
وفي الرد: (قوله وجوبًا) فيكره الإتمام عندنا حتى روى عن أبي حنيفة أنه قال: من أتم الصلاة فقد أساء وخالف السنة. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲۔۱۲۴، ظفير)

(۳) سورة البقرة، ركوع: ۲۹، ظفير

الجواب

گناہ گار رہوتا ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم: ۴۸۰/۴)

سفر میں پوری نماز پڑھنے سے گنہگار رہوگا، سنت چاہے پڑھ لے:

سوال: سفر میں اگر نماز پڑھی پوری تو گنہ گار رہوا، یا نہیں؟ اور اگر قصر پڑھے تو سنت بھی پڑھے، یا نہیں؟ اور درصورت نہ پڑھنے کے گنہگار رہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

امام صاحب کے نزدیک گنہ گار رہوتا ہے، سفر قصر میں سنت پڑھے؛ مگر تاکید کم ہوجاتی ہے، نہ پڑھے تو گناہ نہیں۔ فقط (بدست خاص، سوال: ٦٧) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۰)

قصر کے حکم کے باوجود اگر پوری نماز پڑھی جائے تو جائز ہے، یا نہیں:

سوال: اگر میں اس رعایت؛ یعنی قصر کا مستحق ہوں اور پھر بجائے دوگانہ کے پوری نماز ادا کروں تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسافر شرعی کو جیسا کہ آپ کا سفر ہے، جب تک کسی بستی میں پندرہ دن، یا زیادہ کے قیام کا ارادہ نہ ہو تو نماز قصر کرنا واجب ہے، پوری نماز نہ پڑھنی چاہیے، یہ جائز نہیں ہے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۸۵/۴-۴۸۶) ☆

(۱) وفرض المسافر في الرباعية ركعتان لايزيد عليهما ... وإن صلى أربعًا وقعد في الثانية قدر التشهد أجزأته الأوليان عن الفرض والأخريان له نافلة. (الهداية، باب صلاة المسافر: ١٤٥/١-١٤٦، ثاقب بكدپو ديوبند، ظفير)

(۲) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... مسيرة ثلثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوبًا ... (حتىٰ يدخل موضع مقامه) ... (أوينوى) ... (إقامة نصف شهر) حقيقة أوحكمًا. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ١٢١/٢-١٢٢، دار الفكر بيروت، انيس)

☆ **سفر شرعی اور قصر:**

تین دین کا سفر، سفر شرعی اور قصر ہے، تین دن میں عموماً تین منزلوں کا ہی سفر کیا جاتا تھا؛ اس لیے تین دن کا مطلب منزل کا سفر۔ ہر علاقے کی منزلیں الگ ہوتی تھیں، اس وجہ سے مسافت کے حساب میں فرق ہے اور اکثر علماءِ ہند اسی بنیاد پر ۴۸/میل انگریزی (یومیہ ۱۶/میل) کا حساب رکھا ہے، جواب ۷۵/کلومیٹر سے کچھ اوپر ہے۔

معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کے لیے مسافر کی مدت تین دن (رات ودن) رکھی ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الأصول: ٢٤٣/٧، وما بعد، شرح معاني الآثار، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين)

اس سلسلہ کی روایتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن ورات خفین پر مسح کے لیے رکھا ہے۔'' (عن علي قال: "جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلا ثة أيام ولياليهن للمسافر".
(أخرجه مسلم والنسائي، جامع الأصول: ٢٤٣/٧، مسلم، باب التوقيت في المسح على الخفين) ==

جو حنفی مسافر قصر کی جگہ پوری نماز پڑھے، اس کا حکم کیا ہے:

سوال: ایک مسافر حنفی نے نماز میں قصر نہ کیا، دریافت کرنے سے جواب دیا کہ جب قصر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی نہیں پڑھی اور دل اچاٹ ہو جاتا ہے، اس وجہ سے قصر نہیں کرتا، مجبوراً قول امام شافعی کو لیتا ہوں۔ اس صورت میں اس مسافر کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

== اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کے لیے تین دن ورات وقت بتایا ورکھا ہے''۔(عن أبی بکرة:''أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وقت فی المسح علی الخفین ثلاثة أیام ولیالیهن للمسافر''.(الحدیث) (أخرجه ابن حبان،اعلاء السنن:۲۳٦/۷)صحیح ابن حبان.(الإحسان:۳۱۱/۲)

معروف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ہدایت کی ہے کہ تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کریں۔(ملاحظہ ہو، جامع الأصول:۲۴/۵،وما بعد،شرح معانی الآثار،أبواب الحج،باب حج المرأة بغیر محرم. (مصنف عبدالرزاق(۵۲۷/۲)میں سفیان ثوری سے اسی روایت کی بنیاد پر تین دن کا قول نقل کیا گیا ہے؛ بلکہ امام محمد نے کتاب الحجۃ(۱۶۶/۱،۱۶۷)میں اس کا وضاحۃً تذکرہ کیا ہے۔)

اس سلسلے کی روایتوں حضرت ابن عمر(البخاری جامع الأصول: ۲۵/۵،بخاری تقصیر الصلاۃ،باب کم یقصر الصلاۃ،مسلم،الحج،باب سفر المرأة مع المحرم الی الحج،واللفظ:لا تسافر المرأة ثلا ثاً الا ومعها ذا محرم) اور حضرت ابوہریرہ(رواه مسلم، کتاب الحج،باب سفر المرأة مع المحرم،الخ،واللفظ:لایحل لامرأة تسافر ثلا ثاً الا ومعها ذا محرم منها، (ملاحظہ ہو جامع الأصول:۲٤/۵)رضی اللہ عنہما کی بعض روایتوں میں یہ مضمون بھی آیا ہے:

''عورت محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے''۔(بخاری ومسلم)

علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کس مسافت تک کے سفر میں قصر کیا جائے گا، فرمایا: تم سویداء جانتے ہو(مدینہ سے قریب ایک بستی ہے) میں نے عرض کیا: میں جانتا تو نہیں لیکن اس بابت سنا ہے، فرمایا: ''سویدا (مدینہ سے) تین درمیانی راتوں (کی مسافت وسفر) کے فاصلے پر ہے، جب ہم وہاں تک جاتے ہیں تو قصر نماز ادا کرتے ہیں''۔(عن علی بن ربیعة الوالبی قال:''سألت عبد اللّٰه بن عمر الیٰ کم تقصر الصلاة؟ قال:أتعرف السویداء؟قال:قلت: لا ولکنی سمعت بها،قال:هی ثلاث لیال قواصد،فاذا خرجنا الیها قصرنا الصلاة فی السفر''.(رواه الامام محمد بن الحسن فی الآثار،اعلاء السنن: ۲۳۸/۷) کتاب الآثار باب الصلاة فی السفر)وفی اعلاء السنن(۲۳۸/۷):فی آثار السنن:(٦۲/۲)اسناده صحیح، قلت: رجاله ثقات من رجا الصحیحین،وفی هامش کتاب الآثار(للدکتور احمد عیسیٰ: ۲۳٦/۱)رواه عبد الرزاق فی مصنفه (۵۲٦/۲) لکن فعلاً کما رواه البیهقی فی سننه وفیه قوله:موقوف اسناده صحیح.وروی من قول عمر:تقصیر الصلاة فی مسیرة ثلا ثة لیال قواصد.(رواه الطبری فی تفسیره کما نقله فی الاعلاء من کنز العمال وذکره فی موسوعة آثار الصحابة (۲۷۸/۱)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''جب تین دن کا سفر کرو تو قصر کرو''۔(عن سوید بن غفلة الجعفی قال:''اذا سافرت ثلا ثاً فاقصر''.(رواه محمد بن الحسن فی الحجج،اعلاء السنن: ۲٤۷/۷)کتاب الحج علیٰ أهل المدینة: ۱٦۸/۱ .أقول:رواه عبد الرزاق فی مصنفه (۵۲٦/۲،۵۲۷)،والسند قوی فانه روی عن اسرائیل عن ابراهیم بن الأعلیٰ عن سوید بن غفلة،(ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار،انیس)

الجواب

یہ اس مسافر نے برا کیا، امام شافعی کے مذہب پر اس بارہ میں حنفی کو عمل کرنا درست نہیں ہے، اپنے مذہب کے موافق ضرور قصر کرے، قصر کرنا واجب ہے۔(۱) باقی اگر اس نے تنہا نماز پڑھی تو ہوگئی اور اگر امام ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۴۶)

پوری نماز سفر میں پڑھنے کی نیت:

سوال: مسافر نے منت مانی کہ سفر میں دو چار روز تک پوری نماز پڑھا کروں گا تو منت کے دنوں کی نماز پوری پڑھے، یا قصر کرے؟

الجواب

قصر کرنا چاہیے، یہ منت اس کی لغو ہے کہ معصیت ہے اور خلاف شرع ہے، قصداً پوری نماز پڑھنے میں گنہ گار ہوگا،(۳) اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی، کمامر۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۴/۴۸۸-۴۸۹)

مسافر نے ظہر پوری چار رکعت پڑھ لی، تو اعادہ واجب ہے:

سوال: مسافر نے سہواً چار رکعت ظہر پڑھی تو نماز کا اعادہ کرے، یا نہیں؟

الجواب

اعادہ کرے وجوبًا۔(۵) (فتاویٰ دارالعلوم:۴/۴۵۰)

---

(۱) والقصر لازم عندنا ... والآثار في ذلک کثیرة وهی تدل علیٰ أن الفرض رکعتان وأن الإتمام منکر ولو کان جائزًا لفعله علیه الصلاة والسلام مرة تعلیماً للجواز.(غنیة المستملی،باب صلاة المسافر،ص:۵۳۸،ظفیر)

(۲) (فلو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولیٰ تم فرضه و)لکنه (أساء) لو عامدًا لتأخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وهذا لا یحل.(الدر المختار علیٰ رد المحتار،،باب صلاة المسافر :۱۲۸/۲، دار الفکر،ظفیر)

(۳) (فلو أتم مسافر إن قعد فی) ... (الأولیٰ تم فرضه و) لکنه (أساء)،إلخ.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر:۱۲۸/۲،دار الفکر بیروت،ظفیر)

(۴) ولو اقتدی مقیمون بمسافر وأتم بهم بلا نیة إقامة وتابعوه فسدت صلاتهم لکونه متنفلاً فی الأخریین.

(۵) (ولو أتم مسافر إن قعد فی)القعدة (الأولیٰ تم فرضه و)لکنه (أساء)لسو عامدًا لتأخیر السلام و ترک واجب القصر... وهٰذا لا یحل کما حرره القهستانی بعد أن فسر أساء بإثم واستحق النار.(الدر المختار)

فعلم أن الإساءة هنا کراهة التحریم.(رد المحتار،باب صلاة المسافر:۱۲۸/۲، دار الفکر بیروت)

وکذا کل صلاة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة :۴۵۷/۲،دار الفکر بیروت،ظفیر)

اگر کسی نے دوران سفر پورے فرائض پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی:

سوال: دوران سفر فرض کتنے پڑھیں؟ اگر ہم فرض پورے پڑھیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟ خواہ مسئلہ کسی کو معلوم ہو، یا نہیں؟

الجواب

سفر میں چار رکعت والی نماز کی دو ہی رکعتیں فرض ہیں، (۱) جو شخص چار رکعتیں پڑھے، اس کی مثال ایسی ہوگئی کہ کوئی فجر کی دو رکعتوں کے بجائے ''چار فرض'' پڑھنے لگے، ظاہر ہے کہ اس کی نماز درست نہیں ہوگی، اور دوبارہ لوٹانا واجب ہوگا۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۳/۴)

(۱) قال: وصلاة المسافر ركعتان إلا المغرب والوتر فإنهما ثلاث ثلاث... وقال ابن عباس: فرض الله الصلاة علىٰ لسان نبيكم في الحضر أربعًا وفي السفر ركعتين. (شرح مختصر الطحاوي، باب صلاة المسافر: ۹۱/۲-۹۲)

سفر میں چار رکعت والے فرض (ظہر، عصر وعشا) کی صرف دو رکعت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ گئے، آپ دو دو رکعت پڑھتے رہے کہ حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے''۔ (عن أنس بن مالك قال: "خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من المدينة الى مكة فكان يصلي ركعتين ركعتين حتىٰ رجعنا الى المدينة". (أخرجه الجماعة، جامع الأصول: ۷۰۱/۵، البخاري، أبواب التقصير، باب ما جاء في التقصير، مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا، یہ حضرات ظہر وعصر دو ہی دو رکعت ادا فرماتے تھے''۔ (عن ابن عمر قال: "سافرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر و عمر وعثمان فكانوا يصلون الظهر والعصر ركعتين ركعتين". (أخرجه الترمذي، جامع الأصول: ۷۲۹/۵، الترمذي، أبواب السفر، باب التقصير في السفر، وقال: حديث حدن غريب، ابن عمر یہ روایت مضمون کے کچھ فرق کے ساتھ صحیحین میں بھی آئی ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۷۰۵/۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد نبوی مروی ہے: ''سفر کی نماز دو رکعت ہے، (جو سنت کو ترک کرے گا، وہ کفر کا کام کرے گا)''۔ (عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "صلاة السفر ركعتان من ترك السنة كفر". (رواه ابن حزم، اعلاء السنن: ۳۰۵/۷) المحلىٰ لابن حزم: ۳۸۱/٤ (نسخة حسن زيدان) عمدة القاري (۱۳۲/٦) وفيه: سند صحيح، اس میں مرفوع حصہ صرف پہلا جملہ ہے، دوسرا جملہ جو بین القوسین ہے موقوف ہے ابن عمر کا ارشاد ہے جیسا کہ دوسرے مواقع میں بسند صحیح آیا ہے، (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد: ۱۵۷/۲) رواه الطبراني في الكبير وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح وللطبراني في الصغير بلفظ آخر مع قوله: رجاله موثوقون. اس مضمون کی روایات متعدد صحابہ سے مرفوعاً وموقوفاً آئی ہیں کہ نماز سفر دو دو رکعت ہے، اور یہ پوری نماز ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۱۸۴/۵، و۱۸۶، نصب الرایۃ، باب صلوٰۃ المسافر، مجمع الزوائد: ۱۵۷/۲، ۱۵۸، وعمدۃ القاری: ۱۱۹/۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر کی نماز چار رکعت اور سفر کی دو رکعت فرض کی ہے''۔ (عن ابن عباس قال: "فرض الله الصلاة علىٰ لسان نبيكم في الحضر أربعاً وفي السفر ركعتين". (رواه مسلم وأبوداؤد والنسائي، جامع الأصول: ۱۸٤/٥، مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۲) كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، في بحث واجبات الصلاة: ٤٥٧/١، دار الفكر بيروت، انيس)

مسافر پوری نماز بھول سے پڑھ لے تو کیا حکم ہے:

سوال: مسافر دوسری رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا اور چاروں رکعتیں پوری کر لیں تو اس کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ اور وہ گنہگار رہوا، یا نہیں؟

الجواب

مسافر نے اگر قعدہ درمیانی کر لیا اور لاعلمی سے نماز پوری پڑھی تو نماز ہوگئی اور گنہ بھی نہیں ہوا۔ قصداً اگر ایسا کرے، تو گنہ گار ہے، نماز ہوگئی اور اگر (مسافر) امام مقیم کا ہوا تو مقیم کی نماز نہ ہوگی، اس کو اطلاع کر دینا لازم ہے۔

(لو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولٰی تم فرضه و) لکنه (أساء) لو عامدًا... (وما زاد نفل) کمصلی الفجر أربعًا. (الدر المختار) (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴؍۴۹۴-۴۹۵)

مسافر کا اتمام کرنا:

سوال: اگر مسافر سہو سے چار رکعت پڑھ جاوے، پھر بعد میں یاد آوے تو یہ نماز ہو جاوے گی، یا یہ لوٹا کر پھر پڑھے گا؟ فقط والسلام

الجواب ــــــــــ حامدًا و مصلیًا

اگر سہواً سفر شرعی کی حالت میں اتمام کیا اور قعدہ اولیٰ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا؛ لیکن تاخیر واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔

(فإذا أتم الرباعية و) الحال أنه (قعد القعود الأول) قدر التشهد (صحت صلاته) ... (مع الکراهة) لتأخير الواجب، وهو السلام عن محله، إن کان عامدًا فإن کان ساهيًا يسجد للسهو". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵؍۱۰؍۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷؍۵۰۷)

ایضاً:

سوال: زید دیوبند سے سفر شرعی پر گیا، وہاں اس نے قصر کیا اور اسی پر بس نہیں؛ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی نماز پڑھائی؛

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، دار الفکر، بیروت، انیس
(لا یصح الاقتداء) ... (و) لا (مفترض بمتنفل) (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، ۵۷۹، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) مراقی الفلاح علی حاشية الطحطاوی، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۵، قدیمی

مگر اسے سفر کا کوئی خیال نہ تھا، کیا اس کا نماز پڑھانا اور خود چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان لوگوں کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہاں تک سفر کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ یا سفر میں بھی قصر، یا غیر قصر کی نیت کرنا ہوگی، یا نہیں؟ نیت کے بارے میں ضرور روشنی ڈالیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جب مسافت سفر شرعی (۱) کا قصد کر کے آدمی چلے تو اس کے لیے قصر کرنا واجب ہوتا ہے، تنہا نماز پڑھے، یا امام ہو کر

---

(۱) جس مقام سے جس مقام تک جانا ہے، وہاں کا سفر تین دن کا راستہ ہو۔ درمیانی چال سے کہ صبح سے زوال تک چلے اور اونٹ کی چال اور انسان کی پیدل چال کا اعتبار ہے؛ کیوں کہ انسان عام طور پر اسی رفتار سے چلتا ہے؛ اس لیے شریعت نے اسی کی چال کا اعتبار کیا ہے۔ اس سے تیز رفتار کی چال کا اعتبار نہیں کیا؛ کیوں کہ شریعت انسان کی عمومی حالت کا اعتبار کرتی ہے۔ آدمی عموماً ایک دن میں اوسط چال سے صبح سے دو پہر تک میں سولہ (۱۶) میل چل سکتا ہے۔ اس اعتبار سے تین دن میں اڑتالیس (۴۸) میل ہوتے ہیں اور حنفیوں کے یہاں اڑتالیس میل اسی حساب سے مشہور ہے۔ (اثمار الہدایۃ)

پچھلے زمانے میں عرب میں برد، فرسخ اور غلوہ رائج تھے، بعد میں میل شرعی آیا اور ابھی دنیا میں انگریزی میل اور کیلومیٹر کا حساب رائج ہے۔ اس لئے ان کی تفصیل یہ ہے۔۔۔۔ ایک برد چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہوتا۔ اور ایک شرعی میل چار ہزار ہاتھ یعنی دو ہزار گز کا ہوتا ہے۔ اس طرح ایک برد بارہ شرعی میل کا ہوا۔۔۔۔ اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور ایک میل شرعی چار ہزار ہاتھ کا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دو ہزار گز کا میل ہوا۔۔۔۔ انگریزی میل شرعی میل سے 1.13636 چھوٹا ہوتا ہے؛ کیوں کہ میل انگریزی 1760 گز کا ہوتا ہے. اور شرعی میل 2000 گز کا ہوتا ہے اور کیلومیٹر شرعی میل سے 1.828 چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کیلومیٹر صرف 1093.61 گز کا ہوتا ہے۔ اور کیلومیٹر انگریزی میل سے 1.6092 فیصد چھوٹا ہوتا ہے۔ اس حساب سے 48 میل شرعی 54.545 میل انگریزی ہوگا اور 87.782 کیلومیٹر ہوگا، جس پر قصر نماز کا حکم لگایا جاسکے گا۔ کلکیولیٹر سے حساب کرلیں۔

ایک گز 0.914399 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک میٹر 1.0936143 گز کا ہوتا ہے۔
ایک انگریزی میل 3520 ہاتھ کا ہوتا ہے۔
ایک انگریزی میل 1760 گز کا ہوتا ہے۔
ایک انگریزی میل 1.6093422 کیلومیٹر کا ہوتا ہے۔
ایک انگریزی میل 1609.3422 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک کیلومیٹر 1000 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک کیلومیٹر 1093.61 گز کا ہوتا ہے۔
ایک کیلومیٹر 0.62137 انگریزی میل کا ہوتا ہے۔
ایک کیلومیٹر 2187.22 ہاتھ کا ہوتا ہے۔
ایک شرعی میل 4000 ہاتھ کا ہوتا ہے۔
ایک شرعی میل 2000 گز کا ہوتا ہے۔

==

پڑھائے، اتمام کی جازت نہیں،(۱) اگر خیال سفر نہ رہے، یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اتمام کرلیا اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا ہے تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوکر نماز ہوگئی؛ لیکن جب مقیم نے اس کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے، اس کو اپنی نماز لوٹانی چاہیے۔(۲) امام کو چاہیئے کہ مقتدی کو خبر کردے کہ فلاں روز فلاں وقت جس نے میرے پیچھے نماز پڑھی وہ اپنی نماز لوٹالے، میں مسافر تھا۔

== ایک شرعی میل1828.798 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک شرعی میل1.828798 کیلومیٹر کا ہوتا ہے۔
ایک شرعی میل1.13636 انگریزی میل کا ہوتا ہے۔
ایک شرعی میل انگریزی میل سے1.13636 بڑا ہوتا ہے۔
48 شرعی میل54.5452 انگریزی میل کا ہوتا ہے۔
48 شرعی میل87.782 کیلومیٹر کا ہوتا ہے۔
ایک برد12 میل شرعی کا ہوتا ہے۔
ایک برد13.63632 انگریزی میل کا ہوتا ہے۔
ایک برد21.9455 کیلومیٹر کا ہوتا ہے۔
ایک برد21945.576 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک برد23999.92 گز کا ہوتا ہے۔
ایک برد4 فرسخ کا ہوتا ہے۔
4 برد48 میل شرعی کا ہوتا ہے۔
ایک فرسخ3 میل شرعی کا ہوتا ہے۔
ایک فرسخ3.40908 انگریزی میل کا ہوتا ہے۔
ایک فرسخ5.48639 کیلومیٹر کا ہوتا ہے۔
ایک فرسخ5486.39 میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک فرسخ6000 گز کا ہوتا ہے۔
16 فرسخ48 میل شرعی کا ہوتا ہے۔(اثمار الہدایہ سے ماخوذ)

(۱) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ...(صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً.(الدرالمختار)

وفي الرد:"(قوله:وجوبًا) فيكره الاتمام عندنا".(رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳،سعيد)

(۲) ولو نوى الاقامة لا لتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين لم يصر مقيما.(الدرالمختار)

وفي الرد:(قوله:لم يصر مقيما)فلوأتم المقيمون صلاتهم معه،فسدت؛لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل".
(الدرالمختار مع ردالمحتار،باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲،سعيد)

نیت اتنی کافی ہے کہ ''فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لیے پڑھتا ہوں''، پھر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور امام کے بعد مقتدی مقیم اپنی دو رکعت پوری کر لے؛ مگر ان دو رکعت میں نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے؛ بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑا ہو کر سجدہ کر کے نماز پوری کر لے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۳/۲۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۸/۷-۵۰۹)

مسافر کا قصداً چار رکعت پڑھنا:

سوال: اگر مسافر قصداً چار رکعت نماز پڑھے اور ہر دو رکعت پر قعدہ بھی کرے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ایسا شخص گنہگار تو نہیں ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ

پہلی دو رکعت فرض اور مابعد کی نفل ہوگئیں اور فعل حسن نہیں ہے۔ ابوالمکارم شرح نقایہ میں فرماتے ہیں:

لو أتم مسافر أربعاً وقعد القعدة الأولٰى قدر التشهد تم فرضه وهو الركعتان وأساء لتأخير السلام قصداً وما زاد علٰى فرضه نفل، انتهٰى.

ابوالحسنات **محمد عبدالحیٔ** (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۱۶)

مسافر سہواً چار کی نیت کرلے تو کتنی رکعت ادا کرے:

سوال (۱) مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت باندھ لی تو دو رکعت پڑھے، یا چار اور سجدۂ سہو کرے، یا نہ؟

مسافر نے امام کو مقیم سمجھا اور اقتدا کی تو کیا کیا جاوے:

(۲) مسافر نے امام کو مقیم سمجھ کر اقتدا کی، سلام پھیرنے پر معلوم ہوا کہ امام مسافر تھا، اب وہ امام کے ساتھ سلام پھیر دے، یا چار رکعت پوری کرے؟

---

(۱) وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده، فإذا قام) المقيم (الى الاتمام لا يقرأ) ولا يسجد للسهو.
وفي الرد تحت(قوله فاذا قام المقيم). أى بعد سلام الامام المسافر. (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعيد)

"وإذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم؛ لأن المقتدى التزم الموافقة في الركعتين، فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أن أنه لايقرأ في الأصح". (البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲۳۸/۲، رشيدية)

وان صلى المسافر بالمقيمين ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم كذا في الهداية وصاروا منفردين كالمسبوق الا أنهم لا يقرؤن في الأصح هٰكذا في التبيين ويستحب للامام أن يقول أتموا صلاتكم فانا تؤم سفر. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۴۲/۱، انيس)

الجواب

(۱) دو ہی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔(۱) رہا نیت میں عدد کی غلطی، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(لابد من التعيين عند النية) ... (لفرض) ... (دون) تعيين (عدد ركعاته) لحصولها ضمنًا فلايضرّ الخطأ في عددها. (الدر المختار)(۲)

(۲) امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۶۱-۴۶۲)

سفر میں قصر نہ کرنے پر گناہ اور فرض نہ ہونے کی صورت میں حج، قربانی اور نوافل پر ثواب کیوں ہے:

سوال: حاشیہ قرآن مجید موضح القرآن (۴) زیر آیت: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ (۵) پر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرے اور اگر پوری پڑھے گا تو گویا اس نے انعامِ حق سے بے پرواہی کی تو اس بنا پر جس پر حج اور قربانی فرض نہیں ہے، وہ اگر حج کرے، یا قربانی کرے تو وہ انعامِ حق سے لاپرواہی کرتا ہے، یا وہ اس حکم میں داخل نہیں اور اگر اس حکم میں داخل نہیں تو کس وجہ سے داخل نہیں؟

الجواب

یہ آپ کی فہم کی کوتاہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے دو رکعت فرض کی سفر میں، اب اگر کوئی فرض کو نہ مانے اور چار رکعت پوری کرے تو اپنی رائے سے حکم اور رخصت حق تعالیٰ کو ٹلاتا ہے، اس واسطے اس پر وعید ہے۔ جیسا [کہ] فجر کی چار رکعت پڑھے اور نوافل میں جو اجر و ثواب ہے، اس کی تحصیل موجب رضا مندی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کوئی حاکم کسی کو ہدیہ دیوے اور رعیت قبول نہ کرے، رد کر دے، اس [کے] واسطے وعید ہے؛ مگر جو رعیت ہدیہ لے جاوے تو کیا موجب جرمانہ کا ہوتا ہے؟ نہیں! بلکہ انعام پاتا ہے، ایسا ہی رخصت کا نہ ماننا برا ہے اور نوافل ادا کرنا عمدہ ہے، البتہ اگر نوافل کو بھی مثل فرض کے سمجھے تو گنہ گار رہوتا ہے، اس بدعت اور دخل اپنی رائے کے سبب سے۔ فقط

(بدست خاص، سوال: ۶۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۰-۱۹۱)

سفر میں وتر معاف نہیں اور سنن پڑھنا بھی ثابت ہے:

سوال: ایک شخص مدعی ہے کہ مسافر کے لیے سنن اور وتر معاف ہے اور ترک کرنے سے گناہ نہیں ہے اور رسول

---

(۱) (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوبًا لقول ابن عباس إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعًا والمسافر ركعتين. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳-۱۲۴، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲-۳) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۸-۴۲۰، ظفير

(۴) منسوب بہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ

(۵) تفسیر سورۃ النساء: ۱/۱۹۰ (مطبع خادم الاسلام، دہلی: ۱۳۱۳ھ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں کبھی نہیں پڑھے ہیں تو یہ دعویٰ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

وتر واجب ہیں، ان کا ترک کسی حال میں جائز نہیں ہے، مسافر ہو، یا مقیم اور سنن کے بارے میں افضل یہ ہے کہ حالت امن وقرار میں پڑھے اور اگر عجلت ہے تو ترک کردے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے، (۱) اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں سنن پڑھی ہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷۵)

دوران سفر اگر سنتیں رہ جائیں تو کیا گناہ ہوگا:

سوال: اگر سفر میں ٹرین، یا کسی اور سواری میں جلدی کی وجہ سے سنتیں نہ پڑھ سکے تو گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب

شرعی سفر میں اگر جلدی کی وجہ سے سنتیں چھوڑنی پڑیں تو کوئی حرج نہیں، اگر اطمینان کا موقع ہو تو پڑھ لینی چاہئیں۔ (۳)

نوٹ: جب آدمی ایسی جگہ جانے کے ارادے سے نکلے جو اس کی بستی سے ۴۸/میل دور ہو تو یہ شرعی سفر ہوگا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۱۰۴)

قصر کی حالت میں سنت ووتر ہے، یا نہیں:

سوال: قصر کی حالت میں سنت ووتر ہے، یا نہیں؟

الجواب

وتر پڑھنے ضروری ہیں اور سنتوں کو بھی اطمینان وفرصت میں نہ چھوڑے۔ (۴) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۸۰)

---

(۱) (ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار و إلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۲) عن ابن عمر أن النبی صلی الله علیه وسلم کان لا یتطوع فی السفر قبل الصلاة و لا بعدها. (جامع الترمذی، أبواب السفر، باب ماجاء فی التطوع فی السفر: ۱/۱۲۳، قدیمی، انیس)

وروی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه کان یتطوع فی السفر وبعدها. (جامع الترمذی، أبواب السفر، باب التقصیر فی السفر: ۱/۱۲۱، قدیمی، ظفیر)

(۳) (ویأتی) المسافر (بالسنن) إن (کان فی حال أمن وقرار، وإلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها، هو المختار.

وفی رد المحتار: قیل: الأفضل الترک ترخیصا وقیل: الفعل تقربا، وقال الهندوانی: الفعل حال النزول، والترک حال السیر ... قال فی شرح المنیة: والأعدل ما قاله الهندوانی. (ردا لمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۴) وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار؛ أنه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والأمن. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس عشر فی المسافر: ۱/۱۳۹، ظفیر)

حالت سفر میں سنن مؤکدہ ووتر کا کیا حکم ہے:

سوال: ایسی حالت (سفر) میں سنن مؤکدہ، وتر اور نوافل کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

الجواب ______________

سنن مؤکدہ حالت اطمینان میں پڑھنا چاہئیں، اگر عین سفر میں ہو اور جلدی ہو تو نہ پڑھے اور وتر ہر حال میں پڑھنے چاہیے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۸۵-۴۸۶)

مسافر کے حق میں سنن رواتب کا حکم:

سوال (۱) مسافر کے لیے سنتوں کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید کہتا ہے کہ سفر میں سنتیں نفل کے حکم میں ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۳) ایک صاحب کا کہنا ہے کہ مسافر کے لیے سنتیں معاف ہیں۔ آیا ایسا کہنا کیا ہے؟

(۴) سفر کے علاوہ اور بھی کسی حالت میں سنتیں معاف ہیں؟

مذکورہ چاروں جزئیات میں علمائے دیوبند کا کیا خیال ہے؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب ______________ حامدًا و مصلیًا

حدیث پاک میں سنتوں کی تاکید آئی ہے اور بلا عذر تارک السنة کے لیے شفاعت سے محرومی کی وعید ہے، جہاں تک ہو سکے، سنتوں کی پابندی کریں۔(۲) مسافر اگر تشویش اور انتشار کی حالت میں نماز پڑھتا ہے، جیسے پلیٹ فارم پر گاڑی کا وقت قریب ہے، مسافروں کا ہجوم ہے، یا کسی جگہ چلتے چلتے بس ٹھہری اور بہت جلد روانہ ہو جانے والی ہے تو ایسی حالت میں وہ فرائض پر اکتفا کرے کہ شریعت نے اس کو سہولت کی خاطر چار رکعت فرض کی جگہ دو ہی کو فرض قرار دیا تو سنتیں نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہ ہوگی اور جب سکون کی حالت میں ہو، مثلاً کسی شہر میں آٹھ دس روز کے لیے ٹھہرا ہوا ہے اور ہر طرح

---

(۱) (یأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلا) ... (لا) یأتی بها هو المختار. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۲) عن أم حبیبة رضی الله عنها قالت: قال النبی صلی الله علیه وسلم: من صلی فی یوم ثنتی عشرة رکعة تطوعا بنی له بهن بیت فی الجنة. (سنن أبی داؤد، أبواب التطوع ورکعات السنة: ۱/۱۸۵، إمدادیة ملتان، رقم الحدیث: ۱۲۵۰/صحیح لمسلم، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض، رقم الحدیث: ۷۲۸، انیس)

"(و) السنن (آکدها سنة الفجر) اتفاقًا، ثم الأربع قبل الظهر فی الأصح، لحدیث: "من ترکها لم تنله شفاعتی، ثم الکل سواء". (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۴، سعید)

اطمینان ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، مسافر کے لیے سنن کا تاکد نہیں ہے کوئی مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے، یا بیٹھ کر پڑھتا ہے، یا زیادہ نہیں بیٹھ پاتا، اس کے حق میں بھی سنتوں کا تاکد نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۱۳۹۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۴/۷-۵۱۵) ☆

---

(۱) ”(ويأتي)المسافر)(بالسنن) إن كان(في حال أمن وقرار،وإلا) بأن كان في خوف وفرار(لا)يأتي بها، هو المختار؛لأنه ترك لعذر“(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲،سعيد)

☆ **سفر میں سنن، اطمینان کے حال میں سنن کے ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے:**

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضر وسفر میں نماز پڑھی، حضر میں ظہر کی چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی اور سفر میں ظہر دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی اور عصر کی دو رکعت پڑھی اور اس کے بعد آپ نے کچھ نہ پڑھا اور مغرب حضر وسفر دونوں میں تین رکعت ادا کی.... اور اس کے بعد دو رکعت ادا کی۔ بعض روایات میں ہے: عشا دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھی“۔(عن ابن قال:”صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر والسفر،فصليت معه في الحضر الظهر أربعاً وبعدها ركعتين،وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين،والعصر ركعتين ولم يصل بعدها شيئاً،والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلٰث ركعات،لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها ركعتين“.(وزاد فيه الطحاوي:”وصلى العشاء ركعتين وبعدها ركعتين“.(أخرجه الطحاوي،إعلاء السنن: ۲۸۸/۷-۲۸۹، الترمذي،أبواب السفر،باب ما جاء في التطوع في السفر،وقال:هٰذا حديث حسن،سمعت محمداً يقول:ما روى ابن أبي ليلىٰ حديثاً الىٰ من هٰذا....(شرح معاني الآثار باب صلاة المسافر إذا كان إماماً،قال صاحب إعلاء السنن(۲۸۹/۷)وفي سند الطحاوي:أنه حسن)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہی ایک دوسری روایت ہے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا، یہ لوگ ظہر وعصر دو دو رکعت پڑھتے تھے نہ پہلے کچھ پڑھتے تھے اور نہ بعد میں“۔(عن ابن عمر قال:”سافرت مع النبي صلى الله عليه و سلم وأبي بكر وعمر وعثمان فكانوا يصلون الظهر والعصر ركعتين ركعتين ولا يصلون قبلها ولا بعدها“.(أخرجه الترمذي،جامع الأصول: ۵۲۸/۵،الترمذي،أبواب السفر،باب ما جاء في التقصير في السفر و أصله عند الجماعة مع اختلاف في اللفظ(جامع الأصول: ۵۲۷/۵-۵۲۸.وقال الترمذي،حديث غريب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے: ”میں نے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت پڑھتے نہیں دیکھا“۔(رواہ البخاري ومسلم،جامع الأصول: ۷۲۷/۵)

ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ قرار دیا گیا ہے کہ سفر میں سنن کی وہ حیثیت نہیں رہ جاتی، جو حضر میں ہوتی ہے؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس کی فضیلت واہمیت ختم ہو جاتی ہے، جب فرض میں رخصت کر دی گئی تو سنت میں بدرجہ اولیٰ ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اس کی تاکید میں کمی آ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتیں چھوڑیں بھی اور اہتمام بھی کیا اور زیادہ تر ادا کرنے کا ہی مسئلہ رہا، جب کہ اس میں یہ بھی فرق کیا گیا ہے کہ سفر جاری رہنے کے حال میں فرائض پر اکتفا اور کسی منزل پر قیام کی صورت میں فرائض کے ساتھ سنن کا بھی اہتمام۔(ملاحظہ ہو امام ترمذی کا ارشاد: جامع الترمذي،أبواب السفر،باب ماجاء في التطوع في السفر/اعلاء السنن: ۲۸۸/۷،ورد المحتار: ۶۳۱/۲)

اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی انکار والی روایت اسی سیاق میں آئی ہے کہ دوران سفر انہوں نے لوگوں کو سنتیں پڑھتے دیکھا تو یہ فرمایا اور یہ بھی کہا اگر یہ کرنا ہوتو میں پوری نماز پڑھتا۔(ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۵/۷۲۷، ۷۲۸، دونوں قسم کی روایات وآثار کے لیے مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ: ۲۹۱/۳-۲۹۴)

==

قصر کی حالت میں سنت و وتر:

سوال: قصر میں سنتیں و وتر پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص دورہ میں ہے کہ روزانہ کوچ و مقام ہوتے ہیں ایسی حالت میں قصر کرے، یا نہ؟ اور وطن سے کس قدر فاصلہ پر ہو۔۔تب قصر لازم ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے: **(ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بھا ھو المختار.** (۱)

حاصل یہ ہے کہ مسافر اگر کسی جگہ ٹھیرا ہوا ہے اور عجلت نہیں ہے، تو سنت پڑھے اور اگر سفر کی جلدی ہے یا خوف ہے، تو سنتیں چھوڑ دے۔ پھر کہا کہ عند البعض سنت فجر پھر بھی نہ چھوڑے۔ (۲) اگر جائے اقامت سے اتنی دور کا ارادہ کر کے چلا ہے، جو تین منزل یعنی ۴۸ رمیل ہے تو تمام دورہ میں قصر کرتا رہے، پھر جب واپس جائے اقامت میں آوے اور کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۹۱)

== **سفر میں نوافل، تہجد وغیرہ:**

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں رات کے وقت دیکھا کہ آپ سواری کی پشت پر نفل نماز (یعنی تہجد) ادا فرما رہے تھے''۔ (عن عامر بن ربیعة: ''أنه رأی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم صلی السبحة باللیل فی السفر علی ظهر راحلته''. (أخرجه البخاری، ومسلم) البخاری، أبواب تقصیر الصلاة باب من تطوع فی السفر فی غیر دبر الصلوات، ومسلم، صلاة المسافرین، باب جواز صلاة النافلة علی الدابة)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں رہا تو میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ سورج ڈھلنے کے بعد قبل ظہر آپ نے دو رکعت چھوڑی ہو''۔ (عن البراء بن عازب قال: ''صحبت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ثمانیة عشر سفراً فما رأیته ترک الرکعتین اذا ذاغت الشمس قبل الظهر''. (أخرجه الترمذی، و أبو داؤد، جامع الأصول: ۵/۷۲۹) الترمذی، أبواب السفر، باب ماجاء فی التطوع فی السفر، وقال الترمذی: حدیث غریب) البتہ ترمذی نے بخاری سے اس کی تحسین نقل کی ہے نیز یہ اس کا کوئی راوی ضعیف نہیں ابو بسرہ تابعی ہیں ان کو مقبول قرار دیا گیا ہے، (تقریب ص: ۶۹۶) بظاہر مراد زوال کی نماز ہے۔ (جیسا کہ عینی (عمدۃ القاری: ۶/۱۴۴) میں ہے۔)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے: ''وہ سفر میں فرائض کے ساتھ کچھ نہیں پڑھتے تھے، نہ پہلے اور نہ بعد میں، ہاں رات کو تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے خواہ زمین پر اور خواہ سواری پر جس طرف رخ ہو''۔ (عن ابن عمر: ''أنه لم یکن یصلی مع صلاة الفریضة فی السفر شیئاً قبلها ولا بعدها، الا من جوف اللیل فانه کان یصلی علی الأرض وعلی راحلته حیث توجهت''. (أخرجه المؤطا، جامع الأصول: ۵/۷۲۸، المؤطأ، أبواب تقصیر الصلاة، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلاة وقبلها) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۱) دیکھئے: الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) وقیل یصلی سنة الفجر خاصة وقیل سنة المغرب. أیضاً، بحر. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱/۱۳۱، دار الفکر، انیس)

(۳) من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها) ... (أو ینوی) ... (إقامة نصف شهر) حقیقة أو حکمًا... (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۵، دار الفکر، ظفیر)

سفر میں سنت سے متعلق سوال:

سوال: جہاں فرض قصر ہیں، وہاں سنت اگر نہ پڑھیں، گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب

گناہ نہیں؛ لیکن حالت قیام میں سنتوں کا پڑھنا اچھا ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۸۴-۴۸۵)

سفر میں سنت ونفل پڑھنا:

سوال: سفر میں اگر چہ ریل کا ہو، فرض کے علاوہ سنت نفل بھی پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

اگر جلدی اور تقاضا نہ ہو اور اطمینان ہو تو سنت ضرور پڑھنی چاہئیں اور نفل کا اختیار ہے، سفر میں بھی حضر میں بھی۔
(تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۸)

سنت میں قصر:

سوال: سفر کے درمیان جو سنت نمازیں پڑھی جاتی ہیں کیا امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ کے نزدیک ان سنتوں میں بھی قصر کی جائے گی؟ (مسکین، بذریعہ ای میل)

الجواب

سفر کی حالت میں اگر دشواری نہ ہو اور چلتی ہوئی حالت نہ ہو تو سنتوں کا پڑھ لینا بہتر ہے؛ لیکن سنتوں میں کوئی قصر نہیں، جب پڑھے تو پوری پڑھے۔

"ولا قصر في السنن ... والمختار أنه لايأتي بها في حال الخوف، ويأتي بها في حال القرار والأمن". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۸-۴۷۹)

بوقت اطمینان مسافر سنتیں پڑھے گا:

سوال: مسافر محض فرض ہی ادا کرے، یا سنن بھی؟

---

(۱) (ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار و إلا) ... (لا) يأتي بها هو المختار. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دارالفكر بيروت، ظفير)

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹

الجواب

درمختار میں ہے:

(ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلاّ) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار؛ لأنه ترک لعذر... قیل: إلاَّ سنة الفجر، الخ.

وفی الرد: (قوله هو المختار)... (وقال الهندوانی الفعل حال النزول والترک حال السیر... قال فی شرح المنیة: والأعدل ما قاله الهندوانی، قلت: والظاهر أن ما هو فی المتن هو هذا. (۵۳۲/۱) (۱)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مسافر اگر حالت امن میں ہے اور ٹھہرا ہوا ہے تو سنتیں پڑھے اور اگر امن کی حالت نہیں ہے؛ بلکہ سفر کی جلدی ہے اور خوف ہے تو سنتیں چھوڑ دے اور بعض فقہا نے فرمایا کہ سنتیں صبح کی پھر بھی نہ چھوڑے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴۵/۴) ☆

سفر میں سنت اور نوافل بھی ادا کرنا کیسا ہے:

سوال: سفر میں مختصر نما میں فرض پڑھ لیں اور باقی نمازیں پڑھیں یا نہیں؟ یا بغیر قصر کے پڑھ لیں؟

الجواب

سفر میں چار رکعت والی نماز کے دو فرض پڑھے جاتے ہیں۔ سنتوں میں اختیار ہے، اگر وقت اور گنجائش ہو تو پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے، وتر پڑھنا واجب ہے۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۵/۴)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، دار الفکر بیروت، ظفیر

☆ **مسافر سنن ونوافل ترک کرسکتا ہے، یا نہیں:**

سوال: مسافر کو سنن ونوافل پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر ترک کرے گا تو گنہگار رہوگا، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مسافر حالت امن وقرار میں ہو اور عجلت وسیر میں نہ ہو تو سنن رواتب کو ادا کرے اور اگر امن وقرار کی حالت نہ ہو؛ بلکہ جلدی اور خوف ہو تو سنن کو چھوڑ دے۔

الدر المختار، باب صلاة المسافر میں ہے: (ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار و إلا) بأن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار، الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۷۴۲/۱، دار الفکر، بیروت، ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۴۵۳/۴)

(۲) وفرض المسافر فی الرباعیة رکعتان، کذا فی الهدایة والقصر واجب عندنا کذا فی الخلاصة ... ولا قصر فی السنن، کذا فی محیط السرخسی وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن و المختار أنه لا یأتی بها فی حال الخوف سویأتی بها فی حال القرار والأمن، هکذا فی الوجیز للکرادری. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۳۹/۱، الباب الخامس فی صلاة المسافر، طبع رشیدیة) ==

سفر کی حالت میں سنن ونوافل:

سوال: جب سفر کیا جائے تو قصر کیا جاتا ہے، کیا اس میں مغرب کی نماز دو رکعت پڑھی جاسکتی ہے؟ اور سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ پڑھنا کیا ضروری ہے؟ اگر فرض کے ساتھ سنت بھی پڑھنی ہے تو قصر کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟

(ام فضہ، سعید آباد)

الجواب

سفر کی حالت میں قصر صرف چار رکعت والی نمازوں میں ہے، مغرب کی نماز میں قصر کرنا حدیث سے ثابت نہیں؛(۱) اس لیے مغرب کی نماز تین ہی رکعت پڑھی جائے گی، اس پر تمام فقہا کا اتفاق ہے۔(۲)

جہاں تک حالت سفر میں سنتوں کے پڑھنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں فقہا کی رائیں مختلف ہیں۔ فقہاء حنفیہ میں امام ابوجعفر ہندوانیؒ کا خیال ہے کہ اگر آدمی سفر میں کہیں اُترا ہوا اور قیام کیا ہوا ہو تو سنت کا ادا کر لینا بہتر ہے، اگر اس میں مشقت نہ ہو اور اگر رواں حالت میں ہو، جیسے ٹرین، جہاز، بس وغیرہ پر سوار ہو، تو بہتر ہے کہ صرف فرض ادا کرنے پر اکتفا کرے، سنت چھوڑ دے، عام طور پر محقق علما نے اسی کو ترجیح دیا ہے، چناں چہ علامہ ابراہیم حلبیؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهٰذا هو الأعدل إذا لم تكن مشقة حالة النزول". (۳)

== أيضاً: وفرض المسافر في الرباعية ركعتان لا يزيد عليهما. (فتح القدير: ۳۹۵/۱، باب صلاة المسافر)

أيضا: (ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار، وإلا) بأن كان في خوف وفرار (لا) يأتي بها، هو المختار (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شرح مختصر الطحاوي للجصاص: ۲/۹۱-۹۸، باب صلاة المسافر، ط: دار السراج)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں قصر نہیں کرتے تھے؛ بلکہ سفر وحضر تمام حالتوں میں اس کی تین رکعت ادا کرتے۔ مسند احمد میں تفصیلی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: فرضت الصلاة ركعتين ركعتين إلا المغرب فرضت ثلثا؛ لأنها وتر، قالت: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سافر صلى الصلاة الأولى إلا المغرب، فإذا أقام زاد مع كل ركعتين ركعتين إلا المغرب؛ لأنها وتر والصبح؛ لأنه يطول فيها القراءة". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳۱۷/۴۳، رقم الحديث: ۲۶۲۸۲) نیز دیکھئے رقم الحديث: ۲۶۵۷۰، مسند النساء عن عائشة رضي الله تعالى عنها)

(۲) والذى يقصر اجماعاً هو الصلاة الرباعية من ظهر وعصر وعشاء دون الفجر والمغرب؛ لأنه اذا اقصر الفجر بقى منه ركعة ولا نظير لها فى الفرض واذا قصر المغرب الذى هو وتر النهار بطل كونه وتراً. (الفقه الاسلامى وأدلته، كتاب الصلاة، المبحث الثالث صلاة المسافر: ۳۱۶/۱، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) الحلبي الكبير، باب صلاة المسافر، ص: ۵۴۵، انيس

سفر کی حالت میں مشروع اور جائز ہونے کے باوجود قصر کا حکم دینے میں یہ فائدہ ہے کہ فرائض کو چھوڑنا مطلقاً گناہ کا باعث ہے اور نہ ادا کرنے کی صورت میں اس کی قضا واجب ہے، سنت کا اتفاقاً ترک کرنا اور سفر کی حالت میں نہ پڑھنا باعث گناہ نہیں، نیز اس کی قضا واجب نہیں، غرض فرض کا حکم زیادہ تاکیدی بھی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی متعلق ہے؛ اس لیے فرض میں بہ مقابلہ سنت کے سہولت وآسانی کی زیادہ ضرورت تھی۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۷۵،۴۷۶)

حالت سفر میں سنت کی ادائیگی:

سوال: ۲۵۰ رکلومیٹر کے سفر بعد فجر کی نماز اور دیگر نمازوں میں کیا سنت پڑھنی چاہیے؟ یا صرف فرض نماز پڑھی جائے؟
(محمد اسماعیل، شاہ پور گلبرگہ)

الجواب

جدید فرانسیسی پیمائش میں سفر شرعی کی مسافت ۷۷-۴۸۵ ۲ر کلومیٹر ہوتی ہے، (۱) یہ یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر ہو تو چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرنا واجب ہے اور سنت کا ترک کرنا جائز ہے، البتہ اگر امن اور قیام کی حالت ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے اور چلتی ہوئی حالت میں ہو تو ترک کردینا بہتر ہے، (۲) فجر کی سنت کی چونکہ خصوصی اہمیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے؛ (۳) اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ حالت سفر میں بھی ترک نہ ہونے پائے؛ لیکن نہ پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۶۹)

مسافر کے لیے جمعہ، تراویح اور قصر:

سوال: میں روڈویز کنڈکٹر ہوں، کیرانہ گھر ہے، روزانہ کیرانہ سے دہلی جاتا ہوں اور دہلی سے روڑکی جاتا ہوں، کیا میں اس صورت میں روزانہ نماز سفر پڑھوں گا، یا نہیں؟ سفر کی نماز گھر سے چلتے ہی شروع ہوجاتی ہے، یا ۴۸ رمیل کا سفر کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے؟ سفر میں کسی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور دو رکعت نماز پڑھیں، یا چار رکعت پڑھنا چاہیے، برائے مہربانی تفصیل سے تحریر فرمادیں اور سفر میں تراویح کی نماز پڑھی جاوے، یا نہیں؟ جب کہ زیادہ تر تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے؟ میں خود پڑھتا ہوں، چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں، جب گھر پہونچ جاتا ہوں

(۱) دیکھئے: احسن الفتاوی:۴/۱۰۵

(۲) وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي حال القرار والأمن.(الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹،انیس)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان دونوں رکعتوں کو مت چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں:

عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل.(سنن أبي داؤد،رقم الحديث:۱۲۵۸،أبوب التطوع،باب في تخفيفهما: ۱/۱۸٦،مكتبة حقانية ملتان،انيس)

تو جماعت سے نماز پڑھتا ہوں، اس طرح قرآن پاک ترتیب سے نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس طرح جمعہ کی نماز کے بارے میں بتلائیں کہ سفر میں جمعہ فرض ہے، یا نہیں؟ ویسے میں زیادہ تر جمعہ ادا کرتا ہوں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب آپ اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائیں گے تو مسافر ہو جائیں گے، اس وقت سے نماز قصر پڑھیں گے کہ راستہ میں بھی اور دہلی اور روڑکی میں بھی، تنہا پڑھیں، یا جماعت سے قصر ہی پڑھیں گے۔(۱) اگر امام مقیم ہو تو پوری پڑھیں گے۔(۲) تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں۔(۳) اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک ترتیب قائم نہ رہ سکے تو معذوری ہے۔ مسافر پر جمعہ نہیں، موقع ملے تو پڑھ لے ورنہ ظہر پڑھے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۹/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۹/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۱۷-۵۱۹)

مسافر پر جماعت واجب ہے، یا نہیں:

سوال: کیا مسافر پر جماعت واجب ہے؟ موجودہ دور میں ٹرینوں کے اندر جو جماعت بنا کر پڑھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اس طرح کہ امام آگے اور ایک ہی مقتدی ہوتا ہے، کیا اس طرح کھڑا ہونا صحیح ہے؟ اور ایک کے پیچھے ایک لمبی قطار ہوتی ہے۔　　(مستفتی: افسر بھائی نگر)

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلا ثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

"مـن جاوز بيوت مصره مريدا سيرًا وسطا ثلاثة أيام ... قصر الفرض الرباعى، آه". (كنز الدقائق علىٰ هامش البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۵-۲۳۰، رشيدية)

(۲) وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح فى الوقت ويتم. (الدر المختار علىٰ ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۰، سعيد)

وعلىٰ من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضًا. (المبسوط للعلامة شمس الدين السرخسى: ۲/ ۹۴، حبيبة)

(۳) "(ويأتى) المسافر (بالسنن) إن كا ن (فى حال أمن وقرار) (الدر المختار).

وفى الرد تحت (قوله: هو المختار) "وقال الهند وإنى: الفعل حال النزول و الترك حال السير ... قال فى شرح المنية: والأعدل ما قاله الهندوانى، آه". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۱، سعيد)

"والمختار أنه إن كا ن حال أمن وقرار يأتى بها؛ لأنها سرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، آه. (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشيدية)

(۴) (وشرط لافتراضها) ... (إقامة بمصر) ... وفى الرد (قوله: إقامة) خرج به المسافر. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الجمعة، مطلب فى شرط وجوب الجمعة: ۲/ ۱۵۳، سعيد)

الجواب

مسافر پر بوقت مجبوری جماعت واجب نہیں ہوتی۔

"السفر وهو نوعان منه يختص بالطويل وهو ثلا ثة أيام ولياليها وهو القصر والفطر والمسح أكثرمن يوم وليلة وسقوط الأضحية علىٰ ما في غاية البيان والثاني مالايختص به المراد به مطلق الخروج عن المصر وهوترك الجمعة والعيدين والجماعة.(۱)

ٹرینوں میں نماز کی جماعت(۲) اس طرح بنائے کہ امام کے بعد ایک کے پیچھے ایک مقتدی کھڑے ہوتنگی کی وجہ سے تو یہ جائز ہے اور اس عمل کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کا وہ عمل ہے جس میں ابن مسعودؓ نے تنگی جگہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی ترتیب چھوڑ دی تھی۔

"وإن كانا اثنين تقدمهما؛لأنه تقدم علىٰ أنس واليتيم حين صلىٰ بهما فإن قلت صلى ابن مسعود رضي اللّٰه تعالىٰ عنه بعلقمة والأسود في بيته وقام وسطها قلنا فعل ابن مسعود رضي اللّٰه تعالىٰ عنه كان لضيق المقام كذا قال النخعي وهوأعلم الناس بمذهب ابن مسعود رضي اللّٰه تعالىٰ عنه.(۳)واللّٰه أعلم وعلمه أتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان:۲/۱۰۹-۱۱۱)☆

---

(۱) الأشباه والنظائر،القاعدة الرابعة"المشقة تجلب التيسير"،ص:٦٤،دار الكتاب ديوبند،انيس

(۲) سفر میں جماعت کے ساتھ نماز واجب نہیں ہے،اسی طرح جمعہ کی نماز یا عیدین کی نماز بھی واجب نہیں ہے۔انیس

(۳) حاشية القدوري،ص:۲۹

☆ **سواری پر نماز:**

(قبلہ رخ اور قیام ورکوع وسجدے کے ساتھ ادا کی جائے گی اور اگر سواری کی نوعیت، یا رفتار کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اور اشارے سے ادا کی جائے گی، یہ آج کل کی عام سواریوں کا حکم ہے، جانور کی سواری میں رخ اور اشارے دونوں میں وسعت ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ میں کشتی میں کیسے نماز پڑھوں؟ فرمایا:"کھڑے ہو کر نماز پڑھو ہاں یہ کہ تم کو (کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں) ڈوبنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو"۔(عن ابن عمر قال:"سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الصلاة في السفينة فقال:كيف أصلي في السفينة؟قال:"صل فيها قائماً الا أن تخاف الغرق".(رواه الحاكم ،إعلاء السنن:۷/۱۸۵، المستدرك:۱/۲۷۵،كتاب الصلاة)وقال الحاكم:صحيح الاسناد علىٰ شرط مسلم وهوشاذ بمرة وكذا قال الذهبي في تلخيصه وفي إعلاء السنن(۷/۱۸۵)،وهو وإن كان شاذ بمرة ولكنه تأيد بحديث جفعر بن أبي طالب (الآتي) والشاذ إذا تأيد بمجيئه من طريق أخرىٰ يتقوىٰ)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں الا یہ کہ ڈوبنے کا اندیشہ ہو۔(عن جعفر بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال:"أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أمره أن يصلي في السفينة قائماً الا أن يخشىٰ الغرق.(رواه البزار ،اعلاء السنن:۷/۱۸۵) مجمع الزوائد:۲/۱٦٦،باب الصلاة في السفينة)==

کیا سفر میں تہجد، اشراق وغیرہ پڑھ سکتے ہیں:

سوال: کیا سفر میں ہم اپنی نماز تہجد، اشراق، چاشت و جمعہ کے دن صلوۃ التسبیح پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

وقت اور فرصت ہو تو بلاشبہ پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۰۶/۴ و۱۰۷)

سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے متعلق سوال:

سوال: حالت سفر میں دو نمازوں کا ایک جگہ جمع کرکے جیسا کہ ظہر کی عصر کے ساتھ، عشا کی مغرب کے ساتھ یکجا پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس طرح جمع کرے کہ ظہر اپنے اخیر وقت میں ہو اور عصر اپنے اول وقت میں، تو یہ جمع درست ہے۔ یہ جمع صورتاً ہے حقیقۃً نہیں، یعنی ایسا نہ کرے کہ عصر، ظہر کے وقت میں ظہر کے ساتھ پڑھے، یا ظہر کو قضا کرکے عصر کے وقت میں عصر کے ساتھ پڑھے، یہ درست نہیں ہے۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۴/۴، ۴۸۵)

کیا سفر میں نمازیں ملا کر پڑھ سکتے ہیں:

سوال: ریڈیو کراچی کی صبح کی نشریات میں سفر کے دوران نمازیں قصر کرکے اوران کو ملا کر پڑھنے کا جواب یوں

== قال الهيثمي: فيه رجل لم يسم وبقية رجاله ثقات واسناده متصل، أقول: أن الحديثين، حديث ابن عمر عند الحاكم وحديث جعفر عند البزار يتقوى وأحدهما بآخر)

حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک علاقے کی طرف گئے اور جب ہم دجلہ پہونچے، ظہر کا وقت آگیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو کشتی میں ہی ایک فرش پر بیٹھ کر نماز پڑھائی اور کشتی رواں دواں تھی۔ (عن أنس بن سيرين قال: "خرجت مع أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه الىٰ أرض بلبق سرين حتىٰ اذا كنا بدجلة حضرت صلاة الظهر فأمنا قاعداً علىٰ بساط فى السفينة وان السفينة لتجربنا جراً". (رواه الطبرانى فى الكبير، اعلاء السنن: ۱۸٤/۷، مجمع الزوائد (۱٦٦/۲)، وفيه رجاله ثقات) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۱) (ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (فى حال أمن وقرار، وإلا) بأن كان في خوف وفرار (لا) يأتي بهاهو المختار.

وفي الرد تحته: قيل: الأفضل الترك ترخيصاً وقيل: الفعل تقرباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول، والترك حال السير... قال فى شرح المنية: والأعدل ما قاله الهندواني. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۳۱/۲، باب صلاة المسافر، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) لايجوز الجمع عندنا بين الصلاتين فى وقت واحد سوى الظهر و العصر بعرفة والمغرب والعشاء بمزدلفة. (غنية المستملى، باب صلاة المسافر قبيل صلاة الجمعة: ۵٤۵/۱_۵٤٦، دار الفكر بيروت، ظفير)

دیا کہ سفر کے دوران نمازیں قصر تو پڑھنا ہوتی ہیں؛ لیکن اس کے علاوہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو ملا کر (یعنی اکھٹے) پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ظہر کا وقت ہو تو عصر کیسے قبل از وقت ملا کر پڑھ لیا جائے؟ یا پھر اگر عصر کا وقت ہے تو ظہر کی نماز کو کیوں قضا کیا جائے؟ یہی صورت حال مغرب اور عشا میں سمجھ لیں۔

الجواب

ریڈیو والوں نے فقہ حنفی کے مطابق مسئلہ نہیں بتایا، ہمارے نزدیک ایک نماز کو دوسری کے وقت میں پڑھنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ اگر پہلی نماز کو بعد والی کے وقت میں پڑھا گیا تو پہلی قضا ہو جائے گی اور بعد والی کو پہلی کے وقت میں پڑھا گیا تو چوں کہ وہ ابھی تک (وقت سے پہلے) فرض ہی نہیں ہوئی؛ اس لیے اس کا ادا کرنا ہی صحیح نہ ہوگا، البتہ مسافر کو اجازت ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور بعد والی مثلاً: عصر کو اس کے اول وقت میں ادا کرے، اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا ہوں گی؛ مگر صورۃً جمع ہو جائیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسفار میں اسی طرح کرتے تھے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۱۰۷)

بلا عذر دو نمازیں جمع کرنا:

سوال: علامہ الطاف حسین حالی صاحب اپنے ایک مضمون بہ عنوان "الدین یسر" رسالہ تہذیب الاخلاق ۱۲۹۴ھ، مطابق ۱۹۷۹ء ص: ۱۳۰ میں تحریر فرماتے ہیں: "حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نماز ظہر کو نماز عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشا کے ساتھ اس حالت میں جمع کیا کہ نہ سفر تھا، نہ کوئی خطرہ تھا اور نہ بارش تھی، لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ امت پر تنگی نہ رہے"۔ براہ مہربانی اس حدیث کا ماخذ بتائیں اور پوری حدیث سے مطلع فرمائیں؟ (سید جہانگیر علی، فلک نما)

الجواب

قرآن مجید نے فریضۂ نماز کو "کتاب موقوت" (۲) قرار دیا ہے؛ یعنی ایسا فریضہ جو وقت سے متعلق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے، جس کا حدیثوں میں ذکر موجود ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی کے مطابق نماز ادا کرنے کا رہا ہے، نیز بعض حضرات نے جب آپ سے اوقات نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنوں اس طرح نماز ادا فرمائی کہ

(۱) وفی البحر: وأما ما روی من الجمع بینهما فمحمول علی الجمع فعلا بأنه صلی الأولٰی فی آخر وقتها والثانية فی أول وقتها. (البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۱٤٤، ط: دار المعرفة، بیروت)

(۲) ﴿ان الصلاة كانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً﴾. (سورة النساء: ۱۰۳)

ایک دن تمام نمازیں اول وقت میں ادا کیں اور دوسرے دن آخر وقت میں، اس سلسلہ میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع واتفاق ہے کہ پانچوں نمازوں کے لیے مستقل طور پر اوقات مقرر ہیں، اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر سفر اور کسی عذر کے ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع کر کے پڑھا تو پھر اوقات نماز کی تعیین بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بالکل متعارض دوسری روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا، اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا، (۱) اس روایت کو امام ترمذیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے؛ لیکن امام حاکم نے صحیح اور علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ''حسن'' قرار دیا ہے، (۲) اور خود امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کا عمل اسی پر تھا کہ بغیر سفر اور عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ میں ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک نقل کرتے ہیں کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے وقوف کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں ہمیشہ وقت پر ادا فرماتے تھے۔ (۳)

تمام حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ یا تو اس حدیث میں نقل کرنے والوں سے چوک ہوئی ہے؛ کیوں کہ سچ بولنے والوں سے بھی بھول چوک اور غلط فہمی ہوسکتی ہے؛ اسی لیے ممتاز محدث حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو موضوع؛ یعنی من گھڑت قرار دیا ہے اور علامہ شوکانی نے امام ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، (۴) اور منکر بھی ضعیف اور غیر معتبر روایتوں کی ایک قسم ہے، یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کا ظاہری اور متبادر معنی مراد نہیں، چناں چہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کرنے والوں میں ان کے ایک شاگرد جابر بن زید بھی ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ ظہر اور مغرب دیر سے ادا کی گئی اور عصر اور عشاء جلدی، تو انہوں نے کہا کہ میرا بھی گمان ایسا ہی ہے، اس روایت کو خود امام مسلم نے نقل کیا ہے؛ (۵) اس لیے اہل تحقیق علماء کی رائے یہ ہے کہ

(۱) عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد أتیٰ باباً من أبواب الکبائر. (الجامع للترمذی، باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین: ۱/۴۸، رقم الحدیث: ۱۸۸، قدیمی، انیس

(۲) وصح الحاکم حدیثه غیر أن تصحیح الحاکم لا یعتمد کما لا یعتمد علیٰ تضعیف ابن الجزری ما لم یوافقهما غیرهما من المحدثین وکذلک حسن ابن کثیر فی تفسیره. (معارف السنن،، باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین: ۲/۱۶۶، سعید)

(۳) عن عبد اللّٰہ بن قال مارأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلیٰ صلاة الا لمیقا تها الاصلا تین صلوٰة المغرب والعشاء بجمع و صلیٰ الفجر یومئذٍ قبل میقاتها. (الصحیح لمسلم، باب استحباب زیارة التغلیس: ۱/۴۱۷، قدیمی، انیس)

(۴) معارف السنن: ۲/۱۶۶

(۵) عن عبد اللّٰہ قال مارأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلا لمیقاتها. (تقدم تخریجه)

اس کا مطلب ایک وقت میں دونمازوں کوادا کرنا نہیں ہے؛ بلکہ ظاہری طور پر جمع کرنا مراد ہے کہ ظہر ومغرب کوآخر وقت میں ادا کیا،عصر اور عشا کو اول وقت میں تو بظاہر یوں محسوس کیا گیا کہ دونوں نمازوں کو جمع کیا گیا ہے؛ لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا کی گئی ہیں، چناں چہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نسائی میں ان نمازوں کو جمع کرنے کی یہی کیفیت منقول ہے۔حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس کے الفاظ اس طرح ہیں:

''عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال: صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالمدینۃ ثمانیۃ جمیعاً وسبعاً جمیعاً أخر الظھر وعجل العصر وأخر المغرب وسعجل العشاء''. (۱)

(ظہر کوآخر وقت میں اور عصر کواول وقت میں اور مغرب کوآخر وقت میں اور عشا کو اول وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔)

اس لیے یہ بات درست نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہتے ہوئے ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو ایک وقت میں ادا فرمایا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۱-۴۷۳) ☆

(۱) سنن النسائی الکبریٰ، باب عدد صلاۃ المغرب: ۱/۱۵٦، رقم الحدیث: ۳۷٦، انیس

☆ **دونمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا:**

شریعت نے ہر نماز کا الگ الگ وقت رکھا ہے، چناں چہ اسی کے مطابق نماز ادا کی جاتی ہے، یہ حکم مسافر ومقیم سب کے لیے ہے، صرف حج میں عرفہ کے دن ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب وعشا کے وقت میں ادا کیا جاتا ہے، جس تفصیل حج کے احکام میں آتی ہے۔ (روایات کے لیے ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۵/۱۹۷-۲۲۳)

اور عمومی طور یہ بات احادیث میں معروف ہے کہ نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کیا جائے، اس میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔ (ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۹/۵۵۴-۵۵۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناوقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا، بجز دونمازوں کے، مغرب وعشا کو مزدلفہ میں جمع کیا اور فجر کو اس دن اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے ادا فرمایا''۔ (عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ: ''ما رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلیٰ صلاۃ لغیر میقاتھا إلا صلا تین، جمع بین المغرب و العشاء بجمع وصلیٰ الفجر یومئذٍ قبل میقاتھا''. (أخرجہ البخاری ومسلم وأبوداؤد والنسائی—جامع الأصول: ۵/۷۲۲) البخاری، الحج باب متیٰ یصلی الفجر بجمع ومسلم، الحج، باب استحباب زیادۃ التغلیس بصلاۃ الفجر یوم النحر بالمزدلفۃ وفی مصنف ابن أبی شیبۃ (۵/۳۹۸) عن الحسن البصری ومحمد بن سیرین ما نعلم من السنۃ الجمع بین الصلاۃ فی حضر ولا سفر الا بین الظھر والعصر بعرفۃ وبین المغرب والعشاء بجمع)

حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا''۔ (عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال: ''سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: أی العمل أحب الی اللّٰہ تعالیٰ؟ قال: الصلاۃ لمیقاتھا''. (أخرجہ البخاری ومسلم، والنسائی، جامع الأصول: ۹/۵۵٤-۵۵۵، صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتھا/مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الإیمان باللّٰہ أفضل الأعمال)

البتہ سفر کے مشاغل میں کہ مسلسل چل رہے ہیں اور سفر بھی جلدی طے کرنا ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ ظہر وعصر کے لیے ظہر کے آخری وقت ==

ظہر وعصر ایک وقت میں سفر کے اندر جائز ہے، یا نہیں:

سوال: نماز ظہر وعصر سفر کی حالت میں ملا کر پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

== میں ایک مرتبہ رکیں اور پہلے ظہر ادا کریں،ظہر کے وقت کے اندر چند منٹ کا وقفہ کریں کہ عصر کا وقت آجائے اور وقت آتے ہی عصر کر ادا کریں۔اسی طرح مغرب وعشا کے لیے ایک مرتبہ مغرب کے آخری وقت میں رکیں اور غروب شفق سے پہلے پہلے مغرب ادا کردیں اور چند منٹ کے وقفہ کے بعد عشا آجائے،عشا ادا کردیں۔

اس طرح نمازوں کے لئے کم وقت لگے گا اور جلد سفر طے ہوجائے گا اس سلسلے کی احادیث (ملاحظہ ہو جامع الاصول:۷۰۹/۵-۷۱۳،ومابعد، نیز اعلاء السنن:۸۲۸۱/۲،وغیرہ،مصنف ابن ابی شیبہ:۳۹۶/۵، میں ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص اسود اور ان کے رفقا کے متعلق نقل کیا گیا ہے:"ینزلون عند وقت كل صلاة في السفر فيصلون المغرب لوقتها ثم يتعشون ثم يمكثون ساعة ثم يصلون العشاء) کا یہی مفہوم ومطلب ہے، جو ان ساری ہدایات، کتاب وسنت کے موافق ہے جن میں نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنے کی سخت تاکید اور فضیلت آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کو جب سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو مؤخر کرکے عشا کے ساتھ پڑھتے تھے''۔(عن عن ابن عمر قال:"رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أعجله السير في السفر يؤخر المغرب حتىٰ يجمع بينها وبين العشاء".(أخرجه البخاري،جامع الأصول: ٧١٣/٥،صحيح البخاري، تقصير الصلاة،باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء)

روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے،ان کے مؤذن نے کہا،نماز پڑھ لیں،فرمایا: چلتے رہو،حتیٰ کہ جب شفق ڈوبنے والی تھی تو سواری سے اترے اور مغرب پڑھی، پھر انتظار کیا،حتیٰ کہ جب شفق ہوگئی تو عشا ادا کی اور اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی چیز کی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے،جیسا کہ میں نے کیا۔(عن نافع وعبد الله بن واقد:"أن مؤذن ابن عمر قال: الصلاة: سر سر،حتىٰ اذا كان قبل غروب الشفق نزل فصلىٰ المغرب ثم انتظر حتىٰ غاب الشفق فصلىٰ العشاء ثم قال:أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أعجل به أمر صنع مثل الذي صنعت".(أخرجه أبو داؤد،جامع الأصول: ٧١٤/٥،أبو داؤد،الصلاة،باب الجمع بين الصلاتين وفي آثار السنن(٧٣/٢):إسناده صحيح.أقول:أصله للجماعة.وراجع جامع الأصول:٧١٣/٥-٧١٧)

حضرت علی بن رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ سفر میں ہوتے تو غروب کے وقت چلتے رہے،حتیٰ کہ جب اندھیرا ہونے کو ہوتا تو (سواری سے) اترتے اور مغرب ادا فرماتے اس کے بعد کھانا تناول فرماتے، پھر عشا ادا فرماتے اور سواری پر چل دیتے اور فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔(عن علي بن أبي طالب:"كان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتىٰ اذا كان أن يظلم ثم ينزل فيصلي المغرب ثم يدعو بعشائه فيتعشىٰ ثم يصلي العشاء ثم يرتحل ويقول:هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع".(أخرجه أبو داؤد، جامع الأصول: ٧١٨/٥،أبو داؤد،الصلاة،باب متىٰ يتم المسافر،وفي هامش جامع الأصول: ٧١٨/٥: وهو حديث حسن،وفي آثار السنن: ٧٤/٢،اسناده صحيح)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جب سفر میں نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو اخیر وقت تک مؤخر کرتے اور (اخیر وقت میں) اس کو ادا کرتے اور عصر کو اس کے اولین وقت میں ادا فرماتے اور مغرب کی اخیر میں ادا کرتے اور عشاء کو اول وقت میں ادا فرماتے،اور فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو اسی طرح جمع فرماتے تھے۔(عن أنس بن مالك أنه كان اذا أراد أن يجمع بين الصلاتين في السفر آخر الظهر الى آخر وقتها وصلاها،وصلىٰ العصر في أول وقتها ويصلي المغرب ==

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایک وقت میں دونوں کو پڑھنا جائز نہیں۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۸۰)

سفر میں عصر کی نماز شافعی وقت کے مطابق پڑھ سکتے ہیں:

سوال: حضرات سے سنا ہے کہ اگر سفر میں ہو، یا سفر کی جلدی ہو تو حنفی بھی عصر کی نماز شافعی وقت کے مطابق پڑھ سکتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

عصر کی نماز صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دو مثل سے پہلے بھی ہوسکتی ہے؛ اس لیے اگر آدمی سفر میں ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۱۰۷)

حاجی مکہ میں مقیم ہوگا، یا مسافر:

سوال: حاجی مکہ میں مسافر ہوگا، یا مقیم؟ جب کہ وہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے؛ مگر اس قیام کے دوران وہ منی، عرفات بھی پانچ دن کے لیے جائے اور آئے، ایسی صورت میں وہ مقیم ہوگا، یا مسافر؟ اور منی اور مکہ مکرمہ شہر واحد کے حکم میں ہیں، یا دو الگ الگ شہر؟

== فی آخر وقتها ويصلي العشاء في أول وقتها ويقول: هٰكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الصلاتين في السفر (أخرجه البزار، إعلاء السنن: ٢/ ٨٤) مجمع الزوائد (١٦٣/٢) باب الجمع بين الصلاتين في السفر و فيه: فيه ابن اسحق وهو ثقة لكنه مدلس، وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث، أقول: رواه أبو داؤد تعليقاً ومسنداً)

اسی مضمون کو مرفوعاً حضرت ابن مسعود ومعاذ بن جبل سے طبرانی نے روایت کیا ہے، جس کو نقل کرنے کے ساتھ ہیثمی نے کہا ہے کہ اصل صحیح میں موجود ہے۔ (مجمع الزوائد:۲/۱۶۲-۱۶۳)

جمع بین الصلوٰتین کی یہ صورت ''جمع صوری وجمع فعلی'' کہلاتی ہے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے ادا کرنے کو ''جمع حقیقی'' کہتے ہیں، فقہ حنفی میں ائمہ مذہب کے اقوال وروایات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں آئی ہے؛ تاہم بعض متأخرین فقہاء حنفیہ نیز بعض ممتاز علماء ہند نے بھی اس کی گنجائش دی جب کہ ضرورت وحالات کا تقاضا ہو۔ (ملاحظہ ہو: اعلاء السنن:۲/۸۵، بحوالہ بحر ونہر در مختار ومعارف السنن:۴/۴۹۰، ۴۹۱، الدر المختار مع رد المحتار:۲/۴۵-۴۷) (ماخوذ از احکام نماز از احادیث وآثار)

(۱) ولا جمع بين فرضين في وقت بعذر) سفر ومطر خلافًا للشافعي وما رواه محمول على الجمع فعلاً، لا وقتاً (فإن جمع فسد لو قدم) الفرض على وقته (وحرم لو عكس) أى أخره عنه (وإن صح) بطريق القضاء. (الدر المختار على هامش رد المحتار، قبيل باب الأذان: ١/ ٣٥٤-٣٥٥، ظفير)

(۲) وآخر وقتها عند أبي حنيفة إذا صار ظل كل شئ مثليه سوى فئ الزوال ... وقالا أى أبو يوسف ومحمد: وهو قول الأئمة الثلاثة آخر وقتها إذا صار ظل كل شئ مثله سوى فئ الزوال. (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فروع شرح الطحطاوي: ١/ ٢٢٧، طبع سهيل اكادمي لاهور)

الجواب

مکہ، منی عرفات اور مزدلفہ الگ الگ مقامات ہیں، ان میں مجموعی طور پر پندرہ دن رہنے کی نیت سے آدمی مقیم نہیں ہوتا، پس جو شخص ۸/ذوالحجہ کو منی جانے سے پندرہ دن پہلے مکہ مکرمہ آ گیا تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا، اب وہ منی، عرفات اور مزدلفہ میں بھی مقیم ہوگا اور پوری نماز پڑھے گا؛ لیکن اگر مکہ مکرمہ آئے ہوئے ابھی پندرہ دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ منی کو روانگی ہوگئی تو یہ شخص مکہ مکرمہ میں بھی مسافر ہوگا اور منی، عرفات اور مزدلفہ میں بھی قصر نماز پڑھے گا۔ تیرہویں تاریخ کو منی سے واپسی کے بعد اگر اس کا ارادہ پندرہ دن مکہ مکرمہ میں رہنے کا ہے تو اب یہ شخص مکہ مکرمہ میں مقیم بن جائے گا؛ لیکن اگر منی سے واپسی کے بعد بھی مکہ مکرمہ میں پندرہ دن رہنے کا موقع نہیں تو یہ شخص بدستور مسافر ہی رہے گا۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۲/۴)

سفر حج میں نماز قصر پڑھیں گے، یا پوری:

سوال: ۱۹۷۹ء میں ہم حج کے لیے مکہ معظّمہ گئے تھے اور وہاں ہم نے تین ماہ قیام کیا اور سفر ہم نے بحری جہاز کے ذریعہ کیا اور جہاز میں ہم نے فرض نمازوں کو قصر نہیں پڑھا اور نہ ہم نے نمازیں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عرفات کے میدان میں قصر پڑھیں، لہٰذا پوچھنا یہ ہے کہ ہمیں سفر کے دوران اور مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور عرفات کے میدان میں فرض نمازیں قصر کر کے پڑھنا تھیں، یا پوری فرض نماز پڑھنا تھی؟

الجواب

جہاز میں تو آپ مسافر تھے، قصر نمازیں پڑھنی تھیں، (۲) اور مکہ مکرمہ اگر آپ اس وقت پہنچے کہ حج کے لیے منی عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم کا فاصلہ تھا تو اتنے دن آپ کو مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرنا چاہیے تھا۔(۳) حج سے

(۱) فإذا قصد بلدة والٰی مقصده طریقان أحدهما مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها والآخر دونها فسلک الطریق الأبعد کان مسافراً عندنا ... ولو نویٰ الإقامة خمسة عشریوماً فی موضعین فإن کان کل منهما أصلاً بنفسه نحو مکة و منی ... لایصیر مقیما ... ذکر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مکة فی أیام العشرو نوی الإقامة نصف شهر لاتصح؛لأنه لابد له من الخروج إلی عرفات فلا یتحقق الشرط. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۳۸/۱ـ ۱٤۰، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

نیز: ولایزال علٰی حکم السفر حتٰی ینوی الإقامة فی بلده أو قریة خمسة عشریومًا أوأکثر. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۳۹/۱، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

(۲) الأصل إن کل صلاة ثبت وجوبها فی الوقت وفاتت عن وقتها أنه یعتبر فی کیفیة قضائها وقت الوجوب وتقضی علی الصفة التی فاتت عن وقتها، إلخ. (بدائع الصنائع، فصل وأما حکم هٰذه الصلاة اذا فسدت: ۱٤۷/۱، دار الکتاب العلمیة بیروت، انیس)

(۳) فإذا قصد بلدة والٰی مقصده طریقان أحدهما مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها الآخر دونها فسلک الطریق الأبعد==

فارغ ہوکر جب آپ مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور وہاں پندرہ دن کا قیام طے تھا تو آپ مقیم ہو گئے،(۱) پوری نماز پڑھنی چاہئے تھی۔ مکہ مکرمہ سے آپ مدینہ منورہ گئے تو راستے میں پھر آپ مسافر تھے اور مدینہ شریف پہونچ کر اگر وہاں پندرہ دن قیام کرنا ہے تو آپ وہاں مقیم ہو گئے، ورنہ مسافر رہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۴/۹۱-۹۲)

حج میں قصر واتمام کا مسئلہ:

سوال: مکۃ المکرّمہ میں حاجی صاحب کا قیام ۱۵/دن، یا اس سے زیادہ ہوا۔ دورانِ حج منیٰ میں امام صاحب مسجد خیف میں نماز پڑھاتا ہے، یہ معلوم نہیں کہ امام صاحب مقیم ہے، یا نہیں؟ دورانِ نماز امام صاحب ۴/رکعت کے بجائے دو رکعت کے بعد سلام پھیرتا ہے تو پھر ایسی صورت میں مقیم حاجی صاحب کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲) وقوف عرفات میں حاجی صاحب کیمپ میں سنت اور فرض اپنے وقت پر پوری طرح ادا کرے گا، یا فرض پر ہی اکتفا کرے؟

(۳) ۸/ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہونا سنت سے ثابت ہے، دیکھا گیا ہے کہ معلم صاحب ۷/ذی الحجہ کی رات کو ہی حاجیوں کو منیٰ کے لیے روانہ کرتے ہیں، ایسا کرنا کیا درست ہے؟

(۴) ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد ۷/ذی الحجہ تک حاجی صاحب بال، ناخن، کتر اسکتا ہے، یا نہیں؟

(۵) کیا مختلف تاریخی مقامات کی تصویر کھینچ سکتے ہیں؛ تاکہ دوسروں کو تصویر سے شوق اور اسلامی جذبہ ابھارا جائے؟

(۶) وسائل محدود ہو رہے ہیں، حج کا فریضہ ادا کرنے کا شوق دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ یوم عرفہ کے دن کہاں جاؤں؛ کیوں کہ حاجی عرفات میں ہوں گے اور میں یہاں کشمیر میں۔ اے کاش میں بھی ان میں شامل ہوتا۔ کوئی وظیفہ، یا آسان ذریعہ تجویز فرمائیں؟

هو المصوب

(۱) ایسی صورت میں اپنی نماز پوری کر لے، اقتدا درست ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کے مقیم، یا مسافر ہونے کا علم ہو۔

== كان مسافراً عندنا ... ولو نوى الاقامة خمسة عشر يوماً في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنٰى ... لايصير مقيماً ... ذكر في كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الاقامة نصف شهر لا تصح؛ لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط. (الفتاوى الهندية: ١/ ١٣٨-١٤٠، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

(۱) ولا يزال على حكم السفر حتىٰ ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ١/ ١٣٩)

''إذا اقتدٰی بالإمام ینوی صلاۃ الإمام ولایعلم أن الإمام فی آیۃ صلاۃ فی الظھر أوفی الجمعۃ أجزأہ أیتھا کانت''.(۱)

(۲) تنہا خیمہ میں نماز پڑھنے والا شخص نماز اپنے وقت پر پڑھے گا اور اس میں سنن ونوافل بھی ادا کرسکتا ہے۔(۲)

(۳) معلم صاحب ایسا انتظاماً کرتے ہیں، لہٰذا جائز ہے۔

(۴) جب تک حاجی حالتِ احرام میں ہو، اس کے لیے ناخن، یا بال کتروانا درست نہیں ہے۔(۳)

(۵) تاریخی مقامات کی تصویر لے سکتے ہیں۔

(۶) کثرت سے یہ دعا کریں: ﴿ربنا أرنا مناسکنا﴾(سورۃ البقرۃ:۱۲۸)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱۶۶/۳۔۱۶۷)

میدان عرفات میں قصر کیوں پڑھی جاتی ہے:

سوال: یوم الحج یعنی ۹/ذی الحجہ کو مقام عرفات میں مسجد نمرہ میں جو ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں، وہ ہمیشہ قصر کیوں پڑھی جاتی ہیں؟ جب کہ مکہ معظّمہ سے عرفات کے میدان کا فاصلہ تین چار میل ہے اور قصر کے لیے مقام قیام سے ۴۸/میل، یا ایسے ہی کچھ فاصلے کا ہونا ضروری ہے؟

الجواب

ہمارے نزدیک عرفات میں قصر صرف مسافر کے لیے ہے،(۴) مقیم پوری نماز پڑھے گا، سعودی حضرات کے نزدیک قصر مناسک کی وجہ سے ہے؛ اس لیے امام خواہ مقیم ہو قصر ہی کرے گا، اب سنا ہے کہ احناف کے مسلک کی رعایت میں امام ریاض سے لایا جاتا ہے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل:۹۲/۴۔۹۳)

---

(۱) الفتاویٰ الھندیۃ،الباب الثالث فی شروط الصلاۃ،الفصل الرابع فی النیۃ: ۶۷/۱،انیس

(۲) (ویأتی) المسافر (بالسنن)إن کان (فی حال أمن وقرار).(الدرالمختارعلٰی ھامش رد المحتار،باب صلاۃ المسافر: ۱۳۱/۲،دارالفکربیروت،انیس)

(۳) ولا یحلق رأسہ ولا شعر بدنہ ...ولایأخذ من ظفرہ شیئاً.(الفتاوٰی الھندیۃ،کتاب المناسک،الباب الرابع فیما یفعلہ المحرم بعد الاحرام: ۲۲۴/۱)

(۴) فإذا قصد بلدۃ والٰی مقصدہ طریقان أحدھما مسیرۃ ثلاثۃ أیام ولیالیھا والآخر دونھا فسلک الطریق الأبعد کان مسافرًا عندنا ... ولونوٰی الإقامۃ خمسۃ عشریومًا فی موضعین فإن کان کل منھما أصلاً بنفسہ نحومکۃ ومنی ... لایصیر مقیمًا...ذکر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مکۃ فی أیام العشرونوی الإقامۃ نصف شھرلا تصح؛لأنہ لابد لہ من الخروج إلی عرفات فلایتحقق الشرط. (الفتاوٰی الھندیۃ: ۱۳۸/۱۔۱۴۰،الباب الخامس عشرفی صلاۃ المسافر)

منی میں قصر نماز:

سوال: کوئی شخص پاکستان سے، یا دوسرے ممالک سے حج یا عمرے کے لیے جاتا ہے تو مکہ شریف میں پندرہ سے زیادہ ایام رہنے کے بعد احرام حج باندھ کر منی وعرفات کو جاتا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ منی وعرفات ومزدلفہ میں نمازیں قصر پڑھے، یا پوری پڑھے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ قصر پڑھے؛ کیوں کہ نبی علیہ السلام نے مکہ میں مقیم ہونے کے باوجود نماز قصر پڑھی، اگر حنفی مسلک رکھنے والے نے قصر پڑھی ہوتو اس کی نمازیں ہوگئیں، یا دوبارہ قضا کرے؟

الجواب

قصر کا حکم صرف مسافر کو ہے، (۱) اور جو شخص منی جانے سے پہلے مقیم ہو، خواہ اس وجہ سے کہ وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصے سے مکہ مکرمہ میں ٹھہرا ہوا تھا، اس کو منی، عرفات اور مزدلفہ میں قصر کی اجازت نہیں، وہ پوری نماز پڑھے اور اگر قصر کر چکا ہے تو وہ نمازیں نہیں ہوئیں، ان کو دوبارہ پڑھے۔

خلاصہ یہ کہ جو حاجی صاحبان ایسے وقت مکہ مکرمہ جاتے ہیں کہ ۸ر تاریخ (جو منی جانے کا دن ہے) تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن نہیں ہوتے وہ مکہ مکرمہ میں بھی مسافر شمار ہوں گے اور منی، عرفات میں بھی، لہذا قصر کریں گے، (۲) اور اگر ۸ر تاریخ تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن پورے ہوجاتے ہیں تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہوجائیں گے اور منی، عرفات میں بھی مقیم رہیں گے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۳/۴)

(۱-۲) فإذا قصد بلدة والٰی مقصده طریقان أحدهما مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها الآخر دونها مسلک الطریق الأبعد کان مسافرًا عندنا ... ولو نویٰ الاقامة خمسة عشر یومًا فی موضعین فإن کان کل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنی ... لایصیر مقیمًا ... ذکر فی کتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مکة فی أیام العشر ونوی الاقامة نصف شهر لا تصح؛ لأنه لابد له من الخروج إلی عرفات فلا یتحقق الشرط. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۱۳۸-۱۴۰، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

☆ مدت قصر:

پندرہ دن سے کم ہے اور جب ایک مرتبہ میں پندرہ دن کی نیت کی جائے تو قصر ختم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے: ''جب تم مسافر ہو اور خود کو کسی جگہ پندرہ دن کے قیام پر طے کو لر، تو پوری نماز پڑھو اور قیام کی مدت کا کچھ طے نہ ہو تو قصر نماز پڑھو''۔ (عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: ''کنت مسافراً فوطنت نفسک علیٰ اقامة خمسة عشر یوماً فأتمم الصلاة وإن کنت لا تدری فاقصر''. (رواه محمد بن الحسن فی الآثار، اعلاء السنن: ۲۷۵/۷، کتاب الآثار، باب صلاة فی السفر، وفی آثار السنن: ۶۶/۲، إسناده حسن، إعلاء السنن: ۲۷۵/۷) أقول: رواه الامام عن موسیٰ بن مسلم عن مجاهد. (جامع المسانید: ۴۱۴/۱، أبواب الصلاة، وموسیٰ هٰذا قال فیه فی التقریب ص ۲۱۳: لا بأس به. وفی هامش کتاب الآثار لأحمد عیسیٰ، ص: ۲۳۲، وثقه ابن معین)

==

کس قدر سفر پر قصر ہے:

سوال: نماز قصر کس قدر سفر میں ہے؟

الجواب

تین منزل سفر پر قصر واجب ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم: ۴۸۰/۴)

== حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول وفتویٰ بھی اسی مضمون کا مروی ہے۔(عن مجاهد عن ابن عمر و ابن عباس قالا: "اذا همت باقامة خمسة عشر يوماً فأتم الصلاة" (رواه الإمام أبو حنيفة، إعلاء السنن: ٢٧٥/٧، جامع المسانيد: ٤٠٤/١، أبواب الصلاة، بنفس السند للخبر السابق، ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن: ۲۵۶/۲، میں اس کو امام صاحب کی سند سے نقل کیا ہے؛ مگر اس میں ان کے شیخ عمر بن زر ہیں، جو ثقہ ہیں، (التقریب، ص: ۴۲۷) اور اسی کے موافق ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل معروف ہے۔(رواه ابن أبی شيبة: ٣٨٤/٥، و محمد بن الحسن فی كتاب الحجج: ١٧٠/١، باسناد صحيح كما فی اعلاء السنن: ٢٧٤/٧، نقلاً من آثار السنن: ٦٦/٢)

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند بہت مضبوط ہے اور اس کے الفاظ میں: "كان ابن عمر اذا علىٰ خمس عشرة سرح ظهره وصلىٰ أربعاً" ابن عمر وابن عباس کا قول وفتویٰ معروف ہے، چناں چہ زیلعی، حافظ ابن حجر، عینی، شوکانی وغیرہ سب نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(اعلاء السنن: ۲۷۵/۷، وفتح الباری: ۵۶۲/۲، ونیل الاوطار: ۲۳۷/۳) ابن أبی شیبہ (۳۸۳/۵، ۳۸۴، میں سعید بن مسیّب وسعید بن جبیر کے اقوال یہی مذکور ہیں اور ثقہ ہیں)

ایک مرتبہ میں پندرہ دن، یا زائد کی نیت نہ کی جائے تو مستقل قصر ہے، خواہ قیام کتنا لمبا ہو جائے:

پیچھے حضرت ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول وفتویٰ آیا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تبوک میں بیس دن رہا اور آپ برابر قصر فرماتے رہے"۔(عن جابر بن الله قال: أقام رسول الله صلی الله عليه وسلم بتبوک عشرين يوماً يقصر الصلاة". (أخرجه أبو داؤد، جامع الأصول: ٧٠٣/٥، أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب اذا قام بأرض العدو يقصر) وأخرجه البيهقی السنن (الصلاة باب من قال يقصر أبداً ما لم يجمع: ١٥٢/٣) وفی الجوهر النقی (١٥٠/٣) أخرجه أبو داؤد بسند علىٰ شرط الصحيحين وفی نيل الأوطار (٢٣٧/٣): أخرجه ابن حبان والبيهقی وصححه ابن حزم والنووی. وراجع هامش بن أبی شيبة (٣٨٢/٥) لمزيد التخريج والتفصيل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی معروف روایت ہے: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع سے) مکہ میں انیس دن قیام کیا اور وہی دو رکعت ادا فرماتے رہے"۔(عن ابن عباس قال: "أقام النبی صلی الله عليه وسلم تسع عشرة يقصر الصلاة". (الحديث) أخرجه الجماعة الا مسلماً واللفظ للبخاری—جامع الأصول: ٧٠١/٥، البخاری، أبواب التقصير، باب ما جاء فی التقصير) ابن عباس سے اس بابت مزید کم وبیش مدتوں کا ذکر بھی آیا ہے، ملاحظہ ہو جامع الاصول: ۷۰۱/۵، ۷۰۲، واعلاء السنن: ۲۷۴/۷ومابعد)

اسی کے مطابق صحابہ کا عمل تو بہت معروف ہے مہینوں؛ بلکہ دو سال ایک جگہ کے ایسے قیام میں انہوں نے قصر کیا۔(روایات کے لیے ملاحظہ ہو، اعلاء السننؒ: ۲۸۲/۷، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۰/۵-۳۸۳، ومصنف عبدالرزاق: ۵۳۲/۲-۵۴۰) وبیہقی (۱۵۲/۳) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۱) السفر الذی يتغير به الأحكام أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بسير الإبل و مشی الأقدام ... والسير المذكور هو الوسط. (الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ١٤٥/١، ثاقب بكڈپو ديوبند، ظفير)

سفر شرعی کی حد کیا ہے:

سوال: قصر نماز، ریل سے کتنی مسافت پر اور یا پیادہ کتنی مسافت پر واجب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

قصر نماز ۴۸ رمیل پر واجب ہے پیدل سفر ہو، یا کسی سواری پر۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۹/۱۱/۵ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۲۰)

سفر کی مسافتِ شرعی:

سوال: کتنے کیلومیٹر کا سفر کرنے سے نماز قصر ادا کی جاتی ہے؟ کیا سنت وواجب بھی سفر کے دوران ادا کرنا چاہیے؟

(سید ثانی، پٹن چرو)

الجواب ـــــــــــــــــــ

مسافتِ شرعی اڑتالیس (۴۸) میل شرعی ہوتی ہے اور اڑتالیس (۴۸) میل شرعی ستتر (۷۷) کیلومیٹر، سات سو بیاسی (۷۸۲) میٹر، چالیس (۴۰) سینٹی میٹر کے برابر ہوتا ہے، گویا اٹھہتر (۷۸) کیلومیٹر کے قریب۔(۲)

واجبات کو سفر میں بھی ادا کرنا چاہیے، اگر سفر میں چلتی ہوئی حالت ہو، جیسے: آپ ٹرین، یا بس میں سفر کررہے ہوں اور اسی حالت میں نماز ادا کریں، یا کچھ دیر کے لیے گاڑی رکی اور آپ وہاں نماز ادا کریں تو بہتر ہے کہ فرائض وواجبات پر اکتفا کیا جائے، سنت چھوڑ دی جائے اور اگر درمیانِ سفر آپ کہیں اتریں اور چند دنوں وہاں قیام کریں تو پھر سنتوں کو بھی ادا کرنا بہتر ہے، اہلِ تحقیق علما کی رائے کے مطابق یہی قول راجح ہے۔(۳) (کتاب الفتاویٰ:۲/۴۷۶-۴۷۷)

مسافت قصر کی مقدار:

سوال: کس قدر مسافت ہے جس سے مسافر کو قصر کی اجازت ہو جاتی ہے؟

---

(۱) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) من أقصر أيام السنة... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) ...(صلّى الفرض الرباعي ركعتين).(الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱-۱۲۳، دارالفكر بيروت، انيس)(دیکھئے: فتاوی دار العلوم ۴/۴۴۴)

(۲) دیکھئے: جدید فقہی مسائل:۱/۱۴۲

(۳) وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار أنه لا يأتي بها حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن.(الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

متوسط رفتار سے تین روز کی مسافت پر شرعاً قصر کیا جاتا ہے،(۱) اور تمام دن چلنا ضروری نہیں بلکہ صبح سے سردی میں زوال تک چلنا معتبر ہے اور ہر جگہ کے سفر میں اسی کے موافق رفتار معتبر ہوگی، مثلاً خشکی میں پیدل، یا معمولی اونٹ وغیرہ کی رفتار اور دریا میں کشتی کی متوسط رفتار معتبر ہوگی، اس مسافت کا اندازہ تقریباً ۴۸ ر میل ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱۲/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۴۸۱-۴۸۲)

صحیح مسافت سفر:

سوال: کتنی مقدار مسافت سفر میں نماز قصر کرنی چاہیے حسب احادیث صحیحہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

چار برید جس کی سولہ (۱۶) سولہ (۱۶) میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں، حدیث موطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں؛ مگر مقدار میل کی مختلف ہے، لہٰذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۸)

قصر کی مسافت سے متعلق سوال:

سوال: اگر کوئی شخص وطن سے باہر بیالیس (۴۲) میل پر جا ٹھیرے، اور اس جگہ پر پندرہ روز یا کم کا ارادہ مقیم ہونے کا ہو، تو نماز قصر کرنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

تین دن کی مسافت پر قصر ہوتا ہے۔(۳) اڑتالیس (۴۸) میل اس کا اندازہ کیا گیا ہے۔ وہاں جا کر اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ ہے تو نماز پوری پڑھے، اس سے کم قیام کا ارادہ ہے تو قصر کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۸۴)

---

(۱) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام وليا ليها) من قصر أيام السنة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب. (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع فوصل في يومين، قصر ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس رضي الله عنهما: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(۲) قال الدكتور وهبه الزحيلي: "والتقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام، لأن المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة، خصوصاً في أقصر أيام السنة، ولا يصح القصر في أقل من هذه المسافة، كما لا يصح التقدير عنهم بالفراسخ على المعتمد الصحيح. (الفقه الاسلامي وأدلته، الموضوع الأول المسافة التي تجوز فيها القصر: ۲/۳۲۰، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) عن سويد بن غفلة الجعفي قال: اذا سافرت ثلاثاً فاقصر. {رواه محمد بن الحسن في الحجج} (إعلاء السنن: ۷/۲٤۷، انيس)

مسافت قصر:

سوال: مسافت قصر کے متعلق حضرت والا اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

آپ نے مسافت قصر کے متعلق جو فتویٰ پوچھا ہے اور حضرات فرنگی محل کے فتاویٰ کے خلاف نقل فرمائے ہیں، اس کو میں نے دارالافتاء میں بھیج دیا ہے، ان شاء اللہ جواب پہونچ جائے گا۔ ہمارے اکابر کا معمول بہ اڑتالیس میل ہی ہے اور اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، حضرات فرنگی محل اس میں تشدّد فرماتے ہیں؛ مگر کتب فقہ میں حکم میلوں پر نہیں ہے؛ بلکہ تین دن تین رات کی مسافت اوسط انسانی رفتار، یا اونٹ کی رفتار سے جملہ حوائج انسانیہ اکل وشرب، پیشاب پاخانہ وغیرہ اور حوائج شرعیہ نماز وغیرہ کو انجام دیتے ہوئے اکثر حصہّ یوم ولیلہ میں جو قطع ہو سکے، وہ مسافت قصر ہے۔(۱) اسی قاعدہ سے بمشکل ۱۶ر میل چل سکتا ہے؛ بلکہ ۱۵ر میل بھی چلنا دشوار ہوگا؛ اس لیے بعض حضرات ۱۲ر میل روزانہ اور بعض ۱۵ر میل روزانہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارے اکابر نے ۱۶ر میل روزانہ احتیاط کے طور پر قرار دیا ہے، اس سے زائد قرار دینا غیر معقول ہے۔(۲) واللہ اعلم

(مکتوبات: ۱۴۴/۳) (فتاوی شیخ الاسلام، ص: ۴۸-۴۹)

سوا ستہتر ۴/۱، ۷۷ کیلومیٹر سفر کی حد ہے:

سوال: کتنے کیلومیٹر سفر کا ارادہ کرنے پر قصر لازم ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اڑتالیس (۴۸) میل کے ارادہ سے چلیں گے تو قصر لازم ہے، جو کیلومیٹر کے حساب سے سوا ستہتر (77:248) کیلومیٹر ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۴۹۶/۱)

---

(۱) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلثة أيام ولياليها) ... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) حضرت کی وضاحت پوری طرح فقہ کے موافق ہے؛ اس لیے کہ مسافت سفر میں حنفیہ کے نزدیک دراصل میلوں، یا فرسخوں کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ حقیقتاً متوسط رفتار سے مسافت قطع کر سکنے پر حکم کا مدار رکھا گیا ہے۔ ہر جگہ یہی قاعدہ جاری ہوگا۔ ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس) اس وضاحت سے شرعی، یا انگریزی میل مراد لینے کا اختلاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

مسافر کتنی مسافت پر قصر کرے:

سوال: مسافر کو کتنے کوس پر قصر کرنا چاہیے اور ہر کوس کتنے میل کتنے قدم پختہ کا ہوگا؟

الجواب

سفر اگر تین منزل؛ یعنی تین دن کا ہو تو مسافر پر قصر لازم ہے اور بعض فقہا نے منازل کے عوض فراسخ اور میل سے تحدید فرمائی ہے۔(۱) اس میں تین قول ہیں: بعض نے ۲۱ر فرسخ؛ یعنی ۶۳ ر میل اور بعض نے ۱۸ر فرسخ؛ یعنی ۵۴ ر میل اور بعض نے ۱۵ر فرسخ؛ یعنی ۴۵ ر میل مقرر کئے ہیں اور مفتی بہ قول ثانی یا ثالث ہے۔

قال فی الرد: ثم اختلفوا فقیل أحد وعشرون وقیل ثمانیة عشر وقیل خمسة عشر والفتویٰ علی الثانی؛ لأنه الأوسط، وفی المجتبیٰ فتوی أئمة خوارزم علی الثالث.(۲)

اور مذہبِ ثالث یہ ہے کہ تین دن میں جس قدر مسافت طے ہوتی ہو، عادتاً اس میں قصر واجب ہے اور میل چار ہزار ذراع کا ہے، یا چار ہزار قدم کا۔(کذا فی الشامی)(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴؍۴۴۵-۴۴۶)

گھر سے کتنے فاصلہ پر جا کر قصر شروع کرے:

سوال: گھر سے کتنے فاصلہ پر جا کر قصر کرسکتا ہے؟(۴)

الجواب

اس کا نام قصر ہے، سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم ہے؛ یعنی جو نماز چار رکعت ہے، سفر میں دو رکعت پڑھی جاتی ہیں، مغرب اور صبح کی نماز میں قصر نہیں ہے۔ شرط قصر یہ ہے کہ تین منزل سفر کا ارادہ ہو، یا اس سے زیادہ کا اور تین منزل کا اندازہ اڑتالیس (۴۸) میل سے کیا گیا ہے۔(۵) (فتاویٰ دار العلوم: ۴؍۴۸۵-۴۸۶)

---

(۱) (قاصد) ... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها) من أقصر أیام السنة ولا یشترط سفر کل یوم إلی اللیل بل إلی الزوال ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب. (الدر المختار)

وفی رد المحتار: قال فی النهایة: أی التقدیر بثلاث مراحل قریب من التقدیر بثلاثة أیام ... وکذا ما فی الفتح من أنه قیل یقدر بأحد وعشرین فرسخًا وقیل بثمانیة عشر وقیل بخمسة عشر وکل من قدر منها اعتقد أنه مسیرة ثلاثة أیام. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۲-۱۲۳، انیس)

(۲) رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۳، دار الفکر بیروت، ظفیر

(۳) الفرسخ ثلاثة أمیال والمیل أربعة آلاف ذراع. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۳، دار الفکر، ظفیر)

(۴) رجسٹر میں سوال اسی طرح ہے، غالباً نقل میں اختصار ہوگیا ہے۔ ظفیر

(۵) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصداً) ... (مسیرة ثلثة أیام ولیالیها) ... (بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة) ... (صلی الفرض الرباعی رکعتین). (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۱-۱۲۳، دار الفکر بیروت، انیس)

چھتیس میل کی مسافت پر قصر نماز ادا کرے:

سوال: سفر کی وہ مسافت جس کے ارادہ سے قصر ہوتی ہے، انگریزی میل کے اعتبار سے مفتی بہ کتنے میل ہیں؟
(المستفتی: ۱۳۴۹، محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۰/ فروری ۱۹۳۵ء)

الجواب

انگریزی میل سے چھتیس میل کی مسافت قصر نماز کے لیے کافی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳/ ۳۷۵)

مسافت قصر ۴۸/ میل ہے:

سوال: منزل کتنے کوس ہوگی؟ انگریزی کوس کے حساب سے نماز کے لیے قصر تین منزل میں کرنا چاہیے، یا کیا؟

الجواب

ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لیے اڑتالیس (۴۸) میل ہے۔ سولہ (۱۶) میل کی ایک منزل قرار دی گئی ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/ ۴۴۴)

غیر مقلدین کا تین میل پر قصر کرنا اور ان کی مستدل حدیث کی تاویل:

سوال: عند الفقہاء ۴۸/ میل پر دوگانہ مسافر پڑھتا ہے اور غیر مقلد تین میل پر دوگانہ پڑھتے ہیں۔ ثبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کرتے ہیں، جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین میل پر دوگانہ پڑھا ہے، اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

الجواب

تین منزل (جس کے ۴۸/ میل ہوتے ہیں) کی مسافت کا ارادہ ہو تو شہر سے باہر نکلتے ہی قصر شروع ہو جاتا ہے، (۲) اور یہی تاویل ہے اس حدیث شریف کی جس میں یہ آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف سے باہر تین میل پر قصر کیا؛ یعنی ارادہ آپ کا دور کا تھا؛ مگر تین میل پر مدینہ سے نکل کر وقت نماز کا ہوا تو آپ نے قصر نماز پڑھی۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/ ۴۷۷-۴۷۸)

---

(۱) چھتیس میل انگریزی درست معلوم نہیں ہوتا؛ کیوں کہ کم از کم مقدار ۴۵/ میل شرعی برابر ۵۱/ میل انگریزی کے اور احسن الفتاوی میں مفتیٰ بہ قول ۵۴/ میل شرعی ۶۱/ میل انگریزی۔ (احسن الفتاویٰ، باب صلاۃ المسافر: ۴/ ۹۵، ط سعید، وخیر الفتاویٰ: ۲/ ۶۶۶، ط: ملتان)

(۲) من خرج من عمارة موضع إقامته) ... قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ... ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱-۱۲۳، دار الفكر بيروت، ظفير)

کتنے منزل کا سفر شرعی ہوتا ہے:

سوال: ایک منزل کتنے کوس یا کتنے میل کی ہوتی ہے؟

الجواب

کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ سفر شرعی تین منزل کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ میلوں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ منزلوں کا ہے۔ اور بعض فقہا نے میلوں کا اعتبار کیا ہے، اس میں تین قول ہیں۔ ایک منزل کے ۲۱، یا ۱۸، یا ۱۵ ر میل لکھے ہیں اور فتویٰ ۱۸ ر میل پر ہے اور عند البعض پندرہ (۱۵) میل پر ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۶۸/۴)

تین منزل کا سفر ہو تو قصر کرے:

سوال: اگر کوئی شخص ہمیشہ دریائی سفر میں رہے، یا جہاز کی نوکری کرے، یا مہینہ میں دس روز جہاز پر سفر کرے اور دس پندرہ روز اپنے مکان پر، وہ نماز قصر پڑھے، یا پوری؟

الجواب

جس زمانہ میں سفر میں رہے اور جہاز میں سفر کرے، بشرطیکہ سفر تین منزل کا ہو تو وہ قصر کرے، (۲) اور جس وقت اپنے وطن میں پہنچے اور وطن میں رہے، ان دنوں میں نماز پوری پڑھے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۶۳/۴)

سفر میں منزل کا اعتبار ہے، یا فرسخ کا:

سوال: قال فی الهداية: ولا معتبر بالفراسخ وهو الصحيح، آه. (۴)

(۱) اعلم أن أقل مدة السفر عندنا مسافة ثلاثة أيام من أقصر أيام السنة بالسير الوسط وهو مشى الأقدام والإبل فى البر واعتدال الريح فى البحر ... وصحح صاحب الهداية أنه لا يعتبر التقدير بالفراسخ لكن قال المرغينانى وعامة المشائخ قدروها بالفراسخ فقيل أحد وعشرون فرسخًا وقيل ثمانية عشر فرسخًا، قال المرغينانى: وعليه الفتوىٰ وقال العتابى فى جوامع الفقه: وهو المختار وقيل خمسة عشر فرسخًا، إلخ. (غنية المستملى، فصل فى صلاة المسافر فى المدة، ص: ٤٩٧، ظفير)

(۲) ولا يزال علىٰ حكم السفر حتىٰ ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر وإن نوىٰ أقل من ذلك قصر. (الهداية، باب صلاة المسافر: ١٤٦/١، ثاقب بكدپو ديوبند، ظفير)

(۳) الوطن الأصلى ... (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقى لم يبطل بل يتم فيهما. (الدر المختار)
وفى الردتحته: أى بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة. (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ١٢١/١-١٢٣، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۴) الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ٢٤٨/١، ظفير

وفی الدرالمختار: ولا اعتبار بالفراسخ علی المذهب، انتهٰی(۱)

وفی حاشية الهداية: (قوله هوالصحيح) احترازعن قول عامة المشائخ فإنهم قدروه بالفراسخ ثم اختلفوا فيما بينهم فقيل أحد وعشرون فرسخًا وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر والفتوى علٰی ثمانية عشر كذا فی المحيط، انتهٰی. (۲)

ودرحاشیہ مالابدمنہ:

''لیکن صحیح آنست کہ در مذہب حنفیہ اعتبار امیال وفراسخ نیست، اما چہل وہشت میل چناں کہ مصنف اختیار کردہ مذہب شافعی است''۔

ودر عالمگیری از ہدایہ می آرد:

''ولاتعتبر بالفراسخ''.

جب کہ حنفیہ کے نزدیک میل وفراسخ کا اعتبار نہیں تو جہاز کے سفر میں کس طور پر نماز قصر پڑھیں گے؟

الجواب

اصل مذہب بے شک یہ ہے کہ منازل کا اعتبار ہے؛ یعنی تین دن کی مسافت معتبر ہے؛ لیکن ۴۸ میل بھی تین منزل ہوتے ہیں؛ اس لیے معمول بہ یہی ہے اور مالا بدمنہ میں اس کو اختیار کیا گیا ہے، (۳) اور دریا کے سفر میں کشتی و جہاز کی مسافت کا اعتبار ہے؛ یعنی تین دن میں جس قدر سفر طے ہوتا ہے، اعتدال ریح کے ساتھ، اس میں قصر کا حکم ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۶۵-۴۶۶)

منزل کا عرب کے دستور کے مطابق اعتبار ہے، کوس کی قید نہیں:

سوال: منزل کئے کوس کی شمار ہوتی ہے شرع میں؟

الجواب

موافق عرب دستور کے منزل کی شمار ہے، کوسوں کی قید نہیں، علی الصحيح.

(بدست خاص، سوال: ۶۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۷)

(۱) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۷۳۵، ظفير

(۲) حاشية الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱۴۸، ظفير

(۳) مگر وقتیکہ قصد کنند دفعۃً واحدۃً سفر چہل وہشت کردہ را۔ (مالا بدمنہ، فصل نماز مسافر: ص۶۰، ظفیر)

(۴) وإنما يعتبر فی كل موضع منهما مايليق بحاله. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، ظفير)

فرسخ اور میل کی صحیح حد:

سوال: فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے؟

الجواب

فرسخ تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہیں؛ مگر یہ سب تقریبی امور ہیں۔ اصل میل اس مسافت کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہے، وقت اور محل اور رائی کے اعتبار سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۵۸)

ہر طرح کے سفر میں سیر متوسط کا اعتبار ہے:

فقہا نے تین قسم کی راہ مقرر کی ہیں: ایک بحر، دوسرا جبل، تیسرا برّ (خشکی) اور ہر سہ طریق میں متوسط سیر کا اعتبار کیا ہے، اگر سرعت [سفر] تین مرحلہ کے درجہ مثلاً ایک روز میں طے کر دیوے تو سفر ہوگا اور جو بایں طور ایک مرحلہ کو تین روز میں طے کرے، وہ سفر نہ ہوگا۔ بعد اس قاعدے کے ہم دیکھتے ہیں کہ شتر اور گھوڑا اور چھکڑا اور شکرم اور ریل سب ایک ہی قسم کی راہ کے طے کرنے کے اسباب ہیں، سو سہ مرحلہ شتر کو اگر شکرم اور ریل سے ایک روز، یا ایک پہر میں طے کیا تو یہ سرعت مخل حد سفر کو نہ ہووے گی اور اگر چھکڑا ایک مرحلہ کو تین روز میں طے کرے تو سفر نہ ہوجاوے گا تو فقہا کے زمانہ میں ایسی سریع سواری کا وجود نہ تھا کہ اس کی تصریح کرتے؛ مگر ہاں اس قدر مصرح ہے کہ اگر تین مرحلہ کو ایک روز میں طے کرلے گا تو سفر ہی ہوگا، درمختار میں یہ ہے۔ ردالمحتار میں کہا [ہے]:

وظاهره أنه كذلك لو وصل إليه في زمن يسير بكرامةٍ لكن استبعده في الفتح، بانتفاء مظنة المشقة وهي العلة في القصر، انتهٰى.(۱)

تو طی ارض بالکرامت میں تو مشقت راساً منتفی ہے؛ مگر سفر ریل میں مظنہ مشقت موجود ہے، مال کا دینا اور حرج راہ کا گمان اور مشقت "**حبس في موضع واحد وعدم اختيار الخروج وغيرها**" تو بس دیر کی راہ کو اگر بذریعہ ریل تھوڑے عرصہ میں طے کرلے گا تو از قسم طی بالکرامت تو نہ ہوگا؛ بلکہ از قسم سرعت سیر ہوگا۔

باقی جواز صلوٰۃ الفرض تو سفینہ کے مثل ہوجانے سے، کیا ضرور ہے کہ "**مقيس على السفينة**" ہوا ہو؛ بلکہ یہ "**مقيس على السرير المجرور على الأرض**" ہے اور سفینہ اور سریر مجرور کا اگر حکم متحد ہوجاوے تو کیا مستبعد ہے۔ ریل دابہ پر نہیں، جو دابہ کا حکم ہو؛ بلکہ چوکی کے حکم میں ہے کہ ہر دو موضع علی الارض ہیں، جیسا کہ چوکی مجرور پر صلوٰۃ فرض روا ہے، ایسا ہی ریل پر درست ہے۔ اگر گاڑی دابہ کی کمر پر نہ ہو؛ بلکہ زمین پر رکھ کر رسّی سے باندھ کر کھینچے،

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲، دار الفكر بيروت، انيس

تو اس پر جواز صلوٰۃ فرض مصرح ہے۔ الغرض جواز صلوٰۃ ریل پر سفینہ کے قیاس سے نہیں؛ بلکہ موضوع علی الارض ہونے سے ہے، جیسا چوکی چارپائی پر ہے اور مقدار سفر راہ پر ہونے کے باعث سے ہے، جیسا کہ ''**ماشی علی الاقدام بسرعة سیر برید**'' ایک روز میں تین منزل کو طے کر جاوے تو مقدار سفر اس کی اور جواز صلوٰۃ اس کا سفر پر ہونے کے سبب ہے تو اب نہ معلوم اس میں کیا استبعاد ہے، وجہ استبعاد معلوم نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مکتوبات حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب:۲۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۸۷-۱۸۸)

مسافت سفر پہاڑ میں:

سوال: پہاڑ کے سفر میں کتنے فاصلے پر آدمی مسافر ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

جتنے وقت میں زمین پر چلنے سے ایک منزل طے ہوتی ہے جس کی مسافت تقریباً ۱۶ر میل ہے، اور تین منزل کی مسافت ۴۸ر میل کے قریب سے اتنے وقت میں پہاڑی راستہ جس قدر طے ہو، اس کی مقدار کو ایک منزل قرار دیا جائے گا۔ اور تین منزل کو مسافت سفر کہا جائے گا، وہاں ۴۸ر میل کو مسافت سفر کہنا لازم نہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے نصف ہو یا کم وزیادہ ہو۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۷/۴۸۸-۴۸۹)

سفر میں مسافت کا اعتبار اور سواری کی رفتار سے وقت کا اعتبار نہ کرنا:

سوال: ہمارے مکان سے چاٹگام شہر خشکی کی راہ سے تین دن کی راہ ہے، اسی طرح معمولی کشتی پر جانے سے تین دن کا راستہ ہے، ان دونوں صورتوں میں قصر پڑھے؛ لیکن اسٹیمر ہی چند سال سے چلتا ہے، جہاز دخانی پر سوار ہونے سے آدمی آٹھ گھنٹہ میں پہنچتا ہے، سو اگر ہم جہاز پر سوار ہوکر چاٹگام جاویں تو راہ میں اور وہاں شہر میں پہنچ کر قصر کریں، یا نہ کریں؟

---

(۱) ویعتبر في الجبل بما يناسبه من السير؛ لأنه يكون صعودًا وهبوطاً ومضيقاً ووعرًا، فيكون مشي الإبل و الأقدام فيه دون سيرهما في السهل". (ردالمحتار، باب المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

"والمراد بسير البر والجبل أن يكون بالإبل ومشي الأقدام، والمراد بالإبل إبل القافلة دون البريد، وأما السير في البحر فيعتبر ما يليق بحاله، وهو أن يكون مسافة ثلاثة، فيه إذا كانت تلك الرياح معتدلة، وإن كانت تلك المسافة بحيث تقطع في البر في يوم كما في الجبل، يعتبر كونها من طريق الجبل بالسير الوسط ثلاثة أيام وإن كانت تقطع من طريق السهل بيوم، فالحاصل أن تعتبر المدة من أيّ طريق أخذ فيه" اه. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيديه)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ہاں قصر کیا جاوے، مسافت کا اعتبار ہے، گو سواری کے تیز ہونے سے وہ جلدی قطع ہو جاوے، جیسا کہ ریل کے سفر میں یہی حکم ہے۔

۲۰؍صفر ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ: ۶۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۵۸۷)

۴۸؍میل کی مسافت میں صرف جانے کا اعتبار ہے، یا آنے جانے دونوں کا:

سوال: یہاں سے ضلع صدر جانے کے دو راستے ہیں: ایک پچیس کوس کا، دوسرا چوبیس کوس کا، چوبیس کوس والے راستہ سے جائے اور پچیس کوس والے راستہ سے واپس آئے تو اس پر واپسی میں قصر ہے، یا نہیں؟ اور جو پچیس کوس والے راستہ سے جاوے اور چوبیس کوس والے راستے سے واپس آوے تو اس پر قصر ہے، یا نہیں؟ ہمارے یہاں تین کوس چار میل کا ہوتا ہے۔

(معتکف بخدمت شریف شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ مانکپور، ۲۷؍جمادی الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ، ضلع پرتا بگڈھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

قصر نماز کے لیے تین یوم کی مسافت کا سفر ضروری ہے، (۱) اور یہ مسافت صرف ایک طرف کی ہے آنے اور جانے کی مجموعی مسافت نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں دونوں راستوں میں سے کسی ایک سے آنا جانا ہو، یا دونوں سے، دونوں صورتوں میں قصر جائز نہیں، (۲) البتہ اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مسافت قصر ہو اور دوسرا نہ ہو تو جس راستہ سے سفر اختیار کرے گا اس کا اعتبار ہوگا، آنے میں بھی جانے میں بھی۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ جمادی الثانیہ؍۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷؍۴۸۲-۴۸۳)

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته ...(قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام) ...صلى الفرض الرباعي ركعتين". (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

"أما الثاني وهو بيان اشتراط قصد السفر، فلابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبدًا". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱؍۲۰۹، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۲) اشترط الفقهاء لصحة القصر الشروط الآتية: أن يكون السفر طويلا مقدرا بمسيرة مرحلتين أو يومين أو ستة عشر فرسخا عند الجمهور، أو ثلاث مراحل أو ثلاثة أيام بلياليها عند الحنفية. (الفقه الاسلامي وأدلته: ۲؍۳۲۷، كتاب الصلوٰة، المبحث الثالث صلاة المسافر، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) ولو لموضع طريقان: أحدهما مدة السفر، والأخر أقل، قصر في الأول لا الثاني". (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲؍۱۲۳، سعيد)

کیا شہر سے ۷۰؍کیلومیٹر دور جانے آنے والا ٹرک ڈرائیور مسافر ہوگا:

سوال: میں ریتی بجری کا ٹرک چلاتا ہوں اور سپر ہائی وے روڈ پر تقریباً ۷۰؍کلومیٹر آگے جا کر بجری لاتا ہوں، اگر میں وہاں ندی پر پہنچ جاؤں اور نماز کا وقت ہو جائے تو کیا میں نماز قصر کروں، یا پوری نماز ادا کروں اور خدانخواستہ اگر قضا ہو جائے تو واپس کراچی آ کر مسافرانہ قضا ادا کروں، یا پوری؟

الجواب

ساگر آپ کراچی کی حدود ختم ہونے کے بعد ۴۸؍میل (۷۷کلومیٹر)، یا اس سے زیادہ دور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں گے، سفر کی قضا شدہ نماز گھر پر ادا کی جائے، تب بھی قصر ہی پڑھتے ہیں؛(۱) مگر ۷۰؍کلومیٹر قصر کی مسافت نہیں؛ اس لیے آپ وہاں پوری نماز پڑھیں گے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۸۱/۴)

ساٹھ میل کی دوری پر جانا ہو تو قصر کرے، یا نہیں:

سوال (۱) زید نے اپنے وطن اصلی سے 'ب' شہر کو جو ۶۰ میل سے زائد فاصلہ پر ہے، جاتا ہے؛ مگر اس کی نیت بر وقت روانگی ۱۵؍یوم سے زیادہ 'ب' شہر میں قیام کرنے کی ہے، ایسی صورت میں راہ میں قصر کرنا چاہیے، یا نہیں؟

پندرہ دن قیام کے بعد چلے گا، تو سفر یہاں سے شمار ہوگا یا پہلے شہر سے:

(۲) مثلاً زید 'ب' پہلے شہر سے بعد قیام زائد از ۱۵؍یوم، 'ج' شہر کو جائے تو قصر کرنے کے لیے فاصلہ کا شمار 'ب' شہر سے کیا جائے گا، یا زید کے وطن اصلی سے؟

الجواب

(۱) نماز کو قصر کرنا چاہیے۔(۲)

(۲) اس صورت میں فاصلہ کا شمار 'ب' شہر سے کیا جاوے گا۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴۸۱/۴-۴۸۲)

---

(۱) فلو فاتته صلاة السفر وقضاها في الحضر يقضيها مقصورة كما لو أداها ...إلخ(رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر قبيل باب الجمعة: ۱۳۵/۱،دار الفكر بيروت،انيس)

(۲) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام وليا ليها) ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوبًا.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۲)

(۳) (و)يبطل (وطن الإقامة بمثله و)بالوطن (الأصلي و)بإنشاء (السفر) (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۲/۲،دار الفكر بيروت)

تاجر سو میل کی مسافت طے کرے تو وہ مسافر ہوگا:

سوال: ہم بیس پچیس آدمی بجنور سے مرادنگر ضلع میرٹھ کپڑا فروخت کرنے آتے ہیں، یہ مقام ایک سو میل ضلع بجنور سے ہے، جب ہم گھر سے چلے تو یہ نیت تھی کہ دو مہینے مرادنگر اس طرح قیام کریں گے کہ اکثر رات کو مرادنگر رہیں گے اور دن کو وہاں سے دو چار کوس پر کپڑا فروخت کرنے چلے جائیں گے، کبھی جائے قیام پر آ جائیں گے اور کبھی وہیں گاؤں میں رہ جائیں گے۔ مرادنگر ۱۵ر یوم مستقل ٹھہرنے کی شروع ہی سے نیت نہ تھی، آس پاس آتے جاتے رہنے کا پہلے سے قصد ہے اور ایسا ہی ہوتا ہے، اس صورت میں قصر کرے، یا پوری نماز پڑھے؟

(المستفتی: ۱۵۹۷، اصغر حسین (ضلع بجنور) ۴ر جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۳ر جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

یہ لوگ گھر سے سو میل کی مسافت کا قصد کر کے چلنے سے مسافر ہوگئے۔ اب جب تک کسی ایک مقام میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کریں، مسافر ہی رہیں گے، لہٰذا یہ اس حالت میں نماز قصر پڑھتے رہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۷۶/۳-۳۷۷)

کم مسافت سمجھ کر پوری نماز پڑھتا رہا، بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا مسافت قصر تھی، کیا کرے:

سوال: ایک شخص ایک مقام کو گیا، جس کی مسافت بعد تحقیق اپنے خیال میں حد سفر سے کم مسافت خیال کرتا ہے، بایں وجہ وہ پوری نماز پڑھتا رہا، چار پانچ روز بعد تحقیق ہوئی کہ مسافت حد سفر سے زیادہ ہے تو اس نے پوری نمازیں پڑھی تھیں، اس کا اعادہ کرے، یا نہیں؟ اور ایک شخص نے ایسے مقام کو جو مسافت شرعی سے کم ہے، جو مسافت شرعی پر خیال کر کے قصر کرتا رہا، چند روز بعد معلوم ہوا کہ یہ مقام حد سفر سے کم ہے تو وہ ان نمازوں کا اعادہ کرے، یا نہیں؟

الجواب

پہلا شخص اگر قعدہ درمیانی میں بیٹھا ہے، تو اس کی نماز فرض ادا ہوگئی، اعادۂ فرض نہیں ہے اور دوسرا شخص ان نمازوں کا اعادہ کرے،(۲) اور دوسرے شخص نے چار کی جگہ دو پڑھی؛ اس لیے سرے سے اس کی نماز نہیں ہوئی۔

بقي من المفسدات ارتداد بقلبه وموت ... وترك ركن بلا قضاء. (۳)(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۵۱/۴-۴۵۲)

(۱) ولايزال علٰى حكم السفر حتٰى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر، كذا فى الهداية. (الفتاوٰى الهندية، باب صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ط: ماجدية)

(۲) (فلو أتم مسافر إن قعد فى) القعدة (الأولٰى تم فرضه) ولكنه (أساء) ... (ومازاد نفلى) ... (وإن لم يقعد بطل فرضه). (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۵۸۸/۱-۵۸۹، ظفير

مسافت سفر نہ ہونے کی صورت میں مسافت سفر طے کرنے میں قصر نہ کرنے کا حکم:

سوال: زید وطن سے مظفرنگر کا عازم ہوکر چلا اور قصد ہے کہ دو یوم میں واپس ہو جائے گا، وہاں پہنچ کر ضرورت محسوس ہوئی کہ سہارنپور آئے اور سہارنپور سے واپس میرٹھ ہولیا، میرٹھ سے مظفرنگر سفر شرعی نہیں اور نہ مظفرنگر سے سہارنپور، ہاں میرٹھ سے سہارنپور سفر ہے، پس سفر کے دو ٹکڑے علاحدہ و مستقل نیت سے مظفرنگر سے روانگی کے وقت سفر بنیں گے، یا نہیں؟ یعنی سہارنپور سے میرٹھ آتے وقت تو سفر کا حکم ہوگا ہی، مظفرنگر سے سہارنپور تک بھی حکم سفر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

فی الدر المختار: ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر.

فی رد المحتار تحت: (قوله: بلا قصد) بأن قصد بلدة بینه وبینها یومان للإقامة بها فلما بلغها بداله أن یذهب إلٰی بلدة بینه وبینها یومان هلم جراً، قال فی البحر: وعلی هٰذا قالوا: أمیر خرج مع جیشه فی طلب العدو ولم یعلم أین یدرکهم فإنه یتم وإن طالت المدة أو المکث أما فی الرجوع فإن کانت مدة سفر قصر، آه. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ شخص مظفرنگر سے سہارنپور جاتا ہوا قصر نہ کرے گا اور سہارنپور سے میرٹھ آتے ہوئے قصر کرے گا۔ فقط

۱۸/صفر ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۸۵) (امداد الفتاویٰ: ۱/۵۹۶)

میرٹھ سے دہلی جانے والا قصر کرے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ شرعی مسافت سفر انگریزی میل کے حساب سے جس کی مقدار سترہ سو ساٹھ گز کی ہے اور میرٹھ سے دہلی کا سفر کرنے والا قصر نماز پڑھے گا، یا پوری؟ جب کہ دونوں کے درمیان مسافت ۴۵/میل ہے اور شہر سے ۴۲/میل ہے۔

الجواب

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ تین دن؛ یعنی تین منزل کے سفر میں قصر کرنا چاہیے۔ پس میرٹھ سے دہلی اگر تین منزل ہے، قصر کرسکتا ہے، ورنہ نہیں اور فراسخ اور میلوں کا ظاہر مذہب کے موافق اعتبار نہیں ہے، جن مشائخ نے فراسخ کا اعتبار بغرض سہولت عوام کیا ہے، اس میں تین قول ہیں: اکیس فرسخ؛ یعنی ۶۳/میل شرعی، یا اٹھارہ فرسخ؛ یعنی چون میل شرعی، یا پندرہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲/۱۲۲، دار الفکر بیروت، انیس

فرسخ؛ یعنی ۴۵ میل شرعی اور فتویٰ ثانی، یا ثالث قول پر دیا گیا ہے۔ (کذا فی ردالمحتار) اور میل شرعی چار ہزار ذراع کا اور ذراع چھ قبضہ؛ یعنی تقریباً آٹھ گرہ کا انگریزی ذراع مروج زمانہ ہٰذا سے ہے۔ پس میل شرعی دو ہزار گز کا ہوا اور میل انگریزی جب کہ سترہ سو ساٹھ گز کا ہے تو فی میل دو سو چالیس گز کا تفاوت میل انگریزی اور میل شرعی میں ہوا تو ۴۵ رمیل شرعی قریب پچاس میل انگریزی کے ہوگا اور فراسخ کے اعتبار کرنے پر کم از کم مسافت قصر پچاس میل ہوگی؛ لیکن جب کہ اعتبار کرنا فراسخ کا اصل مذہب کے خلاف ہے تو اب مدار منازل پر ہوگا اور یہ امر عرف اور عادت اور تجربہ پر موقوف ہے اور یہ بھی کتب فقہ میں موجود ہے کہ تین دن کے سفر سے یہ مراد ہے کہ اقصر ایام سنہ میں صبح سے زوال تک جس قدر مسافت طے ہو سکے، وہ مقدار میلوں کی معتبر ہوگی۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے حضرات اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر؛ یعنی سولہ میل اختیار فرمایا ہے؛ کیوں کہ روزانہ اگر چھ گھنٹہ سفر کے لیے مقرر کئے جاویں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے، اس اعتبار سے مسافت قصر ۴۸ رمیل؛ یعنی ۳۶ رکوس کو قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۵/۴-۴۹۶)

میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافت سفر نہیں:

سوال (۱) زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفر نگر کے لیے روانہ ہوا، جب کہ یہ مسافت ۲۵ رمیل ہے تو وہاں قصر نہیں ہوگا؛ لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑا تو مسافت قصر ہو جائے گی تو اس صورت میں قصر کرے، یا نہیں؟ اگر اس طرح سہارنپور یا دہرہ دون جانا پڑے تو مسافت قصر ہوگی، یا نہیں؟

(۲) زید کی گاڑی آل یوپی ہے، ویسے مستقل چلتی ہے، ادھر دہلی لکھنؤ جانا پڑے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) اگر میرٹھ زید کا وطن اصلی ہے، یا وطن اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفر نگر کی نیت سے چلا، جو کہ ۳۵ رمیل ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا، پھر مظفر نگر سے دیوبند کا ارادہ ہو گیا تو بھی قصر نہیں کرے گا، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہو گیا، تب بھی قصر نہیں کرے گا، اگر چہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافت قصر ہے؛ مگر چوں کہ ابتدائے سفر کے وقت مسافت قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ سے مسافت قصر کی نیت نہیں کی، جہاں سے بھی نیت کی، مسافت قصر سے کم کی نیت کی ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافت قصر کی نیت سے سفر ہوگا، تب قصر لازم ہوگا، ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں گھوم جائے گا، تب بھی قصر نہیں کرے گا۔ (۱)

---

(۱) (من خرج من عمارة إقامته) ... (قاصداً) ولو كافرًا، و من طاف الدنيا بلاقصد لم يقصر (مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من أقصر أيام السنة ... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة)... (صلى الفرض الرباعي ركعتين وجوباً. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳، سعيد)

(۲)　جواب نمبر (۱) کے ضابطہ کے موافق حکم ہوگا۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۲۶ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۷/۷-۴۸۸)

الہ آباد سے ممبئی دو چار ماہ قیام کی نیت سے روانہ ہوا تو راستہ میں قصر کرے گا، یا نہیں:

سوال:　زید الہ آباد سے ممبئی کو روانہ ہوا؛ مگر ممبئی دو چار ماہ رہنا چاہتا ہے، اس صورت میں راستہ میں قصر کرے گا، یا پوری پڑھے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

راستہ میں قصر کرے گا۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۴/۴)

قصر نماز کے لیے کس مسافت کا اعتبار ہے:

سوال:　قصر نماز کن کن صورتوں میں واجب ہے۔

(۱)　ایک مقام ایسا ہے، جہاں سے ریل پر سفر کرنے سے فاصلہ زیادہ ہوتا ہے اور قصر واجب ہوتا ہے اور اگر خشکی سے جایا جائے تو فاصلہ کم پڑتا ہے، کون سی صورت اختیار کرنا چاہیے، آسانی ریل و موٹر سے سفر کرنے میں ہے، یہ مقام خشکی سے ۲۷ر میل اور ریل سے ۵۳ر میل پر ہے۔

(۲)　ایک شخص ملازم پیشہ ہے اور مکان سے اس کی ملازمت فاصلہ پر ہے اور ہیڈ کوارٹر میں جہاں قیام ہے رہنا پڑتا ہے اور وہیں سے دورہ کرنا ہوتا ہے، اس صورت میں قصر کہاں سے شمار ہوگا، اور دورہ کے سفر میں کہیں مسافت بعیدہ ہو جاتی ہے اور کہیں کم، ایسی صورت میں سفر کے متعلق کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۱۴۳۳، حاجی محمد زکریا صاحب (جونپور) ۶ر ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۷ر مئی ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

جس راستے سے سفر کرے اس کی مسافت کا اعتبار ہے، جب ۳۶ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر شروع کرے تو اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی قصر پڑھنا چاہئے، ہیڈ کوارٹر جہاں قیام رہتا ہے وہاں سے مسافت سفر کا اعتبار ہوگا وہاں سے ۳۶ میل کا ارادہ کر کے چلنے پر مسافر ہو جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳۷۵/۳-۳۷۶)

---

(۱)　(من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلٰثه أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين. (الدرالمختار)وفى الرد تحت (قوله:قاصدًا):أشاربه مع قوله خرج إلٰى أنه لوخرج ولم يقصد أوقصد ولم يخرج لايكون مسافرًا (الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۷۳۳-۷۳۲/۱، ظفير)

(۲)　فإذا قصد بلدة إلٰى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام و لياليها والآخردونها فسلك الطريق==

جو جس راستہ سے سفر کرے، اسی کا اعتبار ہے:

سوال: تین شخص ایک ایسے مقام کو چلے، جس کے مختلف راستے مختلف مسافت رکھتے ہیں۔ایک شخص براہِ راست جو کہ مسافت تیس کوس ہے جاتا ہے۔ دوسرا شخص براہِ سڑک پختہ جو چکر کھاتے ہوئے جاتی ہے اور مسافت چھتیس کوس ہے جاتا ہے اور تیسرا شخص بذریعہ ریل جو چکر سے جاتی ہے اور مسافت چالیس کوس ہے جاتا ہے۔اس صورت میں مسافر ثانی وثالث مسافر مانے جاویں گے، یا نہیں؟ اور ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ اور تینوں راستوں میں سے کون سا صحیح مانا جاوے گا؟

الجواب

جس راستہ کو جو کوئی سفر کرتا ہے، اسی راستہ کا اعتبار ہے، لہٰذا مسافر ثانی وثالث مسافر شرعی ہیں، وہ قصر کریں گے۔(۱)
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۵۱-۴۵۲)

جس راستہ سے سفر ہو، اسی کا اعتبار ہے:

سوال: اجمیر ہمارے یہاں سے براہ پیادہ بیس (۲۰) کوس ہے اور براہ ریل اسی (۸۰) کوس ہے۔اگر براہ ریل سفر کریں تو قصر کرنا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اگر ریل کے راستہ سے سفر کرنا ہو تو قصر واجب ہوگا۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۴۳)

دو راستے ہوں، اگر قصر کرنے والے راستہ سے جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص ایک جگہ سے سفر کرے اور جس جگہ جائے، اس کے دو راستے ہیں۔ایک راستہ سے مسافت

== الأبعد كان مسافرًا عندنا، وإن سلک الأقصر يتم. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، ط: ماجدية)

(ومن خرج من موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) من أقصر أيام السنة ... صلى الفجر الرباعی ركعتين. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، ط: سعيد)

(۱) ولو لموضع طريقان أحدهما مدة السفر والآخر أقل قصر فی الأول لا الثانی (الدر المختار)

وفی الرد تحت (قوله: قصر فی الأول) أی ولو كان اختار السلوک فيه بلا غرض صحيح خلافاً للشافعی كما فی البدائع. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) فإن قصد بلدة وإلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلثة أيام ولياليها والآخر دونها، فسلک الطريق الأبعد كان مسافرًا عندنا، هٰكذا فی فتاوىٰ قاضی خان. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، ظفير)

قصر ہے اور دوسرے راستہ کی مسافت کم ہے۔پس اگر یہ شخص اس جگہ اس راستہ سے جائے، جو مسافت قصر ہے تو اس کو قصر صلوٰۃ جائز ہوگا، یا نہیں؟ یعنی جواز قصر کے لیے ان دونوں مسافتوں میں کون سی مسافت کا اعتبار ہوگا، جس راستہ کو چلا اس کا، یا اقل مسافت کا؟ اور مسافت قصر کتنی ہے؟

الجواب

جس راستہ سے سفر کیا، اس راستہ کی مسافت کا قصر وعدم قصر میں اعتبار ہے، اگر اس راستہ سے چلا، جس کی مسافت تین منزل (یعنی ۳۶؍چھتیس کوس، یا اڑتالیس میل) ہو، اس مسافت پر قصر لازم ہے، اگر چہ دوسرا راستہ۔۔۔اس سے کم ہو۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴؍۴۹۵)

شہر کا ایک قریبی راستہ ہو، دوسرا دور کا تو قصر کے لیے مسافت کا اعتبار ہوگا:

سوال: گاؤں خرم زئی اور کوئٹہ کے درمیان دو راستے ہیں، ایک راستہ ۸۷؍کلومیٹر کے فاصلے کا ہے، جب کہ دوسرا راستہ ۴۵؍ یا ۵۰؍کلومیٹر کے فاصلے کا ہے، ہم جب ۸۷؍کلومیٹر کے فاصلے سے سفر کرتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب ہم ۴۵؍ یا ۵۰؍کلومیٹر کے فاصلے سے سفر کرتے ہیں تو ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہیے، یا قصر؟

الجواب

جس راستے سے جانا ہو، اس کا اعتبار ہے، اگر وہ مسافت سفر ہو تو قصر کرے، نہ ہو تو نہ کرے۔(۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴؍۸۰)

گیا قصر والے راستے سے اور واپسی غیر قصر والے راستے سے ہوئی تو واپسی میں قصر کرے، یا نہیں:

سوال: ایک گاؤں کے دو راستے ہیں، اگر ریل میں جاوے تو قصر لازم ہے اور پیدل کے قریب راستہ کو جانے سے پوری نماز پڑھے گا۔اس گاؤں میں ریل سے گیا اور چند روز قیام کیا قصر نماز پڑھتا رہا، واپسی کے وقت پیدل راستے سے آیا تو گھر پہنچنے تک قصر نماز پڑھے، یا نہیں؟

---

(۱) إذا قصد بلدة وإلیٰ مقصده طریقان أحدهما مسیرة ثلٰثة أیام ولیالیها والأخر دونها فسلک الطریق الأبعد کان مسافرًا عند نا وإن سلک الأقصر یتم.(الفتاویٰ الهندیة،الباب الخامس عشر فی صلاه المسافر:۱؍۱۳۸،جمیل الرحمٰن)

(۲) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها).(الدر المختار)

وفی الرد تحت:(قوله قاصدًا):أشار به مع قوله خرج إلیٰ أنه لو خرج ولم یقصد أو قصد ولم یخرج لایکون مسافرًا، وفی البحر: وأشار إلیٰ أن النیة لابد أن تکون قبل الصلاة.(الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر:۲؍۱۲۱-۱۲۲،دار الفکر بیروت،انیس)

الجواب

اس صورت میں واپسی میں بھی وہ شخص قصر کرے گا، جب تک کہ وہ اپنے وطن میں نہ پہنچ جاوے؛ کیوں کہ اس گاؤں میں اس نے پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی تھی اور وہ گاؤں وطن اقامت ہنوز نہیں ہوا تھا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۷۶)

چند گاؤں میں چکر کاٹنے سے مسافت پوری ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کے چند دیہات ہیں، جو اس کے وطن سے ہر ایک مسافت قصر سے کم ہے، اگر یہ شخص اپنے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، جس سے مسافت قصر پوری ہوجاتی ہے اور اسی قصد سے وطن سے آ گیا ہو تو اس شخص کے لیے احکام سفر ثابت ہوں گے، یا نہیں؟

الجواب

اس پر احکام قصر ثابت ہوں گے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۷۷)

سرکاری ملازم جو اڑتالیس یا ساٹھ میل کے اندر دورہ کرتا ہے، قصر کرے، یا نہیں:

سوال: زید ملازم سرکاری ہے، اس کے رہنے کا مقام 'الف' ہے؛ مگر اس کو کبھی تو صرف اطراف میں؛ یعنی ۴۸ میل کے اندر اور کبھی پچاس، ساٹھ، اسی میل تک دورہ کرنا پڑتا ہے اور دورہ میں چھ روز، یا آٹھ روز، یا دس روز، گزر جاتے ہیں۔ رہنے کے مقام کو واپس نہیں آتا، اس صورت میں قصر کرے، یا نہ؟

الجواب

اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے کہ جو اڑتالیس میل، یا زیادہ جائے رہائش سے ہے تو قصر لازم ہے، ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم:۴/۴۸۳-۴۸۴)

اہل کاروں کے دورہ میں قصر کا حکم:

سوال: دورہ کی صورت یہ ہے کہ پانچ سو چھ سو کوس کے علاقہ میں گشت کرنے کی نیت سے سفر کیا جائے گا؛ لیکن منزل عموماً چھ سات کوس پوربی؛ یعنی چودہ یا پندرہ میل پر ہوا کرے گی اور بعض مقامات پر دو تین روز قیام بھی ہوگا، تمام سفر مسلسل طے کیا جاوے گا؛ یعنی گوالیار بعد اتمام گشت واپسی ہوگی، کوچ و مقام سب تجویز ہوگیا ہے۔ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھی جاوے گی، یا پوری؟

---

(۱) فإذا قصد بلدة وإلٰى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافرًا عندنا،هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (الفتاوىٰ الهندية،باب صلاة المسافر: ۱/۱۳۸،ظفير)

الجواب

نماز قصر ہوگی۔ فقط

۱۵/ شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد: ۱/۴۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۹۳-۵۹۴)

سوال مثل بالا:

سوال: نماز قصر کے متعلق مجھ کو استفتا کی ضرورت ہے اور حالت یہ ہے کہ میری ملازمت گشت وگرد آوری کی ہے، میں حکماً مستقر پر دس روز سے زیادہ قیام نہیں کر سکتا اور صورت سفر یہ ہے کہ جب گشت کے واسطے مستقر سے روانہ ہوتا ہوں، کہیں دو، کہیں تین، کہیں چار، کہیں پانچ، کہیں دس کوس تک سفر کر کے قیام کا موقع ملتا ہے؛ لیکن اس کے اندر تعین مدت اور تعین مسافت نہیں ہوتی، حسب ضرورت قیام اور سفر کرتا ہوں؛ لیکن مستقر سے جب چلنا ہوتا ہے، کل ضلع کی گشت کا ارادہ ہوتا ہے، جس کے اندر دس گیارہ قصبے شامل ہیں اور کل مسافت طولاً چالیس میل ضرور ہوگی اور محیط کو اگر لیا جاوے تو یقین ہے کہ ستر (۷۰) اسی (۸۰) میل سے زائد ہی مسافت ہوگی، پس ان صورتوں میں میرے واسطے قصر نماز درست ہوگی، یا نہیں؟ جب کہ منجملہ گیارہ قصبوں کے ایک قصبہ مستقر ہے اور دس قصبوں اور اس کے مفصلاتی چوکیوں پر مجھ کو گشت کے لیے بصورت معروضہ صدر گرد آوری وگشت کے واسطے سفر کرنا ضروری ہے؟

الجواب

قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس دورہ میں جو مقام ایسا ہو کہ وہاں پہونچ کر آگے بڑھنے کو واپسی مستقر کی سمجھا جاتا ہو؛ یعنی وہ مقام کہ وہاں تک جانے سے تو مستقر سے وقتاً فوقتاً بعد بڑھتا ہے اور وہاں سے جب سفر کیا جاوے تو مستقر سے قریب ہوتا جاتا ہے، اس مقام کو منتہائے سفر کہا جاوے گا اور مستقر سے اس مقام تک کی مسافت دیکھی جاوے گی، اگر وہ مسافت قصر پر ہوگا تو قصر کیا جاوے گا، جب کہ دوسری شرائط قصر بھی پائے جاویں اور اگر وہ مسافت

☆ سوال: سرکاری ملازم جو دورہ کرتے ہیں ان کو نماز قصر جائز ہے یا نہیں طریق غیر معروف سے اپنی آسائش کے موافق دیہات کا دورہ وطن سے وطن تک چھتیس کوس یا تین یوم کی پوری مسافت ہو جاتی ہے اور یہی ان کے سفر کی غایت ہے یعنی بصورت دائرہ جس میں وطن کے علاوہ کسی شہر کو غایت سفر نہیں کہہ سکتے؟

الجواب

صورت (طبع اول میں اس جگہ قصر درست ہونے کا حکم مذکور تھا۔ تصحیح الاغلاط ص: ۱۶ میں اس سے رجوع فرمایا، اس کے موافق یہاں نقل کیا گیا اور مزید توضیح اس کی تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ، ص: ۱۳۰ میں مذکور تھی، جس کو اس کے نیچے سوال: ۵۲۳ میں نقل کر دیا گیا ہے۔ محمد شفیع) مسئولہ میں قصر درست نہیں۔

۱۵/ صفر ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۸۵) (امداد الفتاویٰ: ۱/۵۹۴)

قصر پر نہ ہوگا تو قصر نہ ہوگا، جب کہ دوسری شرائط اتمام کی بھی پائی جاویں، مثلاً دائرہ ذیل میں (ب ا) نقطہ (ا) مستقر ہے اور (ب) تک پہنچ کر پھر (ا) سے قرب شروع ہوا تو (ب) کو منتہا سمجھا جاوے گا اور اس میں وہی تفصیل بالا جاری ہوگی، اگر (ب) مسافت قصر پر ہے تو ہر حال میں قصر ہوگا اور اگر (ب) مسافت قصر پر نہیں ہے تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر مستقر پر بحکم شرعی یہ اتمام کرتا ہے تو پھر اس محیط کے سفر میں قصر نہ کیا جاوے گا اور اگر مستقر پر اتمام نہیں کیا جاتا تو پھر تمام سفر میں قصر ہوگا، نہ اس وجہ سے کہ یہ مسافت قصر پر ہے؛ بلکہ اس وجہ سے کہ ہنوز یہ شخص مقیم نہیں ہوا، مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس کے قبل اور طرح سے فتویٰ (۱) میں دیا ہے یعنی مستقر سے قبل کے ایک مقام کی مسافت کا اعتبار کیا ہے اور اس کو منتہا سفر کا قرار دیا ہے؛ کیوں کہ اس کے بعد تو مستقر ہی کا قصد ہے؛ مگر اس وقت قواعد سے یہ حکم مذکور اقرب معلوم ہوتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ اس کو دوسرے علماء سے بھی، یا مدرسہ دیوبند (۲) وسہارنپور سے تحقیق فرمالیا جائے اور میری یہ تحریر بھی پیش کردی جاوے۔

۷رصفر ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ:۱۳۰) (امداد الفتاویٰ:۱/۵۹۳-۵۹۶)

جو برابر سفر میں رہے، قصر کرے:

سوال: ایک شخص سہارنپور کے ریلوے دفتر میں ملازم ہیں اور ان کا مکان سہارنپور سے ۲۷ میل کے فاصلہ پر ہے، ان کو چوبیس گھنٹہ ریل گاڑی ہی میں رہنا پڑتا ہے اور انبالہ تک اور ادھر غازی آباد تک جانا ہوتا ہے، ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا پوری؟

الجواب

ایسی حالت میں جب تک اپنے وطن اصلی جانا نہ ہو قصر ہی پڑھتے رہیں۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۷۵)

سیاح کے لیے قصر نماز کی تحقیق:

سوال: کوئی شخص برابر بارہ سال سے سیاحی کرتا ہے، آج اس گاؤں میں کل اس گاؤں میں رہتا ہے تو ہمیشہ قصر پڑھے، یا نہیں؟

(۱) یہ جواب امداد الفتاویٰ مجتبائی جلد اول: ۸۵ میں چھپا ہے (اور یہاں سوال:۵۲۲ پر نقل ہوا ہے) اب اس جواب پر وثوق نہ کریں۔ منہ (لیکن مرتب نے اس کی تصحیح کردی ہے۔)

(۲) دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے باقاعدہ صدر مفتی حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ حضرت مجیب قدس اللہ سرہ العزیز کے فتوے کے خلاف ہے ملاحظہ فرماویں فتاویٰ دارالعلوم (جدید) :۴/۴۸۸) حضرات علماء دونوں پر غور فرمالیں اور عمل کرنے والے اپنے موقع اطمینان سے اطمینان کرلیں۔ سعید احمد پالنپوری

(۳) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلا ثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين وجوباً) ...(حتّٰى يدخل موضع مقامه) ... (أوينوى) ... (إقامة نصف شهر). (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر:۲/۱۲۱-۱۲۵، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں تین صورتیں ہیں۔

(۱) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل، یازائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز، یازائد قیام کا قصد نہیں، اس صورت میں قصر پڑھے۔

(۲) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل، یازائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز، یازائد قیام کا قصد ہے، اس صورت میں راہ میں قصر پڑھے اور اس جگہ ٹھہرنے میں پوری پڑھے۔

(۳) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل، یازائد کے سفر کا قصد نہیں؛ یعنی جس جگہ سے اب چلا ہے، نہ یہاں سے چلنے کے وقت اور نہ اس کے قبل جس جگہ سے چلا تھا، اس کے چلنے کے وقت بھی تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو پوری نماز پڑھے۔

فی الدرالمختار: (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصداً) ... ولو کافراً ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر (مسیرة ثلاثة أیام ولیالها) ... (صلی الفرض الرباعی رکعتین) ... (حتیٰ یدخل موضع مقامه) ... (أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) آه. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۶۳) (امداد الفتاویٰ: ۱/۵۷۲-۵۷۳)

جو شخص برابر دورہ میں ہو وہ کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: ایک شخص بوجہ ملازمت کسی ایسی جگہ تعینات ہے، جہاں ہمیشہ دورہ کرتا ہے اور وہ پندرہ دن کہیں قیام نہیں کر سکتا، اس صورت میں جب کہ وہ تین منزل کا سفر کر کے اپنے حلقہ میں پہنچ جاوے تو پھر وہ نماز قصر پڑھے گا، یا پوری پڑھے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مسئلہ یہ ہے کہ وطن اقامت؛ یعنی جس جگہ وہ بوجہ ملازمت وغیرہ کے مقیم ہے، جس وقت وہاں سے سفر تین منزل کا کیا جاوے تو وہ وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ پس اگر دورہ تین منزل کا، یا زیادہ کا کر کے وہاں؛ یعنی جائے اقامت میں واپس آئے تو اگر پندرہ دن کے قیام کی نیت ہوگی تو نماز پوری پڑھنی ہوگی اور اگر پندرہ دن کے قیام کی نیت نہ ہو تو قصر کرنا ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۵۳-۴۵۴)

---

(۱) الدرالمختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۵، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) (و) یبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن (الأصلی و) بإنشاء (السفر). (الدرالمختار)

وفی الرد تحت (قوله: بانشاء السفر) ... قال فی البدائع: لوأقام خراسانی بالکوفة نصف شهر ثم خرج منها إلیٰ مکة فقبل أن یسیر ثلاثة أیام عاد إلی الکوفة لحاجة فإنه یقصر؛ لأن وطنه قد بطل بالسفر (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، دارالفکر بیروت، ظفیر)

بطور دورہ سفر کرنے والے پر قصر ہے، یا نہیں:

سوال: ملازمت کی حالت میں جو لوگ سفر بطور دورہ کرتے ہیں، ان پر قصر واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

تین منزل کا سفر ہو تو قصر لازم ہے؛ یعنی دورہ میں اخیر تک جہاں جانے کا ارادہ ہے، وہ اگر تین منزل دور ہے تو قصر کرنا چاہیے۔ (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۸۱)

جو چل پھر کر تجارت کرتا ہے اور کہیں ایک رات سے زیادہ قیام نہیں کرتا، وہ کس طرح نماز پڑھے:

سوال: ایک شخص گھر سے باہر تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر چالیس، یا پچاس، یا زیادہ مسافت کے درمیان پھر کر سوداگری کرتا ہے اور کسی شہر میں ایک رات سے زیادہ نہیں رہتا، ایسا شخص صوم وصلوٰۃ میں مسافر کا حکم رکھتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص مسافر ہے، احکام سفر اس پر جاری ہوں گے اور نماز کو قصر کرے گا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۵۴-۴۵۵)

دورہ کی صورت میں نماز مسافر کا حکم:

سوال: میرا وطن اصلی الہ آباد ہے، بسلسلہ ملازمت جونپور میں مقیم ہوں، مجھے بسلسلہ ملازمت یہاں سے دورہ بھی کرنا پڑتا ہے، مختلف مقامات پر دو دو چار روز قیام کرنا پڑتا ہے، مسافت زیادہ سے زیادہ دس بارہ میل ہوتی ہے، عرض ۴۸ میل سے کم ہی رہتی ہے؛ اس لیے دریافت طلب امور ذیل ہیں؟

(۱) اگر میں دو چار روز کے لیے جونپور سے ۴۸ میل کے اندر اندر کہیں جاؤں تو نماز قصر پڑھنا ہوگی، یا پوری؟

(۲) وہاں سے واپسی پر جونپور میں پندرہ دن سے قیام کم کا ارادہ ہو تو جونپور میں نماز قصر پڑھی جائے گی، یا تام؟

(۳) اگر جونپور سے اڑتالیس میل، یا اس سے زیادہ کا سفر ہو، پھر جونپور واپس آؤں تو اب جونپور میں اگر پندرہ دن سے کم قیام کا قصد ہو تو نماز پوری پڑھی جائے، یا قصر؟

---

(۱) أقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام ... والأحكام التي تتغير بالسفر في قصر الصلاة وإباحة الفطر ... والقصر واجب. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸-۱۳۹، انیس)

(۲) ولايزال علیٰ حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر وإن نوىٰ أقل من ذلك قصر ... ولو دخل مصرًا علیٰ عزم أن يخرج غدًا أو بعد غد ولم ينو مدة الإقامة حتىٰ بقي علیٰ ذالک سنين قصر. (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/۱٤۹، ظفير)

الجواب

قال فی ردالمحتار: إن إنشاء السفرمن وطن الإقامة مبطل له وإن عاد إليه ولذا قال فی البدائع: لوأقام خراسانی بالكوفة نصف شهرثم خرج منها إلی مكة فقبل أن يسيرثلاثة أيام عاد إلی الكوفة لحاجة فإنه يقصر لأن وطنه قد بطل بالسفر،آه.(۱)

وفيه قبل (هٰذه العبارة) قال فی الفتح:إن السفرالناقص لوطن الإقامة ما ليس فيه مرورعلٰی وطن الإقامة أوما يكون المرورفيه به بعد سيرمدة السفرآه.(۲)

عبارات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ وطن اقامت سفر سے اس وقت باطل ہوتا ہے، جب کہ سفر شرعی ؛یعنی ۴۸رمیل کی نیت پر وہاں سے نکلے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب اڑتالیس میل کی نیت پر وطن اقامت سے نکل گیا تو اس کا وطن اقامت ہونا باطل ہوگیا، اگر چہ پھر وہاں لوٹ آئے ،ایسی صورت میں وہاں از سرنو پندرہ دن کے قیام کی نیت ہوگی تو پھر وہ وطن اقامت بنے گا اور وہاں نماز پوری پڑھی جائے گی ،ورنہ قصر کیا جائے گا۔

اس ضابطہ محررہ سے آپ کا یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا ہے کہ جب جونپور سے نکلتے ہیں،۴۸رمیل کا قصد نہ ہوتو سفر میں اور ۴۸رمیل کے اندر اندر جس جگہ پہنچیں،سب جگہ نماز پوری پڑھیں اور دورہ سے لوٹنے کے بعد بھی جونپور میں حسب سابق نماز پوری پڑھیں۔

البتہ اگر ۴۸رمیل کی نیت سے نکلیں تو راستہ میں بھی قصر کریں اور جس جگہ پہنچیں وہاں بھی اگر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہوتو قصر کریں اور پھر جونپور واپس آئیں تو وہاں بھی اگر پندرہ روز قیام کی از سرنو نیت نہ ہو وہاں بھی قصر کرتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اضافہ)

۹رصفر ۱۳۶۴ھ بمقام دیوبند۔ (امداد المفتین:۲/۳۲۱-۳۲۲)

ایک دائرہ میں برابر گردش کرتا ہو،مگر وہ مقامات تین دن کی مسافت پر نہ ہوں تو کیا کرے:

سوال: دورہ میں مجھ کو اطراف دیہات میں پھرنا پڑتا ہے اور مسلسل بیس روز پچیس روز، یا دس روز جیسی صورت ہو، میں اپنے مستقر سے باہر رہتا ہوں؛مگر کسی ایک مقام پر ایک ہفتہ سے زائد قیام کی اجازت نہیں ہے؛لیکن یہ مقامات مستقر سے تین دن اور تین رات کی مسافت پر نہیں ہوتے ؛ بلکہ مستقر کے اطراف ایک دائرہ میں گردش رہتی ہے، مسلسل مسافت کا لحاظ کیا جائے تو سفر مدت مقررہ سے بڑھ جاتا ہے اور تمام سفر کا لحاظ کیا جائے تو بہت زیادہ مسافت ہوجاتی ہے۔اندریں صورت میں نماز میں قصر واجب ہے، یا نہیں؟

(۱) رد المحتار،باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطن الأصلی ووطن الاقامة:۲/۱۲۳،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر:۲/۶۱۵،انيس

الجواب ــــــــــــــــــ

چوں کہ مجموعۂ مسافت مدت سفر شرعی سے زیادہ ہے؛ اس لیے مستقر تک لوٹنے تک اس صورت میں نماز کو قصر کرنا چاہیے۔ قال في الدر المختار: (حتیٰ یدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر، إلخ.

وفي الرد تحت (قوله: إن سار مدة السفر): قید لقوله حتیٰ یدخل أي إنما یدوم علی القصر إلی الدخول إن سار ثلاثة، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/ ۴۸۷-۴۸۸)

ارادۂ سفر سے اتنا چکر لگائے کہ اس کی مجموعی مسافت مسافتِ شرعی کو پہنچ جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: شخصے بارادۂ سفر میرود و سفرش در دیہات ومواضع است ویک موضع از موضع آخر چنداں نیست کہ حکم قصر صلاۃ بروعائد شود مثلاً، بعض موضع از یک موضع بر مسافتِ نُہ میل است وبعض از بعض یازدہ میل وبعض ہشت میل وبعض شانزدہ میل۔ مثلاً، لیکن دورۂ او دریں دیہات زائد از مسیرۃ سہ ایام میشود دریں صورت بر وقصر واجب است، یانہ؟ (۲)

الجواب ــــــــــــــــــ

ہر گاہ قصد شخص مذکور بوقت خروج برائے سفر دورۂ جمیع دیہات مذکور است کہ مسافتش سہ یوم یازیادہ از مسیرۃ سہ یوم یعنی سہ منزل است قصر بروواجب است۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴/ ۴۷۳-۴۷۴)

ایک منزل کے تین چکر لگانے سے مسافر ہوگا، یا نہیں:

سوال: جو ایک منزل قیام گاہ کے گرد پھرتا رہے، جس کا مجموعہ تین منزل سے زیادہ ہو تو یہ سفری نماز پڑھے، یا قیام کی؟

الجواب ــــــــــــــــــ

جو منزل کے گرداگرد، ایک روز کی مسافت سے پھرتا ہے، وہ مسافر نہیں ہوتا۔ فقط

(مجموعہ کلاں، ص: ۱۴۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۸-۱۸۹)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۲٤، دار الفکر بیروت، ظفیر

(۲) خلاصۂ سوال: ایک شخص سفر کے ارادے سے نکلتا ہے، اور اس کا سفر دیہات کے مختلف مقامات میں ہے اور ایک مقام دوسرے مقام سے اتنا دور نہیں ہے کہ اس پر قصر نماز کا حکم عائد ہو۔ مثلاً ایک مقام دوسرے مقام سے نو میل کی مسافت پر ہے اور بعض گیارہ میل پر اور بعض آٹھ میل اور بعض سولہ میل کی مسافت پر ہے؛ لیکن ان دیہاتوں میں اس کا کل دورہ تین دن کی مسافت سے زیادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں اس پر قصر واجب ہے، یا نہیں؟ (انیس)

(۳) خلاصۂ جواب: چوں کہ شخص مذکور کا ارادہ سفر کے لیے نکلتے وقت مذکورہ دیہاتوں کا دورہ ہے، جن کی مسافت تین دن، یا اس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت میں اس پر قصر واجب ہے۔ (انیس)

(من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها) ... (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱-۱۲۲، دار الفکر بیروت، ظفیر)

علاقوں اور کچھ دن سات میل دور دیہات میں گزارنے والی تبلیغی جماعت پوری نماز پڑھے گی:

سوال: جیسا کہ ۸؍ذوالحجہ سے ۱۵؍یوم پہلے پہنچنے والوں پر مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں مقیم ہونے کی وجہ سے پوری نماز ہے، تابع ہونے کی وجہ سے، جب کہ عرفات مکہ سے تقریباً ۹؍میل دور ہے تو اسی طرح اگر تبلیغی جماعت کے احباب کراچی شہر میں پندرہ یوم سے زیادہ مختلف علاقوں اور پھر ایک ہفتہ اسی اثنا میں ۷؍میل دور ایک دیہات میں گزاریں، یا شہر سے دو میل دور کسی دیہات میں گزاریں اور مقامی نماز کسی مسجد میں کسی وجہ سے اگر نہ مل سکے تو یہ حضرات اس دوران پندرہ یوم سے زیادہ مختلف جگہوں میں شہر اور دیہات کے علاقوں میں نماز پوری پڑھیں، یا قصر کریں؟

الجواب

منی، عرفات، مزدلفہ اور مکہ چاروں الگ الگ جگہیں ہیں، حاجیوں کو ان چار جگہوں میں گھومنا ہوتا ہے، اگر مجموعی طور پر ان کی اقامت کی مدت پندرہ دن ہوتی ہے تو مسافر ہوں گے۔ ہاں منی جانے سے پہلے، یا منی سے واپس آنے کے بعد اگر ان کی مکہ مکرمہ میں رہائش کی مدت پندرہ دن ہو تو وہ مقیم ہوں گے۔

جو لوگ کراچی کی جماعت کے لیے آتے ہیں، اگر ان کی تشکیل کراچی کی حدود میں ہو اور پندرہ دن کے لیے ان کو کراچی کی حدود میں رہنا ہو تو وہ یہاں مقیم ہوں گے اور اس کے بعد اگر انہیں کراچی سے باہر جانا ہے تو اس صورت میں مسافر ہوں گے، جب کہ ۴۸؍میل سے زیادہ مسافت پر جائیں اور اگر کراچی سے باہر دو چار میل کے لیے جاتے ہیں اور ان کو پھر کراچی میں واپس آجانا ہے تو وہ مقیم ہی ہوں گے۔ ہاں! اگر وہ کراچی سے باہر جاتے ہیں اور ان کی سفر کی مسافت ۴۸؍میل سے زیادہ ہے تو وہ کراچی سے نکلنے کے بعد مسافر ہو جائیں گے، خواہ دو چار میل کی قریبی بستی میں جا کر رات گزریں۔ (۱) واللہ اعلم (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۱/۴)

تبلیغی جماعت شہر کے اطراف چالیس دن رہے تو قصر، یا اتمام:

سوال: ہماری پیدل جماعت شہر کے تیس کلومیٹر پر کام کر رہی ہے، کچھ اس طرح کا رخ بنا ہے کہ چالیس روز تک جماعت مختلف قریوں میں کام کرتے رہے گی، کل سفر چالیس دن میں ۲۲۰؍کلومیٹر کا ہوگا؛ لیکن کبھی بھی جماعت شہر سے ۳۰؍کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہوگی تو کیا اس صورت میں قصر کریں، یا نہ کریں؟

(مستفتی: محمد راشد بنگلور کرناٹک، ۱۹؍رمضان ۱۴۲۵ھ)

---

(۱) فإذا قصد بلدة والٰی مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها والآخر دونها فسلک الطريق الأبعد كان مسافرًا عندنا ...ولو نوىٰ الإقامة خمسة عشر يومًا في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنى ...لايصير مقيمًا...ذكر في كتاب المناسک أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لاتصح؛لأنه لابد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط. (الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸-۱۴۰)

الجواب ــــــــــــــــــــــ

ابتداء سفر ہی میں اگر نیت تھی کہ فلاں مقام تک سفر کرنا ہے اور وہ ساڑھے ستہتر کلومیٹر، یا اس سے زیادہ کی مسافت بنتی ہے تو وہ قصر کرے گا، چاہے اصل وطن یا مرکزی مقام کے ارد گرد ہی گھوم رہا ہو۔ مذکورہ بالا صورت میں آپ قصر کریں۔

"السفر الذی یتغیر به الأحكام أن یقصد مسیرة ثلثة أیام و لیالیها". (۱) واللہ اعلم وعلمہ اتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱/۱۵۷)

تبلیغی جماعت میں قصر کی ایک صورت:

سوال: ہم جماعت میں چلہ کے لیے ایسی جگہ بھیجے گئے، جہاں دس بارہ دن تک مسافت نہیں ہوتی، بعد میں دور بھیجے گئے جہاں مسافت ہوگئی؛ یعنی قصر واجب ہے تو شروع چلہ سے مسافر ہوئے، یا جب ۴۸ر میل ہوگا، تب مسافر ہوں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

شہر سے جب آپ چلے تو اگر ارادہ ۴۸ر میل کا ہے تو آپ وہیں سے مسافر ہوئے اور اگر ارادہ ۴۸ر میل سے کم کا ہے تو مسافر نہیں ہوئے اور اگر اس سے آگے جانا ہے، تب جہاں تک جانا ہے، سب کو ملا کر جوڑ لیں، البتہ اس کا خیال رہے کہ جہاں تک جانا ہے، وہاں تک جوڑتے وقت ہر ایک اپنے گھر سے جوڑے شہر سے نہیں، لہٰذا گھر سے لے کر جہاں تک جانا ہے، اگر ۴۸ر میل ہو جائے تو آپ مسافر ہوں گے، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/۱۱۶)

اس سفر کا حکم جس کے درمیان میں وطن اقامت واقع ہو:

سوال: ایک شخص تھانہ بھون میں مقیم ہے اور سہارن پور کسی غرض سے آیا، اور سہارن پور سے دہلی جانے کا قصد کر کے تھانہ بھون سے گذرا اور اسباب وغیرہ اس کا تھانہ بھون ہی میں موجود ہے، پس ایسی حالت میں وہ تھانہ بھون میں قصر کرے گا، یا اتمام اور اسباب عام ہے، یا ضروریہ کی تخصیص ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مذکور میں یہ شخص جب سہارن پور سے بہ نیت سفر دہلی چل کر تھانہ بھون میں داخل ہوگا تو تھانہ بھون میں اتمام کرے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں "انشاء سفر من وطن الاقامة" نہیں ہوا؛ بلکہ "انشاء سفر من موضع غیرہ" ہوا ہے اور جب انشاء سفر موضع اقامت سے نہ ہو؛ بلکہ دوسرے موضع سے ہو تو وطن اقامت کے باطل ہونے کی

(۱) الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/۱۵۵، ثاقب بکڈپو، دیوبند، انیس / دار العلوم دیوبند: ۴/۴۸۴

شرط یہ ہے کہ اثناء سفر میں اس پر مرور نہ ہو، اگر مرور ہوتو تو بعد مسافت ثلاثہ ایام قطع کر چکنے کے بعد مرور ہو، اگر مسافت ثلاثہ ایام قطع کرنے سے پہلے وطن اقامۃ پر پر گذر رہوا (یعنی اس میں داخل ہوا،) تو اتمام کرے گا؛ بلکہ اس صورت میں وہ سہارن پور سے چل کر مسافر ہی نہیں ہوا (جب کہ اس کا ارادہ درمیان میں وطن اقامۃ میں داخل ہونے کا ہے۔)

قال العلامة الشامي: والحاصل أن إنشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه أما لو أنشأه من غير فان لم يكن فيه مرور علىٰ وطن الاقامة أو كان ولكن بعد سير ثلثة أيام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر؛ لأن قيام الوطن مانع من صحته والله أعلم، آه.

(وفيه أيضًا قبله): قال في الفتح: إن السفر الناقض لوطن الإقامة ما ليس فيه مرور علىٰ وطن الإقامة أو ما يكون المرور فيه به بعد سير مدة السفر، آه. (۱)

اب یہ صورت باقی رہی کہ اگر کوئی شخص مسافۃ ثلثہ ایام قطع کرنے کے بعد وطن اقامۃ پر گذرا؛ مگر وہاں قیام کا ارادہ نہیں؛ بلکہ آگے جانے کا ارادہ ہے اور وطن اقامۃ میں اس کا اسباب وغیرہ موجود ہے، اس صورت میں یہ شخص وطن اقامۃ میں قصر کرے، یا اتمام؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسافت سفر قطع کرنے کے بعد وطن اقامت میں داخل ہوا اور اس کے بعد بھی مسافت سفر کا ارادہ ہے تو اب یہ اس کا وطن اقامت باقی نہیں رہا، سفر سے اس کی وطنیت باطل ہوگئی اور اسباب کا باقی رہنا بطلان وطنیت بالسفر کو مانع نہیں۔ ہاں! اگر وطن اقامۃ سے منتقل ہوکر دوسری جگہ وطن اقامۃ بنانا چاہے اور ان دونوں کے درمیان مدت سفر نہ ہوتو پہلا وطن محض انتقال سے باطل نہ ہوگا؛ بلکہ انتقال بنفسہ وانتقال بالمتاع کے مجموعہ سے باطل ہوگا، حتی کہ اگر دوسرے موضع میں نیت اقامۃ کرے اور موضع اول میں اس کا اسباب باقی ہے اور متاع سے مراد متاع ضروری ہے، **الذي يعد الرجل ببقائه مقيمًا عرفًا كأثاث البيت الذي لابد منه والدار والعقار،** پس بقاء متاع بطلان وطنیت موضع اول کے لیے مانع ہے۔

قال في البحر: كوطن الإقامة يبقى ببقاء الثقل وإن أقام بموضع آخر، آه. (۱۳۶/۲)

وفي الهندية: ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبإنشاء السفر وبالوطن الأصلي؛ (لأنه ضده)، آه. (۱۷/۲)(۲)

البتہ اگر وطن اقامۃ میں اس شخص کے اہل وعیال کا مستقل قیام ہوتو وہاں جا کر یہ شخص معا مقیم ہو جاوے گا، گو نیت اقامت نہ ہو، **كما قدمنا في السوال السابق عن السراجية مسافر دخل بلدة فيها أهله يصير مقيمًا وإن لم ينو الإقامة، آه.**

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۱۳۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱٤۲/۱، انيس

ایک صورت اور باقی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے وطن اقامہ سے سفر کا قصد نہیں کیا؛ بلکہ وہاں سے کسی دوسری جگہ گیا اور وہاں سے سفر کا قصد کیا اور مسافت سفر قطع کر کے وطن اقامۃ میں داخل ہوا؛ مگر نیت قیام نہیں، آگے جانے کا ارادہ ہے؛ لیکن آگے جس جگہ جانے کا ارادہ ہے، وہ موضع وطن اقامت سے مدت سفر پر نہیں ہے، اس صورت میں وطن اقامت پر پہنچ کر اس شخص کو اتمام کرنا چاہیے۔

في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: وبقي ما إذا خرج منه علىٰ نية السفر الأولىٰ ثم جاوز بمدة سفر منه أو من الأصلي ولم يقم في غيره ثم مر به هل يتم وظاهر كلا مهم نعم؛ لأنه لم يدخل الأصلي ولم يقم في غيره ولم ينشئ سفرًا بعده وحرره، آه. (ص: ٢٤٩)(۱)

خلاصہ یہ ہوا کہ وطن اقامت سے اگر انشاء سفر کا قصد کیا جاوے، اس صورت میں تو خروج من العمران کے بعد ہی وطن اقامت باطل ہو جائے گا۔

قال الشامي: وأفاد قوله: وأما المكي، إلخ، أن إنشاء السفر من وطن الإقامة مبطل له وإن عاد إليه ولذا قال في البدائع: لو أقام خراساني بالكوفة نصف شهر ثم خرج منها إلىٰ مكة، فقبل أن يسير ثلاثة أيام عاد إلى الكوفة لحاجة فإنه يقصر؛ لأن وطنه قد بطل بالسفر، آه. (۸۳۰/۱)(۲)

اور اگر انشاء سفر وطن اقامت سے نہ ہو تو بطلان وطن اقامت کی شرط یہ ہے کہ اثناء سفر میں وطن اقامت میں دخول نہ ہو، یا اگر دخول ہو تو بعد قطع مسافت ثلاثہ ایام ہو اور آگے جس جگہ کا ارادہ ہے، وہ بھی وطن اقامت سے مسافت سفر پر ہو، اگر قطع مسافت سفر کے بعد وطن اقامت میں داخل ہوا اور آگے جہاں جانے کا قصد ہے، وہ وطن اقامت سے مسافت قصر پر نہیں تو وطن اقامت باطل نہ ہوگا اور اس شخص کو اتمام کرنا لازم ہوگا۔ واللہ اعلم

۲ر شعبان ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲/۳۱۳-۳۱۵)

دورانِ سفر وطن سے گزرنے والے مسافر کے لیے حکم:

مسئلہ: اگر متبع کو تحقیق [سے] معلوم ہے کہ عبور میرے وطن پر کو ہووے گا اور وہ [اس] قدر سفر نہیں تو قبل رسیدن وطن تبع، متبع مسافر نہیں اور بعد خروج از وطن اگر منتہٰی بھی قدر سفر نہیں تو جب بھی مسافر نہیں؛ کیوں کہ از مبدا تا منتہٰی ثلث منازل ہونا سفر کے لیے ضروری ہے۔

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد قلمی، مکتوب نمبر: ۲۷) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۰)

---

(۱) حاشية الطحطاوي تحت المراقي، باب صلاة المسافر، ص: ٤٢٩، دار الكتب العلمية، انيس

(۲) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ١٣٢/٢، دار الفكر بيروت، انيس

دورانِ سفر اگر اپنے ہی گاؤں آ پہنچے تو نماز پوری پڑھے:

سوال: ایک شخص تبلیغی جماعت میں نکلا ہوا ہے اور مسافتِ شرعیہ ہونے کی وجہ سے قصر کر رہا تھا، اسی دوران وہ اپنے ہی گاؤں میں تبلیغ کے لیے آیا تو قصر پڑھے، یا اتمام؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

جہاں سے تبلیغی جماعت میں نکلا ہے، وہاں سے اس کا گاؤں اڑتالیس میل، یا اس سے زیادہ دوری پر ہے تو دورانِ سفر تو قصر پڑھے اور گاؤں میں جب پہنچے پوری پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۹۶-۴۹۷)

اجیر اگر اپنے وطن میں پہنچے تو وہ مقیم کے حکم میں ہوگا، خواہ اس کا مالک ساتھ ہی کیوں نہ ہو:

اجیر مشاہرۃً؛ یعنی ملازم اگر سفر کرتا ہوا مع اپنے آقا کے اپنے موضع میں پہونچے تو قصر کرے گا، یا پوری نماز پڑھے گا؟ فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

”عبد سافر مع مولٰی فد خلا فی وطن العبد لایصیران مقیمین،وأما العبد فلأنه تابع وأما المولٰی لم توجد نية الإقامة ولا دخول الوطن الأصلی“.

یہ مسئلہ عبد ہی کے ساتھ مخصوص ہوگا، یا اجیر کا بھی یہی حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــ

اجیر مشاہرۃً اگرچہ بلحاظ تبعیت عبد کے حکم میں ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ وطن اقامت میں اگر یہ صورت پیش آئے تو عبد کی طرح اس کی نیت کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اس کی اقامت وسفر کا مدار مستاجر کی نیت پر ہے؛ لیکن وطن اصلی میں یہ صورت نہیں؛ کیوں کہ وہاں تو پہنچتے ہی سفر باطل ہو جاتا ہے، نیت وعدم نیت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا، لہٰذا اگر اجیر مستاجر کے ساتھ اپنے وطن اصلی میں پہنچے تو سفر فوراً باطل ہو جائے گا اور اس کے علاوہ اور جگہ متبوع کی نیت کے تابع رہے گا۔ درمختار میں ہے:

(والمعتبر نية المتبوع)؛لأنه الأصل (لا التابع كامرأة) وفاها مهرها المعجل (وعبد) ... (وأجير) ... (مع زوج ومولٰى وأمير ومستأجر)،إلخ.(۱)

شامی میں ہے:(قوله:وأجير)أی مشاهرة أو مسانهة.(رد المحتار)(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۷۸-۴۷۹)

---

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۳-۱۳۴،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱/۷۴۵، ظفير

ملازم اپنے آقا کے تحت ہے، وہ قصر کرے تو یہ بھی کرے:

سوال: ایک شرعی مسافر کسی موضع میں پہنچا اور وہاں کے ایک باشندہ کو بایں شرط ملازم رکھا کہ جب تک میں سفر میں رہوں تم میرے ساتھ رہنا، انتہائی مسافت کچھ بیان نہیں کی۔ اس موضع سے نکل کر پانچ چھ میل کے فاصلہ پر کسی گاؤں میں پہنچا، بغیر نیت اقامت چار ہفتہ وہاں رہا اور برابر نماز قصر پڑھتا رہا۔ اب ملازم کے لیے کیا حکم ہے؟ بہ تبعیت آقا خود بھی قصر کرے گا، یا اتمام؟

الجواب

ملازم مذکور اس صورت میں تابع اپنے آقا کے ہے جو نیت آقا کی ہوگی، اسی کی متابعت ملازم پر ہوگی؛ لیکن نیت متبوع کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:

(والمعتبر نية المتبوع) ... (ولابد من علم التابع بنية المتبوع)، إلخ. (۱)

وفي رد المحتار: (قوله وأجير) أي مشاهرة أو مسانهة، إلخ. (۲)

پس جب کہ اجیر تابع مستاجر کے ہوتا ہے، اسی طرح ملازم مذکور بھی تابع ہوگا؛ کیوں کہ وہ بھی اجیر مشاہرۃً ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷۶-۴۷۷)

قصر واتمام میں نوکر کی تبعیت کا حکم:

سوال: زید جس ملک میں وعظ کرتا ہے، وہاں کے قریب کے مثلا دس بارہ کوس کے دور کے لوگ ملاحوں میں نوکر رکھتا ہے اور ان کے علاقہ کے قریب پندرہ بیس کوس میں برس روز تک سیاحی کرتا ہے بصورت مذکورۂ بالا ان کی نماز کا حکم تابع صاحب السفینہ کے ہوگا، یا وہ ہمیشہ کامل پڑھا کریں گے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس وقت وہ لوگ نوکری چھوڑ کر مکان کو چلے جائیں تو ان کا مانع کوئی نہیں؟

الجواب

تبعیت اجیر کی مشروط دو شرط سے ہے، ایک یہ کہ اس کا خروج اپنے وطن سے مسافت قصر کی نیت سے ہو، دوسرے یہ کہ وہ ماہانہ، یا سالانہ تنخواہ پر نوکر ہو، صرح به في ردالمحتار عن التاتارخانية. پس ان ملاحوں کا حکم اسی قاعدہ سے نکال لیا جاوے، چوں کہ سوال میں دونوں امر مبہم ہیں، لہذا جواب مجمل ہو سکا۔

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۹۵) (امدادالفتاویٰ: ۱/۵۷۸)

(۱) الدرالمختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۳-۱۳۴، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۷۴۵، ظفیر

جائے ملازمت سے سفر شرعی کا حکم:

سوال: زید اپنے مکان سے بارہ میل کی دوری پر ڈیوٹی کرنے جاتا ہے؛ لیکن اس کے ہیڈ کوارٹر سے برابر باہر جانے کا حکم ہو جاتا ہے، جو اس کے ہیڈ کوارٹر سے سینکڑوں میل دور ہو جاتا ہے، کبھی ایک دن، کبھی ڈیڑھ دن اور کبھی اسی روز واپسی ہو جاتی ہے، ایسا شخص مسافر ہے کہ نہیں اور اسے نماز میں قصر کرنے کی اجازت ہوگی کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اپنے وطن اصلی میں وہ شخص جب بھی آوے گا، مسافر نہیں رہے گا اور نہ اس کے لیے قصر جائز ہوگا؛ لیکن جب تک وہ اڑتالیس میل، یا اس سے زیادہ کے سفر میں رہے گا، وہ مسافر رہے گا، وطن اصلی کے سوا وطن اقامت میں بھی شخص مذکور مسافر ہی رہے گا اور اس کے لیے قصر جائز ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد صدر عالم، ۷/۹/۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۵) ☆

(۱) من خرج من عمارة موضع إقامته)...(مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) ...(صلى الفرض الرباعي ركعتين)... (حتى يدخل موضع مقامه)...(أوينوى)...(إقامة نصف شهر).(الدر المحتار على هامش ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۵۹۹-۶۰۵)

☆ **قصر کا آغاز و اختتام کب، اور کہاں سے؟:**

قصر کی ابتداء جائے سکونت کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد ہے اور جائے سکونت کی آبادی میں داخل ہوتے ہی قصر ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھی، اس کے بعد مکہ مکرمہ کے ارادہ سے (مدینہ سے) باہر نکلے تو ذو الحلیفہ (جو مدینہ سے باہر واقع تھا، البتہ اب تقریباً متصل ہے اس) میں عصر دو رکعت ادا فرمائی''۔(عن أنس بن مالك قال: "صليت الظهر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة أربعاً و خرج يريد مكة فصلى بذى الحليفة العصر ركعتين". (أخرجه الجماعة، جامع الأصول: ۵/۶۹۷، صحيح البخارى، باب يقصر اذا خرج من موضعه/صحيح لمسلم، أبواب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافر وقصرها)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر کے ساتھ سفر کیا سب کے سب مدینہ سے نکلنے سے لے کر مدینہ واپسی تک راستے میں اور مکے میں دو دو رکعتیں پڑھتے تھے''۔(عن أبى هريرة قال: "سافرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع أبى بكر وعمر كلهم صلى من حين يخرج من المدينة الى أن يرجع اليها ركعتين فى المسير والمقام بمكة". (رواه أبو يعلى و الطبرانى، إعلاء السنن: ۷/۲۷۲، مجمع الزوائد، ۲/۱۵۹) باب صلاة السفر وقال الهيثمى: رجال أبى يعلى رجال الصحيح، وفى فتح البارى (۲/۵۷۱): إسناده جيد)

ابو الاسود دوئلی رحمہ اللہ کی روایت ہے: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے (یعنی قلب شہر سے اور آبادی کے حدود میں تھے) کہ ظہر پڑھی اور چار رکعت اور فرمایا: اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے بڑھ جاتے تو دو رکعت ادا کرتے''۔(عن أبى الأسود الديلى: " أن علياً خرج من البصرة فصلى الظهر أربعاً ثم قال: لو جاوزنا هذا الخص لصلينا ركعتين". (رواه ابن أبى شيبة، اعلاء السنن: ۷/۲۷۲، مصنف ابن أبى شيبة: ۵/۳۶۸-۳۶۹، وفى اعلاء السنن: ۷/۲۷۲، رواته ثقات، نقلاً عن آثار السنن: ۲/۶۴) ==

جائے ملازمت سے سفر شرعی میں قصر کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے وطن سے تقریباً ۲۰ر یا ۲۵ر میل دور ملازم ہے اور اسی جگہ سے ایک ہفتہ کے لیے سو میل دور کا سفر کرتا ہے، پھر ایک ہفتہ بعد واپس ہوا تو بھی ملازمت کی جگہ ٹھہر گیا اور چند یوم بعد ۱۵ر یوم سے قبل وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے، آیا اس وقفہ میں اس ملازمت گاہ پر مسافر ہوگا، یا مقیم؟ اور نماز قصر کرے، یا پوری نماز پڑھے؟ بینوا بالصواب توجروا بغیر حساب.

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

مسافر رہے گا، قصر کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۷۸/۱-۷۹)

سفر شرعی میں قصر کرے، خواہ تھوڑی تھوڑی دور پر قیام ہی کیوں نہ کرنا پڑے:

سوال: میں مسافر مارواڑ کا ہوں اور احمد آباد علاقہ میں چار پانچ ماہ کے ارادہ سے جاتا ہوں؛ مگر کسی کام کی وجہ سے ہر دن کوس دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالتا ہوں، مثلاً آج یہاں تو کل کسی دوسرے مقام میں دو تین میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ہوتا ہے تو اس صورت میں قصر کرنا چاہیے، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اس صورت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے۔(۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷۴/۴)

== أقول: راجعت التقريب فوجدت الرواة كذلک وفي ابن أبي شيبة: ٣٦١/٥-٣٦٢، عن ابن مسعود: لا يغرنكم سوادكم هٰذا من صلاتكم فانما هو من مصركم. وفي رواية: من كوفتكم. أقول: وسنده قوي)

علی بن ربیعہ اسدی کہتے ہیں: ''ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں نکلے اور (واپسی میں) ہم کوفہ کو دیکھ رہے تھے اس حال میں حضرت علی نے دو رکعت نماز ادا کی جب کہ وہ (کوفہ کی) آبادی کو دیکھ رہے تھے، ہم نے عرض کیا: آپ یہاں، چار رکعت کیوں نہیں ادا کرتے؟ تو فرمایا؟: جب تک ہم آبادی وشہری کے اندر داخل نہیں ہوں گے چار رکعت نہیں پڑھیں گے''۔(عن علی بن ربيعة الأسدي قال: ''خرجنا مع علي رضي اللّٰه عنه ونحن ننظر الى الكوفة فصلّٰى ركعتين وهو ينطر الى القرية فقلنا له: ألا يصلي أربعاً؟ قال: لا حتّٰى ندخلها''. (رواه عبد الرزاق، إعلاء السنن: ٢٧٢/٧، مصنف عبد الرزاق: ٥٣٠/٢، بعدة طرق، ورواه البيهقي (السنن الكبرىٰ، باب إتمام المغرب في السفر والحجر: ١٤٦/٣، وذكره الحافظ في فتح الباري: ٥٦٩/٢-٥٧٠، وفي إعلاء السنن: ٢٧٢/٧) بعد نقله من الفتح قال: فهو صحيح أوحسن علىٰ قاعدته، وروى البخاري نحوه عنه تعليقاً أبواب تقصير الصلاة، باب اذا خرج من موضعه) البتہ حاکم وبیہقی وغیرہ کے الفاظ منصف سے کچھ مختلف ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری: ۵۶۹/۲، ۵۷۰) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۱) (أوينوي) ... (إقامة نصف شهر) حقيقة أو حكماً ... (بموضع) واحد (صالح لها) من مصر أو قرية ==

دوران سفر ٹھہرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے ایک مقام کے سفر کا ارادہ کیا، جس کی مسافت ۶۰ ؍میل ہے، درمیان میں بیس میل تک جانے کے بعد وہ ایک مقام پر ایک، دو روز کے لیے ٹھہر گیا، پھر وہاں سے اصلی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا، منزل اولیٰ سے ثانیہ تک ایک ہی سفر قرار دیا جائے گا، یا دو سفر؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شخص مذکور نے جب ۶۰ ؍میل جانے کی نیت سے سفر کیا تو اپنے شہر اور بستی سے باہر نکلنے کے بعد ہی مسافر ہو گیا، درمیان میں وہ جہاں کہیں بھی پندرہ دن سے کم کی نیت سے ٹھہرے گا، اس پر قصر نماز فرض ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۹/۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۲۱/۲)

مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قصر کرے گا:

سوال: مسافر ایک ہزار میل کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور اسی روز واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو یہ قصر کرے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں پہنچے گا قصر کرے گا، اس روز کی جو جو نمازیں وطن سے باہر پڑھے، محض اس روز واپسی کے ارادہ کی وجہ سے پوری نہ پڑھے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۴/۷)

جائے ملازمت مقام قصر میں ہو تو وہاں قصر ہوگی:

سوال: فتوی کی رو سے بمبئی میں مجھ پر قصر لازم ہے، اب میں اپنے مکان سے صبح ہی سفر کی تیاری کر کے نکلوں اور پورا دن دفتر میں کام کروں اور شام کو وہاں سے وطن کے لیے روانہ ہوؤں تو ظہر اور عصر کی نماز قصر ہوگی، یا مکمل پڑھنی ہوگی؟

== ... (فيقصر إن نوٰى)الإقامة (فى أقل منه) أى من نصف شهر(أو)نوٰى (فيه لكن فى غير صالح) أو كنحو جزيرة أونوى فيه لكن(بموضعين مستقلين كمكة ومنٰى) ... (أودخل بلدة ولم ينوها) أى مدة الإقامة (بل ترقب السفر)غدًا أوبعده ولو بقى علٰى ذلك سنين.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲ـ۱۲۶، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۱ـ۲) (من خرج من عمارة موضع اقامته) ...(قاصدًا)...(مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ...(صلى الفرض الرباعة ركعتين)...(حتٰى يدخل موضع مقامه) ...(أوينوى)...(إقامة نصف شهر) ...(فيقصرإن نوٰى) الاقامة فى (أقل منه) أى من نصف شهر.(الدر المختار علٰى هامش ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۵۹۹/۲ـ۶۰۶، مكتبة زكريا ديوبند)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

بمبئی میں جب قصر ہے اور دفتر بھی بمبئی میں واقع ہے تو وہاں بھی قصر ہی کیجیے، اس صورت میں تو کوئی اشکال پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۴۹۶/۱)

حالت سفر میں حیض اور بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت:

سوال: بہشتی زیور کے مندرجہ ذیل مسائل میں شک ہو رہا ہے، اس کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟

مسئلہ: ''چار منزل کی نیت سے ایک عورت چلی؛ لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں، تب بھی مسافر نہیں ہے، اب نہا دھو کر پوری چار رکعت پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل پر، یا چلتے وقت پاک تھی، راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافر کی طرح پڑھے۔

''طهرت الحائض، بقى لمقصدها يوما ن تتم فى الصحيح''. (تاج بہشتی زیور مکمل و مدلل: ۴۲/۲)(۱)

بعض لوگ عبارت بالا سے درج ذیل تین صورتیں سمجھ رہے ہیں:

(۱) حیض کی حالت میں شرعی حد کی مسافرت میں نکلی، جہاں جا کر حیض منقطع ہو گیا، اگر وہاں ٹھہر جائے، یا اس سے آگے تین منزل سے کم اور جانا ہو تو دونوں صورت میں مسافر نہیں پوری نماز پڑھے، خواہ کلکتہ سے دہلی جا کر یہ بات ہو، یا بمبئی جا کر وغیرہ وغیرہ۔

(۲) مذکورہ عورت کو دم حیض منقطع ہونے کے بعد اگر آگے تین، یا اس سے زائد منزلیں جانا ہو تو وہ مسافر ہے، مسافروں کی سی نماز پڑھے۔(۲)

(۳) اگر گھر سے پاک نکلی تھی اور راستے میں حیض آ گیا تو بھی مسافر ہے اور مسافروں کی طرح نماز پڑھے دم منقطع ہونے کے بعد، کیا یہ صحیح ہے، اگر نہیں تو عبارت بالا کا صحیح مطلب کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جی ہاں! یہ تینوں صورتیں اس مسئلہ میں داخل ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۱/۷-۵۰۲)

---

(۱) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر [فروع]: ۱۳۵/۲، سعيد
بہشتی زیور، حصہ دوم، باب بست و یکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۸، دارالاشاعت کراچی

(۲) ''طهرت الحائض وبقى لمقصدها يومان، تتم فى الصحيح كصبى بلغ''. (الدر المختار)

وفى الرد: (قوله: تتم فى الصحيح) كذا فى الظهيرية، قال: وكأنه لسقوط الصلاة عنها فيما مضى، لم تعتبر حكم السفر فيه، فلما تأهلت لأداء اعتبر من وقته. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر [فروع]: ۱۳۵/۲، سعيد)

دس کوس چل کر نیت سفر فسخ کر دی تو کیا کرے:

سوال: زید سفر کو چلا دس کوس چل کر نیت سفر فسخ کر دی اور وطن واپس ہوا تو واپسی میں نماز قصر پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں پوری نماز پڑھے۔ عالمگیری میں ہے:

أما إذا لم يسر ثلاثة أيام فعزم على الرجوع أو نوى الإقامة يصير مقيماً وإن كان في المفازة. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۴/۴-۴۶۵)

دوران سفر، سفر کا ارادہ ختم کرنے کا حکم:

سوال: حضرت گھر سے چلتے وقت ارادہ دہرہ کا ہوا، جو کہ مسافت قصر ہے؛ لیکن بعد کاندھلہ آنے کے جو کہ مسافت قصر نہیں، ارادہ واپس گھر جانے کا ہو گیا، پھر تخمیناً بعد چھ گھنٹے کے ارادہ ہو گیا کہ دہرہ جاؤں گا، جو کہ کاندھلہ سے بھی مسافت قصر ہے، اس نے بعد ارادہ بدلنے کے عشا کی نماز پوری پڑھی اور اس وقت بوجہ عزم دہرہ ظہر کی قصر کی اب اس میں کیا حکم شرع شریف سے ہوتا ہے؟ (۲)

الجواب

في الدر المختار: (حتىٰ يدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر وإلا فيتم بمجرد نية العود لعدم استحكام السفر.

وفي رد المحتار: (قوله: إن سار) قيد لقوله حتىٰ يدخل أي إنما يدوم على القصر إلى الدخول إن سار ثلٰثة أيام. (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سائل نے جو کیا ٹھیک کیا۔

۱۲/ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ (تتمہ خامسہ: ۲۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۹۳/۱)

بلا قصد سفر:

سوال: اگر پیمائش کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرنا ہو اور جائے قیام سب جگہ تین منزل سے کم ہے

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ظفير

(۲) یہ استفتاء ریل میں بعد نماز ظہر کے دیا تھا۔ منہ

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلوٰة المسافر: ۱۲٤/۲، دار الفكر بيروت، انيس

اور پیمائش کرتے ہوئے اس گاؤں سے اس گاؤں میں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اس طرح فاصلہ بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا، یا کچھ نہ معلوم ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس طرح پیمائش میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے، یا معلوم نہیں ہے، اگرچہ پھرتے پھرتے زیادہ ہو جاوے، نماز کے قصر کا حکم نہیں ہے، نماز پوری پڑھنی چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۹۳-۴۹۴)

بلا نیت سفر سے قصر نہیں ہے:

سوال: ایک شخص نے سیر کی نیت کی؛ مگر کسی جگہ کی نیت نہیں کی، مہینوں اور برسوں سفر میں رہا، وہ قصر کرے یا، اتمام؟

الجواب

وہ شخص کہ جس نے ابتداءً، یا کسی موقع سے تین دن کے (مسافت) سفر کی نیت نہیں کی، نماز پوری پڑھے، قصر نہ کر لیں۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۵۴)

اگر گھر سے بلا نیت کے تین منزل کا سفر کیا، تو قصر کرے، یا نہ کرے:

سوال: اگر گھر سے بلا نیت تین منزل کا سفر چلا، تو وہ قصر نماز پڑھے، یا پوری؟

الجواب

بلا نیت سفر نہیں ہوتا، لہٰذا قصر نہ کرے؛ مگر جب واپس گھر کو آوے تین منزل سے تو جب قصر کرے کہ اب نیت سفر کی ہوگئی ہے۔

(بدست خاص، سوال: ۴۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۸)

کیا قصر کے لیے شہر سے نکلنا ضروری ہے:

سوال: اگر کسی بر وطن اقامت مقیم گردیدہ است، و ہر گاہ ارادۂ رفتن وطن اصلی کند قصر صلوٰۃ لازم آمد یا نہ؟ از بلد اقامت بیرون شدن شرط است؟

---

(۱) ومن طاف الدنیا بلاقصد لم یقصر. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلوٰة المسافر: ۱/۱۰۷، ظفیر)

(۲) و لایزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوما أو أکثر وإن نوی أقل ذلک قصر إلخ (الهدایة، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱۴۶، ثاقب بکڈپو، ظفیر). ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۲، دار الفکر بیروت، ظفیر غفر له اللّٰه ذنوبه)

الجواب

بیروں شدن از بلد اقامت بہ قصد سفر شرعی شرط قصر است، محض از ارادۂ رفتن قصر لازم نخواہد شد۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۹۴/۴)

محض نیت سے مسافر نہیں ہوتا:

سوال: اگر کوئی شخص کہیں پندرہ روز، یا اس سے زیادہ عرصہ سے مقیم رہ کر امامت کرتا ہے اور وہ پندرہ دن پہلے اپنے وطن جانے کی نیت کرتا ہے تو کیا وہ اپنی نماز میں قصر کرے گا، یا پوری پڑھے گا؟ (بلال احمد قاسمی، سمستی پور)

الجواب

مسافر کے لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرے،(۲) بشرطیکہ وہ جہاں جارہا ہو وہ اس کے وطن سے ۴۸/میل (۷۷/کیلومیٹر) کے فاصلہ پر ہو اور مسافر شہر کی حدود سے باہر نکل جائے، محض سفر کی نیت کر لینے سے کوئی شخص نہ مسافر ہوتا ہے اور نہ اس کے لیے قصر جائز ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ آپ جب مسافت شرعی کے لحاظ سے سفر کے لیے چل پڑے تو نمازوں میں قصر فرماتے۔

عن یحیٰ بن یزید الهنائی قال: سألت أنس بن مالک عن قصر الصلاة؟ فقال أنس: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إذا خرج مسیرة ثلاثة أمیال أو ثلاثة فراسخ ـ شعبة شک ـ یصلی رکعتین. (۳)

اس لیے علما نے لکھا ہے کہ نمازوں میں قصر اس کے لیے درست ہے، جو سفر کی نیت کے ساتھ شہر اور اطراف شہر سے باہر نکل جائے۔

(۱) ترجمہ سوال: اگر کوئی شخص کسی جگہ مقیم ہو اور جب وطن اصلی جانے کا ارادہ کرے تو قصر لازم ہے، یا نہ؟ کیا قصر کے لیے اقامت کے مقام سے باہر ہونا لازم ہے؟ انیس

ترجمہ جواب: قصر کے لیے اقامت کے شہر سے سفر کے ارادہ سے نکلنا شرط ہے، صرف جانے کے ارادے سے قصر لازم نہیں ہوگی۔ انیس

اذا جاوز بیوت المصر غیر قاصد لمدة السفر لا یکون مسافراً. کذا اذا جاوزها وهو یقصدما دون السفر مدة السفر. وکذا اذا قصد مدة السفر ولم یجاوز بیوت المصر لا یکون مسافر؛ لأن مجرد العزم لا یعتبر ما لم یتصل الفعل به. (البنایة شرح الهدایة، باب صلاة المسافر: ۳/۳، دار الفکر، بیروت، انیس)

هو من قصد سیرًا وسطاً ثلاثة أیام ولیالیها وفارق بیوت بلدة، آه. (شرح الوقایة، باب صلاة المسافر: ۱۳٤/۱، میر محمد کتب خانه، کراچی، مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب)

(۲) ﴿واذا ضربتم فی الأرض فلیس علیکم جناح أن تقصر من الصلاة ان خفتم یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدواً مبیناً﴾ (سورة النساء: ۱۰۱، انیس)

(۳) سنن أبي دائود، رقم الحدیث: ۱۲۰۱، باب متیٰ یقصر المسافر: ۱۷۷/۱، مکتبة حقانیة، کراچی

"وفی حکم السفر من فارق بیوت موضع هو فیه، من مصر أو قریته، ناویًا الذهاب إلی موضع بینه و بین ذلک الموضع المسافة المذکورة، صار مسافرًا، فلا یصیر مسافرًا قبل أن یفارق عمر أن ما خرج منه من الجانب الذی خرج منه". (۱)

لہٰذا آپ کی ذکر کردہ صورت میں قصر درست نہیں؛ بلکہ نمازوں کو مکمل ادا کرنا ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۷، ۴۷۸)

مسافت سفر کے قصد کے ساتھ نکلنا معتبر ہے:

سوال: زید اپنے مکان و مولد سے سوکوس جا کر پندرہ روز مقیم رہا پھر وہاں سے دوسرے ملک کو جانے کا قصد کیا تو وہاں سے کیا تین منزل کا قصد قصر کے واسطے معتبر ہوگا یا مطلق نکلنا وہاں سے معتبر ہوگا یا مطلق خواہ دو چار کوس ہی جائے تو قصر کرے؟

الجواب

مطلق نکلنا معتبر نہیں بلکہ مسافت قصر کی نیت سے نکلنا مبطل قصر ہوگا۔ (۲)

فی الدر المختار: ویبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن (الأصلی) و بإنشاء (السفر)، آه، و السفر المعتبر هو السفر الشرعی. (۳) فقط واللہ اعلم

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۹۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۶۳-۵۶۴)

بحالت سفر کب سے قصر واجب ہے اور کیا پوری نماز نہیں پڑھ سکتا:

سوال: بحالت سفر نماز کس وقت واجب ہوتی ہے اور وجوب قصر کی حالت میں اگر برائے ثواب پوری نماز ادا کر لی جاوے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جس وقت بارادۂ مسافت قصر یعنی تین منزل شہر سے باہر نکلے اور بستی وآبادی سے باہر ہو جاوے اسی وقت سے نماز قصر کرے، (۴) اور سفر میں نماز پوری کرنا ممنوع ہے قصر ہی کا حکم ہے اور جو حکم شریعت کا ہے اسی کی پابندی کرنی چاہیے۔ (۵) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۵۹)

---

(۱) الحلبی الکبیر، باب صلاة المسافر، ص: ٥٣٦، انیس

(۲) کذافی الاصل؛ لیکن صحیح عبارت "مبطل اقامت یا مثبت قصر" ہونا چاہیے۔ سعید احمد

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۲/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۴) من خرج من عمارة موضع إقامته) من جانب خروجه ... (قاصدًا) ... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها) من أقصر أیام السنة ... (صلی الفرض الرباعی رکعتین). (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲ - ۱۲۲، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۵) صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوباً لقول ابن عباس: "إن اللّٰه فرض علی لسان نبیکم صلاة المقیم أربعاً والمسافر رکعتین. (الدر المختار)

==

مسافر کس جگہ سے قصر کرے گا:

سوال: زید ریل سے سفر کرنے کی نیت سے گھر سے چلا اب اسٹیشن پہنچ کر، یا ریل پر سوار ہوکر، یا شہر سے نکلتے ہی، یا اڑتالیس میل کے بعد قصر کرے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سفر کی نیت کے ساتھ جب شہر، یا گاؤں سے باہر ہوجائے اور ۴۸ر میل، یا اس سے زیادہ دور کا سفر ہو تو شہر اور گاؤں سے نکلتے ہی قصر واجب ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یحییٰ قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۴-۴۷۵)

مسافر قصر کب سے کرے:

سوال: ایک شخص کسی شہر کا- جو تین دن اور تین رات کے فاصلے پر ہے- ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نیت ہے کہ وہاں پندرہ روز، یا زیادہ قیام کرے گا۔ اب یہ آدمی راستے میں قصر کرے گا، یا نہیں؟ اگر قصر کا حکم ہے تو قاضی خان کی عبارت: "بخلاف ما إذا نوی الاقامة حیث یصیر مقیمًا بمجرد النیة"(۲) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

قال قاضی خان: "إذا جاوز المقیم عمران مصره قاصدًا مسیرة ثلثة أیام ولیالیها بسیر الإبل أو مشی الأقدام، یلزمه قصر الصلاة ویرخص له ترک الصیام، أما شرط مجاوزة العمران؛ لأن السفر فعل فلایوجد بمجرد النیة، فیشترط قران النیة بأدنی فعل بخلاف ما إذا نوی الإقامة حیث یصیر مقیمًا بمجرد النیة؛ لأن الإقامة ترک الفعل، وترک الفعل لایحتاج إلی الفعل، آه". (فتاویٰ **قاضی خان: ۱/۷٦**)(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور صورت مذکور میں قصر کرے گا اور عبارت مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ لزوم قصر کے لیے صرف نیت سفر کو شریعت نے کافی نہیں سمجھا؛ بلکہ اس کے لیے مجاوزۃ عمران کو شرط قرار دیا ہے؛ اس لیے کہ سفر ایک فعل

== وفی الرد تحت (قوله: وجوباً) فیکره الإتمام عندنا حتی روی عن أبی حنیفة أنه قال: من أتم الصلاة فقد أساء و خالف السنة. شرح المنیة. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳-۱۲٤، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۱) من خرج من عمارة موضع إقامته)... (مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها)... (صلی الفرض الرباعی رکعتین) (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۵۹۹-٦۰۳، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲-۳) فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱٦٤، رشیدیة

ہے جو مسافر سے صادر ہوتا ہے، جس پر لزوم قصر مرتب ہوتا ہے، پس تاوقتیکہ اس فعل کا ادنی حصہ (جو مجاوزۃ عمران ہے) صادر نہ ہو، اس وقت تک مسافر کہلانے کا مستحق نہیں اور اس پر حکم سفر (لزوم سفر) مرتب نہ ہوگا۔

اور جب کسی منزل صالح پر نیت اقامت کرلے تو اتمام لازم ہوتا ہے اور لزوم اتمام کے لیے نیت اقامت کے بعد کسی اور فعل کی حاجت نہیں تھی، جس طرح کہ نیت سفر کے بعد مجاوزۃ عمران کی ضرورت تھی؛ کیوں کہ اقامت کسی فعل کا نام نہیں کہ مقیم کے لیے اس کا صدور ضروری ہو، جیسا کہ سفر فعل تھا اور مسافر کے لیے اس کا صدور ضروری تھا، چوں کہ اقامت ترک فعل (سفر) کا نام ہے، جس کے لیے صرف نیت کافی ہے۔

یہ مقصد نہیں کہ شخص مذکور چوں کہ وہاں پہنچ کر پندرہ روز، یا زیادہ قیام کرنے کی نیت رکھتا ہے اور یہ نیت ابتدائے سفر میں کر لی ہے، لہذا ابھی سے مقیم ہوگیا اور اس سفر کو کالعدم قرار دے کر لزوم اتمام کا حکم اس پر جاری کر دیا جائے گا؛ کیوں کہ اگر اس کو ابھی سے لزوم نیت کی بنا پر مقیم کہہ دیا جائے گا تو اقامت ترک فعل کا نام نہ رہے گا؛ بلکہ اس فعل یعنی (سفر) کا نام ہو جائے گا، **وهو خلاف المفروض**. نیز اس کا فعل اس کی نیت پر فی الحال آثار مرتب ہونے سے مانع ہے:

"المسافر يصير مقيما إذا دخل قرية أو مصرًا، ونوىٰ إقامة خمسة عشر يومًا فيه، ولا معتبر بالنية وقت السير وقبل الدخول، آه". (رسائل الأركان)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۵/۷-۴۸۶)

سفر شرعی کے ارادہ سے نکلنے والا نکلتے ہی قصر شروع کردے:

سوال: ایک شخص نے بمبئی جانے کا ارادہ کیا اور ارادہ گھر سے یہی ہے کہ میں چھ مہینہ رہوں گا تو اب یہ شخص قصر کرے گا، یا اتمام؟

الجواب

راستہ میں وہ شخص قصر کرے گا؛ کیوں کہ وہ شخص سفر شرعی کے ارادہ سے گھر سے نکلا ہے، لہٰذا علت قصر پائی گئی، باقی جب بمبئی پہنچے گا اور وہاں اس کی نیت چھ ماہ کے قیام کی ہے تو وہاں نماز پوری پڑھے گا۔

كما في الدر المختار: (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً ... (حتىٰ يدخل موضع مقامه إن سار مدة السفر، إلخ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۷۲/۴-۴۷۳)

(۱) رسائل الأركان، فصل في صلاة المسافر، بيان مايصير به المسافر مقيما، ص: ۱۴۵، مطبع یوسفی لکھنؤ، انیس

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۴، دار الفكر بيروت، انيس

سفر غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا:

سوال: مسافر حالت سفر میں ایسی صورت میں جب کہ وہ اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے کی نیت نہیں تھی؛ مگر درمیانی سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کرلی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ آیا جس جگہ پر، یا بستی میں ہے، وہیں قصر پڑھ لے، یا اس گاؤں کے باہر نکلنے کے بعد قصر شروع کرے؟ مثلاً ایک دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے؛ مگر شاہدرہ میں کوئی صورت ایسی پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے باہر نکل کر قصر کرے، یا شاہدرہ ہی میں قصر پڑے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

شاہدرہ میں یہ شخص مسافر نہیں؛ بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد، لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے اور شاہدرہ میں چوں کہ بحکم مقیم ہے، لہٰذا اتمام کرے۔

"**ولا يصير مسافرًا بالنية حتىٰ يخرج، ويصير مقيمًا بمجرد النية، كذا في محيط السرخسي، آه**". (۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۴۹۰-۴۹۱)

اپنے موضع سے نکل کر قصر شروع کردے، خواہ وہاں سے وہ نظر آتا ہی کیوں نہ ہو:

سوال: اس ملک میں مکانات متصل اور ان میں باغات ہوتے ہیں، باوجود اتصال کے نام مواضعات کے علاحدہ علاحدہ ہوتے ہیں، اگر کسی کو بارادہ سفر اپنے مکان سے نکل کر دوسرے موضع میں پہنچنے کے بعد وقت نماز آ گیا ہو اور وہاں سے اپنا موضع بھی نظر آتا ہو تو یہ مسافر قصر کرے، یا اتمام؟

الجواب ــــــــــــــــ

اس صورت میں وہ شخص قصر کرے گا؛ کیوں کہ قصر کے لیے تجاوز کرنا اپنی بستی کی آبادی سے شرط ہے۔ نظر آنا آبادی کا مانع قصر سے نہیں ہے، **كما في الدر المختار: (من خرج من عمارة موضع إقامته) من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر، إلخ**. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۷۲)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيدية

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، دار الفكر بيروت، انيس

سفر کی ابتدا وطن کے آخری گھر سے ہوگی:

سوال: ایک شہر، یا قصبہ سے دوسرے شہر، یا قصبہ کا فاصلہ قصر ہونے کے لیے کس طرح جوڑا جائے گا؟ ایک صورت تو یہ ہے کہ جس محلّہ سے چلے، اس سے دوسرے شہر کے جس محلّہ تک جانا ہو، وہاں تک کا فاصلہ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے وطن کی آخری سرحد پہونچنے والے مقام کی شروع کی سرحد، چوں کہ دونوں طریقوں میں فاصلہ کا تفاوت میلوں کا ہوگا، مثلاً: خط مستقیم کا فاصلہ الف، ب، ۴۳ رمیل ہے اور ج، د ۵۰ رمیل ہے اور الف، س ۵۵ رمیل ہے تو ج سے چلنے والا دس تک جانا چاہتا ہے، اب مسافر ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے، اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا، پس صورت مسئولہ میں مسافت سفر ۴۳ رمیل ہوگی اور قصر کا حکم نہیں ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۶/۷) ☆

شہر کی آبادی کے بعد مسافر شمار ہوگا:

سوال: آدمی جب سفر کے لیے مکان سے نکلے اور راستہ میں محلّہ کی مسجد میں، یا دوسرے محلّہ کی مسجد میں، یا ریلوے اسٹیشن پر گاڑی میں، یا پلیٹ فارم پر نماز پڑھنا ہو تو اس صورت میں قصر نماز پڑھے، یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب ـــــــــــــــــ حامداً و مصلياً و مسلماً

جب کوئی تین منزل (۴۸ رمیل) کے ارادے سے نکلے اور شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے تو مسافر بن جاوے گا اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا ہے، تب تک مسافر نہیں ہے، اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم ہوگا اور جو آبادی کے باہر ہو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جاوے گا۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۴۹۵/۱-۴۹۶)

---

(۱) فقال الحنفية: أن يجاز بيوت البلد التي يقيم فيها من الجهة التي خرج منها، وإن لم يجاوزها من جانب آخر وأن يجاوز كل البيوت، ولو كانت متفرقة متى كان أصلها من البلد، وأن يجاوز ماحول البلد من مساكن ...أن يقصد من ابتداء السفر موضعا معيناً، ويعزم أن يقطع مسافة القصر من غير تردد. (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الثالث صلاة السفر: ۳۲۸/۲-۳۳۱، دار الفكر، انيس)

☆ **ملفوظ:**

اگر اسٹیشن اس شہر میں داخل ہے تو داخل ہے اور اگر اس کے اندر داخل نہیں تو قصر کرے گا، جو نمازیں پہلے پڑھی گئیں، ان کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اسٹیشن شہر میں داخل ہونے کے یہ معنی کہ ریل شہر میں ہو کر جاتی ہو، جیسے دہلی میں۔ پس وہاں اسٹیشن پر قصر نہ ہوگا اور مدار نظر آنے پر نہیں ہے؛ بلکہ دخول پر ہے۔ فقط والسلام (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۸-۳۵۹)

(۲) من خرج من عمارة موضع اقامته) ...(قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ... (بالسير الوسط الاستراحات المعتادة) ... (صلى الفرض الرباعي ركعتين) ... (حتى يدخل موضع مقامه) ان سار مدة السفر. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة السفر: ۱۲۱/۲-۱۲٤، دار الفكر بيروت، انيس)

شہر کے اندر گاڑی میں دو رکعت پڑھنا:

سوال: بعض حضرات دیکھے گئے دوڈھائی بجے گھر سے نکلتے ہیں اور ظہر کی نماز اسٹیشن، یا گاڑی پر ادا کرتے ہیں صرف دو رکعت، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

گاڑی جب شہر سے باہر نکل جائے گی، اس وقت مسافر ہوگا، شہر کے اندر اسٹیشن، یا گاڑی میں دو رکعت پڑھنا غلط ہے۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷۹/۴)

آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا:

سوال (۱) موضع فیروز پور دہلی الور روڈ کے متصل واقع ہے، پہلے آبادی اور سڑک کے درمیانی زمین میں کاشت ہوتی تھی؛ لیکن اب سڑک تک مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور کاشت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سڑک کے دوسرے رخ پر قبرستان اور مویشی کے بٹھانے کی جگہ ہے، ایسی صورت میں ناس بستی کا رہنے والا دہلی سے الور، یا الور سے دہلی کو گزرے تو اس کی مسافرت ختم ہو جائے گی، یا نہیں؟

(۲) نیز قصبہ نوح سے پرانی دہلی ۴۸ میل تھی اور اب نئی دہلی بڑھتے نوح کے رخ پر تقریبا ۱۵ میل بڑھ چکی ہے، ایسی صورت میں نوح کا رہنے والا پرانی دہلی کو اگر سفر کرے تو مسافر ہوگا، یا نہیں؟ جب کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی دونوں کی کمیٹیاں علاحدہ علاحدہ ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) اب وہ سڑک آبادی سے خارج نہیں رہی، جو شخص بارادۂ سفر فیروز پور سے اس سڑک پر آئے، وہ قصر نہیں کرے گا اور جب ایسا آدمی سفر شرعی سے چل کر اس سڑک پر پہونچ جائے، جس کا وہ وطن ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا؛ بلکہ اتمام کرے گا، اگرچہ اس کا ارادہ وہاں قیام کا نہ ہو۔

(۲) آبادی دیکھنے میں اگر متصل ہو تو محض کمیٹی الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کو دو بستیاں نہیں کہیں گے، جب ۴۸ میل کی مسافت نہیں رہی؛ بلکہ صرف ۳۳ میل کی مسافت رہ گئی تو یہ سفر شرعی کے لیے کافی نہیں۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲۱/۹/۱۳۹۲ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۶/۷-۴۷۷)

---

(۱) ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتىٰ لو جاوز عمران المصر قصر. (الفتاوىٰ الهندية: ۱۳۹/۱، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر)

(۲) ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتىٰ يترخص برخصة المسافرين وإلا لايترخص أبدا. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر، رشيدية: ۱۳۹/۱)

دہلی کا اسٹیشن بستی میں شمار ہوگا، یا نہیں:

سوال: زید سفر کے لیے اپنے گھر سے چلا، کئی گھنٹے دہلی اسٹیشن پر ریل میں بیٹھا رہا کہ نماز کا وقت آ گیا تو نماز قصر پڑھے، یا پوری پڑھنی چاہیے، دہلی کا اسٹیشن بستی میں شمار ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

دہلی کا اسٹیشن شہر کے اندر ہے، یہاں نماز پوری پڑھنی چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۷۵-۳۷۶)

سفر سے واپسی پر گھر سے علاحدہ بازار میں قیام کرے تو وہ مسافر ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص مسافرت سے وطن مالوف میں آیا، اپنے مسکن سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بازار میں درزی کا کام کرتا ہے اور کبھی کبھی دو چار رات بھی وہاں پر رہتا ہے۔ وہ شخص نماز قصر کرے، یا پوری پڑھے؟

الجواب

جس بستی اور آبادی میں وہ رہتا ہے، اسی کے خروج ودخول کا نماز قصر وعدم قصر میں اعتبار ہے۔ پس جو بازار کہ بستی مذکورہ سے منفصل ہے، جیسا کہ بلادِ بنگال میں سنا گیا ہے، اس میں دخول وخروج کا اعتبار نہیں ہے۔ پس شخص مذکور جب تک اپنی بستی میں اور اس کی عمارات میں داخل نہ ہوگا، اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔

قال فی الرد: وأما الفناء وهو المكان المعدّ لمصالح البلد كركض الدوابّ ودفن الموتٰى وإلقاء التراب فإن اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وإن انفصل بغلوة أو مزرعة فلا، كما يأتي. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۶۸)

وطن اصلی اور وطن اقامت کی تعریف:

سوال (۱) وطن اصلی اور وطن اقامت کسے کہتے ہیں اور کب باطل ہوتے ہیں؟

(۲) زید مدرسہ میں مدرس ہے، زید نے مدرسہ سے کسی ضرورت کے تحت تین منزل، یا اس سے زائد کا سفر کیا، بعد واپسی سفر مدرسہ میں ہفتہ روز قیام کر کے اپنے مکان جانے کا ارادہ رکھتا ہے، دریں صورت زید سفر سے واپسی کے

---

(۱) کیوں کہ قصر کے لیے اپنی بستی، یا شہر سے تجاوز کرنا شرط ہے۔

(ومن خرج من عمارة إقامته) من جانب خروجه وإن لم يجاوز من الجانب الآخر، الخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ط: سعيد)

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر، تحت قوله من خرج من عمارة موضع إقامته: ۲/۱۲۱، دار الفكر بيروت، ظفير

بعد مدرسہ میں قیام کے دوران مسافر رہے گا، یا مقیم اور نماز قصر پڑھے گا؟ کیا ہر سفر سے واپسی کے بعد مدرسہ میں پندرہ یوم قیام کی شرط ہے؟

(۳)　اگر عمر مدرسہ میں شعبۂ مالیات، یا شعبۂ تبلیغ میں کام کرتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، جب کہ وہ کبھی مدرسہ میں پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں رکھتا ہے، دریں صورت وہ قصر کرے گا، یا پوری نماز پڑھے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱)　وطن اصلی وہ مقام ہے، جہاں یہ شخص پیدا ہوا ہو، یا جہاں شادی کی ہو اور وہیں رہنے کا ارادہ کرلیا ہو، یا شادی تو نہ کی ہو؛ مگر وہاں زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرلیا ہو اور وہاں سے مستقل چلے جانے کا ارادہ نہ ہو اور وطن اقامت وہ جگہ ہے، جہاں پندرہ یوم، یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو۔

نور الایضاح میں ہے:

الوطن الأصلي هو الذي ولد فيه أو تزوج أو لم يتزوج وقصد التعيش لا الارتحال عنه، ووطن الإقامة موضع نوى الإقامة فيه نصف شهر فما فوقه. (۱)

وطن اصلی، وطن اصلی سے اور وطن اقامت، وطن اقامت سے، یا وطن اصلی سے، یا سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ (۲)

(۲)　اس صورت میں زید مدرسہ میں قصر پڑھے گا، سفر شرعی کے بعد مدرسہ کے وطن اقامت ہونے کے لیے کم از کم پندرہ یوم ٹھہرنے کی نیت ہونا ضروری ہے۔ (۳)

(۳)　اس صورت میں عمر قصر پڑھے گا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ خالد مظاہری، ۱۴۰۲/۵/۱۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۲۷۲-۲۷۳)

وطن سے قریب والی آبادیوں میں نماز کا حکم:

سوال:　موضع سنبھلیڑہ تحصیل جانسٹھ ضلع مظفر نگر میں واقع ہے اور موضع دہانسری و کمہڑہ و تیوڑہ وغیرہ موضع مذکور سے دو دو تین تین میل کے فاصلے پر آباد ہیں اور مواضعات مذکورہ و شہر دہلی کے مابین پچاس کوس، یا اس سے زائد کا فاصلہ ہے۔ مولوی فاروق صاحب کی پیدائش موضع سنبھلیڑہ مذکور کی ہے اور اسی موضع میں پرورش ہوئی، ایک بھائی ملا محمد یعقوب صاحب وہیں رہتے ہیں، اب مولوی فاروق صاحب دہلی سے مواضعات مذکورہ کو سفر کرتے ہیں اور کسی

---

(۱)　نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۱۰۲، مكتبة رحمانية لاهور، انيس

(۲،۳،۴)　(الوطن الأصلي)...(يبطل بمثله)...(و) يبطل (وطن الاقامة بمثله و) بالوطن (الأصلي و) بانشاء (السفر). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۶۱۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

موضع میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت بھی نہیں کرتے؛ مگر مانند مقیم نماز پوری پڑھتے ہیں، قصر نہیں کرتے۔ اگر کہا جاتا ہے تو کسی کو یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں اور کہیں یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں قصر نماز نہیں آئی، اور کسی سے کہتے ہیں کہ مجھ پر نماز قصر واجب نہیں؛ کیوں کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں تو صورت مسئولہ میں مولوی فاروق صاحب کا وطن دہلی ہے، یا سنبھلیڑہ؟ اوران پر قصر واجب ہے، یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو جن مقیم مقتدیوں نے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو جتنی نمازیں مولوی صاحب کے پیچھے پڑھی ہیں، ان کا لوٹانا واجب ہے، یا نہیں؟ اور مولوی فاروق کا یہ کہنا کہ یہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں اور حدیث میں نماز قصر نہیں آئی، جس پر موضع تیوڑہ میں احقر کے سامنے روایت ابن عباس سے بحوالہ مشکوٰۃ استدلال کرنا چاہا اور مشکوٰۃ منگانے پر جان چرا کر موضع کشن پور کو چمپت ہوئے اور یہ کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں، اس واسطے مجھ پر قصر نماز واجب نہیں صحیح ہے، یا غلط اور کذب صریح؟ اور یہ شخص مقلد امام ابوحنیفہ کا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۸۲، مولوی محمد حنیف صاحب ضلع مظفر نگر، ۸؍شوال ۱۳۵۲ھ، ۲۴؍جنوری ۱۹۳۴ء)

الجواب

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے سنبھلیڑہ سے ترک وطنیت اور دہلی کو وطن بنانے کی نیت نہیں کی تھی؛ اس لیے وہ جب دہلی سے سنبھلیڑہ جاتے ہوں گے تو وہاں جاتے ہی وہ مقیم ہوجاتے ہیں؛ کیوں کہ وہ ان کا وطن اصلی ہے، وہاں پندرہ دن کی نیت کریں، یا نہ کریں، پھر سنبھلیڑہ سے اس کے آس پاس کے مواضع میں پھرتے ہوں گے اور چوں کہ وہ مقدار سفر کی مسافت کے اندر اندر ہوتے ہوں گے؛ اس لیے وہ مسافر نہیں ہوتے اور پوری نماز پڑھتے ہوں گے، یہ ایک مسلمان اور عالم کے فعل کی توجیہ ہوسکتی ہے۔ باقی حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ سب گاؤں میرے وطن کے ہیں، صحیح ہے، جب کہ وہ وطن سے چلیں اور آس پاس کے دیہات میں دورہ کریں، جو مدت سفر کے اندر اندر ہوں تو ان کا خیال کہ ان پر قصر نہیں ہے، درست ہے اور یہ قول کہ حدیث میں نماز قصر نہیں آئی، اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ اس قدر کم مسافت کے اندر سفر کرنے میں حدیث سے نماز قصر ثابت نہیں اور یہ کہنا کہ مجھ پر نماز قصر اس لیے واجب نہیں کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں، اس میں غالباً کچھ غلط فہمی ہوئی ہے، اس کے متعلق ان کا تحریری بیان لے کر میرے پاس بھیجو تو میں اس پر غور کروں، ہمیشہ سفر میں رہنے سے تو ہمیشہ قصر پڑھنی پڑے گی، نہ یہ کہ قصر واجب نہ ہو، بہر حال سوال میں جو لہجہ اختیار کیا گیا ہے، یہ علما کے لیے مناسب نہیں ہے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳؍۳۷۳-۳۷۴)

(۱) فرض المسافر في الرباعية ركعتان ... والقصر واجب عندنا ... ولا بد للمسافر قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتىٰ يترخص برخصة المسافرين وإلا لا يترخص أبدا. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافرين: ۱/۱۳۹، ط: ماجدية)

کیا وطن اصلی متعدد ہو سکتا ہے:

برادر گرامی قدر جناب پی نذیر احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے دوران گفتگو مجھ سے ایک سوال کیا تھا، جس کا ماحصل یہ تھا:

آپ اور آپ جیسے بہت سے لوگ جن کا اصل وطن نارتھ آرکاٹ، یا صوبہ تامل ناڈو کے مختلف قصبات میں ہے؛ لیکن وہ اپنی تجارت کے سلسلہ میں مدراس میں آکر قیام پذیر ہو چکے ہیں۔ یہاں تجارت، رہائش، اہل وعیال سب کچھ ہیں؛ مگر باوجود اس کے اپنے اصل وطن سے تعلق نہیں ٹوٹا ہے، وہاں بھی رہائشی مکانات ہیں، اراضی ہیں اور کچھ لوگوں کے کاروبار بھی ہیں۔ عام طور پر ہفتہ میں چند دن مدراس میں رہنے اور چند دن اپنے آبائی وطن میں گذارنے کی عادت ہے، اس طرح پابندی کے ساتھ دونوں جگہ رہنا سہنا، اہل وعیال بھی کبھی یہاں اور کبھی وہاں رہتے ہیں، دونوں جگہ مستقل رہائش کا نظم ہے، لہٰذا ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے قصبات کو وطن سمجھ کر ''مدراس'' میں قصر کرنا چاہیے، یا ''مدراس'' کو اپنا وطن سمجھنا چاہیے اور آبائی قصبات میں قصر کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

آپ حضرات جو مذکورہ بالا صورت حال میں مبتلا ہیں، دراصل دونوں ہی مقامات پر مقیم ہیں، مدراس شہر ہو، یا آپ کا آبائی قصبہ، دونوں ہی آپ کے لیے وطن اصلی کا درجہ رکھتے ہیں اور آپ لوگوں کو دونوں ہی مقامات پر نماز پوری پڑھنی چاہیے۔

اصل یہ ہے کہ ''وطن اصلی'' (یعنی آبائی وطن، یا جہاں کسی شخص نے اہل وعیال بنا لیے ہوں، یا وہ مقام جہاں کسی نے مستقل توطن اختیار کر لیا ہو) وطن برقرار رہتا ہے اور کہیں بھی آنے جانے سے اس کی وطنیت باطل نہیں ہوتی، تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی، اگر وہاں آئے گا تو اسے پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ وطن اصلی کی یہ نوعیت اس وقت تک قائم رہے گی، جب تک وہ اس وطن اصلی سے پوری طرح ترک تعلق کر کے دوسری جگہ اپنا وطن نہ بنا لے۔

مشہور بات یہی ہے کہ وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے؛ لیکن فقہا نے اس میں ایک قید بھی لگائی ہے۔ وہ یہ کہ دوسری جگہ جا کر آباد ہو جانے کے بعد پہلے وطن سے اہل وعیال کو بھی نئے وطن میں منتقل کر لیا ہو؛ بلکہ ایک قول کے مطابق سامان وجائداد بھی منتقل کر چکا ہو، گویا کلیۃً ترک تعلق کر لیا ہو تو پہلے وطن کی وطنیت باطل ہو جائے گی۔

چناں چہ صاحب درمختار نے لکھا ہے:

(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالاول أهل، فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما''. (۱)

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب المسافر: ۲/ ٦١٤، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

یعنی وطن اصلی کی وطنیت اس وقت تک باقی رہے گی، جب تک دوسرے شہر کو وطن بنا لینے کے بعد پہلے وطن میں اہل وعیال رکھنا بھی نہ چھوڑ دے، اگر ایسا نہ ہو؛ بلکہ دوسرے شہر میں اس نے توطن اختیار کرلیا ہے؛ لیکن پہلے وطن سے بھی تعلق باقی ہے کہ وہاں اس کے اہل وعیال رہتے ہیں تو ایسی صورت میں دونوں ہی مقامات اس کے حق میں وطن اصلی شمار ہوں گے اور اسے دونوں ہی جگہ نماز پوری پڑھنی ہوگی۔

اور عالمگیری میں ہے:

''وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، جب کہ پہلے وطن سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ منتقل ہو گیا ہو اور اس صورت میں جب کہ پہلے وطن سے اہل وعیال کو منتقل نہیں کیا؛ لیکن دوسرے شہر میں بھی اہل بنالیے تو اس کا پہلا وطن باطل نہیں ہوگا اور دونوں ہی مقامات پر وہ نماز پوری پڑھے گا''۔(۱)

اور قاضی خاں نے لکھا ہے:

''وإن تأهل بهما كان كل واحد من الموضعين وطناً أصليا له''.(۲)

یعنی اگر دونوں ہی جگہ اہل وعیال ہوں تو دونوں ہی جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہوگی۔

اور علامہ کمال الدین ابن ہمام نے لکھا ہے:

(قوله: فانتقل عنه وستو طن غيره)قيد بالأمرين،فإنه إذا لم ينتقل عنه بل استوطن آخر بأن اتخذ له أهلا في الآخر فإنه يتم في الأول كما يتم في الثاني''.(۳)

یعنی وطن اصلی کے باطل قرار پانے کے لیے دوضروری شرطیں ہیں: ایک تو یہ کہ دوسری جگہ وطن بنالیا ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ پہلے وطن سے اہل وعیال کے ساتھ منتقل ہو کر بے تعلق ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو، مثلاً دوسری جگہ وطن بنالیا، شادی کرلیا اور رہنے لگا؛ لیکن پہلی جگہ بھی اہل وعیال رہے تو وہ دونوں ہی مقامات پر پوری نماز پڑھے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وطن اول میں اہل وعیال تو نہیں رکھتا؛ لیکن وہاں اپنا رہائشی مکان اور زمین وجائداد رکھتا ہے تو ایسی صورت میں پہلا وطن، وطن باقی رہا؟ اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں: ایک رائے تو یہ ہے کہ جب اہل وعیال نہیں رہتے تو وہ وطن باقی نہیں رہا؛ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کی وطنیت باقی رہے گی اور اسے نماز پوری پڑھنی ہوگی اور یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے، جس کی طرف امام محمدؒ نے اپنی کتاب میں اشارہ فرمایا ہے۔

(۱) ويبطل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي إذاانتقل عن الأول بأهله وأما إذا لم ينتقل بأهله ولكنه استحدث أهلا ببلدة أخرىٰ فلا يبطل وطنه الأول ويتم فيهما.(الفتاوى الهندية،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱۴۲،انیس)

(۲) فتاوى قاضي خان على الهندية،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۶۶

(۳) فتح القدير،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۲/ ۴۰-۴۱،طبع دار الكتب العلمية،بيروت

فتاوی ہندیہ میں ہے:

''اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال اور سامان لیکر دوسرے شہر چلا گیا، لیکن اس کا گھر اور اس کی اراضی پہلے شہر میں باقی رہے، تو ایک قول یہ ہے کہ پہلا شہر اس کا وطن باقی رہا، اسی طرح امام محمدؒ نے ''الکتاب'' میں اشارہ کیا ہے''۔(۱)

علامہ ابن عابدین شامی نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

''ایسی صورت میں جب کہ وطن اول میں اس کے اہل وعیال نہیں رہتے تو محض رہائشی مکانات اور اراضی کی وجہ سے وطن اصلی باقی نہیں رہے گا؛ اس لیے کہ اعتبار اہل وعیال کا ہے، گھر کا نہیں، جیسے کوئی شخص کسی شہر میں شادی بیاہ کر کے مستقلاً رہنے لگے تو اگر چہ اس کا اپنا ذاتی مکان وہاں نہ ہو، وہ مقیم شمار ہوگا، ایک رائے تو یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب تک کہ اس کا رہائشی مکان اور اراضی موجود ہیں، وہ اس کا وطن برقرار رہے گا''۔(۲)

علامہ شامی نے محیط وغیرہ کے حوالہ سے دونوں ہی رائیں ذکر کی ہیں اور لکھا ہے کہ دوسرے قول کی بنیاد پر دونوں ہی مقامات پر نماز پوری پڑھی جائے گی، اگر چہ اس میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو۔(۳)

اور صاحب کفایہ نے مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

وفي المحيط: ولو انتقل بأهله ومتاعه إلٰى بلد وبقي له دور وعقار في الأول، قيل بقي الأول وطنًا له وإليه أشار محمد في الكتاب حيث قال: "باع داره وهو نقل عياله" وقيل لم يبق، وفي الأجناس، قال هشام: سألت محمدًا: عن كوفي أوطن بغداد وله با لكوفة دار واختاره إلٰى مكة القصر؟ قال محمد: هٰذا حالي وأنا أرى القصر، إن نوٰى ترك وطنه إلا أن أبا يوسف كان يتم بها، لكنه يحمل علٰى أنه لم ينو ترك وطنه. (۴)

(۱) لو انتقل بأهله ومتاعه إلٰى بلد وبقي له دور وعقار في الأول قيل بقي الأول وطنًا له وإليه أشار محمد رحمه اللّٰه تعالٰى في الكتاب. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱٤۲) نیز دیکھئے: البحر الرائق: ۲/۱٤۷، ط: بيروت)

(۲) فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دور و عقار قيل لا يبقى وطنا له، إذ المعتبر الأهل دون الدار، كما لو تأهل ببلدة واستقرت سكناً له وليس له فيها دار، وقيل تبقى ... قوله: (إذا لم يبق له بالأول أهل) أي وإن بقي له فيه عقار، قال في النهر: ونقل أهله ومتاعه وله دور في البلد لا تبقى وطناً له، وقيل تبقى، كذا في المحيط وغيره، قوله (بل يتم فيهما) أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة" (ردالمحتار، باب المسافر، مطلب في الوطني الأصلي ووطن الاقامة: ۲/۱٤٦، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) (بل يتم فيهما) أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۲/٦١٤، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) الكفاية شرح الهداية، باب صلاة المسافر، مخطوطة: ۲/۱۸، طبع رشيدية، پاكستان

یعنی اگر کوئی اہل وعیال کے ساتھ دوسری جگہ منتقل ہوجائے؛ لیکن وطن اول میں رہائشی مکان اوراراضی موجود ہوں تو ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کا وطن باقی رہے گا۔امام محمدؒ نے ''اہل وعیال کی منتقلی کے ساتھ رہائشی مکان کی فروختگی'' کا ذکرکر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ محض رہائشی مکان اوراراضی کی وجہ سے وطن اول، وطن باقی نہیں رہے گا، اس سلسلہ میں ''اجناس'' میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ہشام نے امام محمدؒ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص جس کا وطن اصلی کوفہ میں تھا، اب وہ بغداد میں رہنے لگا؛ لیکن اس کا پہلا مکان کوفہ میں موجود ہے۔اب وہ حج کے ارادہ سے سفر کرے، راستہ میں کوفہ سے گذرے تو قصر کرے، یا نماز پوری پڑھے؟ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی تو میرا حال ہے، اگر وہ شخص ترک وطن کی نیت کر چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے اس صورت میں قصر کرنا چاہیے؛ لیکن امام ابو یوسف کوفہ میں نماز پوری پڑھتے تھے؛ لیکن ان کے اس عمل کو اس بات پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کوفہ سے ترک وطن کی نیت نہیں کی ہوگی۔(۱)

آخر میں صاحب کفایہ نے نجم الدین الزاہدی کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے:

شیخ نجم الدین زاہدی فرماتے ہیں: ''بہت سے مسلمان جو شہروں میں توطن اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کے مکانات اوران کی اراضی ان شہروں سے دور دیہاتوں میں واقع ہیں، جہاں جا کر وہ گرمی کا موسم اپنے اہل وعیال اوراپنے سامان کے ساتھ گذارتے ہیں، پس ان مکانات کی حفاظت بھی ضروری ہے، بیشک یہ دونوں ہی مقامات ایسے اشخاص کیلئے وطن ہیں اوران میں سے ایک دوسرے کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا''۔(۲)

واضح رہے کہ امام ابو یوسفؒ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر سفر واقامت میں شبہ پیدا ہوجائے تو اتمام ہی کرنا ہوگا کہ عبادات میں احتیاط ضروری ہے۔(۳)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ حضرات جن حالات میں مبتلا ہیں، اس کی صورت واضح ہے کہ دونوں ہی جگہ آپ کے اپنے رہائشی مکانات ہیں، جائداد ہے، کبھی اہل وعیال کے ساتھ یہاں رہتے ہیں اور کبھی وہاں، ایسی صورت میں بلا اختلاف دونوں مقامات آپ کے لیے وطن اصلی شمار کئے جائیں گے اوردونوں ہی مقامات پر نماز پوری پڑھنا ضروری ہوگا، جو کچھ اس حقیر کی سمجھ میں آیا عرض کیا، آپ چاہیں تو اس تحریر کا حوالہ دے کر دوسرے علما سے بھی تشفی کر سکتے ہیں۔فقط واللہ تعالی اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی (فتاوی قاضی ص ۷۱-۷۶)

(۱) الکفایة مع فتح القدیر: ۲/ ۱۸، طبع رشیدیة، پاکستان

(۲) قال الشیخ نجم الدین الزاهدی: وهذا جواب واقعة ابتلینا به وکثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد لهم دور وعقار فی القرىٰ البعیدة منها فیصیفون بها بأهلهم ومتاعهم فلابد من حفظهما، أنهما وطنان له لایبطل أحد هما بالآخر. (الکفایة شرح الهدایة، باب صلاة المسافر، مخطوطة: ۲/ ۱۸، طبع رشیدیة، پاکستان)

(۳) اذا افتتح الصلاة فی السفینة حال اقامته فی طرف البحر فنقلتها الریح ونوىٰ السفر یتم صلاة المقیم==

وطن اصلی دو جگہ:

سوال: ایک شخص اپنے وطن اصلی سے بیوی، بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا؛ لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس سامان اور جائداد سے اگر چہ خود ہی منتفع ہوتا ہے، اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی، چوں کہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو وہ دوسری جگہ وطن اصلی بن گئی؛(۱) لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آئے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطن اصلی ہو جائے گی۔ (کذا فی البحر الرائق: ۱۳۶/۲، پاکستانی)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۷/۶ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۲/۷-۴۹۳)

دو وطن اصلی:

سوال: میں موضع چشتیال تعلقہ چریال ضلع ورنگل کا متوطن ہوں، جہاں میرا آبائی مکان وزرعی اراضی واقع ہے، جس کی نگرانی وآمدنی وغیرہ کے واسطے اکثر وہاں جا کر اپنے بھائی بہن کے یہاں قیام کرتا ہوں، جو کبھی بھی پندرہ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا؛ لیکن میرا موجودہ مستقلا قیام ورنگل شہر میں ہے، جو میرے وطن سے نوے (۹۰) کلومیٹر ہے، ان حالات میں کیا میں وہاں مسافر کی حالت میں ہوتا ہوں، یا مقیم کی؟ بغرض رہبری واتباع آپ کے جواب کا متمنی ہوں؟

(سید ضیاء الدین احمد، ورنگل)

== عند أبي يوسف خلافاً لمحمد؛ لأنه اجتمع في هٰذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطاً. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) "أن يتوطن في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليًا، حتى لو دخله مسافرًا، لا يتم". (البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲۳۹/۲، رشيدية)

"فالوطن الأصلي ينتقض بمثله لاغير، وهو أن يتوطن الإنسان في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها من بلدته فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليًا له، حتى لو دخل فيه مسافرًا لاتصير صلٰوته اربعا". (بدائع الصنائع، فصل وأما بيان مايصير المسافر به مقيماً: ۴۹۸/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دور وعقار في القرى البعيدة منها، يصيفون بها باهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له، لا يبطل احدهما بالآخر. (البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۹/۲، رشيدية)

الجواب

اگر آپ نے ورنگل میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہے اور یہیں بود و باش رکھنے کا ارادہ ہے تو اب وہ بھی آپ کا وطن اصلی ہے اور وہاں بھی آپ کو چار رکعت نماز ادا کرنی چاہیے، وطن اصلی تین وجوہ سے بنا کرتا ہے، ایک تو وہ جگہ جہاں آدمی کی ولادت ہوئی ہو اور وہاں اس کی جائیداد وغیرہ بھی موجود ہو، مکمل طور پر اس کو چھوڑا نہ ہو، دوسرے جس شہر میں اس نے شادی کی ہو، تیسرے جس کو اس نے مستقل جائے قیام اور وطن بنا لیا ہو، اس اصول کی روشنی میں آپ کا اپنا آبائی مقام بھی وطن اصلی ہے اور ورنگل بھی، دونوں مقامات پر قصر کے بجائے چار رکعت ادا کریں گے؛ کیوں کہ ایک شخص کے ایک سے زیادہ وطن اصلی ہو سکتے ہیں۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ حصکفیؒ نے ان باتوں کو بہ تفصیل لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"(الوطن الأصلی) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقى لم يبطل، بل يتم فيهما". (۱)

"لو نقل الرجل أهله وعياله ببلدة وتوطن ثمة وله فی مصره الأوّل دور وعقار، قال بعض المشائخ يبقى المصر الأوّل وطنا له". (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۰، ۴۷۱)

دو وطن والے کا حکم:

سوال: شخصے دو خانہ می دارد، درمیان ہر دو خانہ مسافت سفر است۔ عیال با خود ہر جا کہ می باشد میدارد۔ اہلیہ یک می دارد در یک خانہ۔ پس اگر برائے کاروبار در خانہ دیگر آید کہ عیال با خود نمی آرد قصر کند، یا نہ؟ (۳)

الجواب

اگر ہر دو وطن اصل شمردہ است و ارادہ ترک یک از انہا نکردہ است و یک مقام را ترک کردہ بدیگر مقام سکونت نگرفتہ است ہر دو وطن اصلی است در ہر یک از ان نماز تمام کند۔ (۴)

والتفصيل فی شرح المنية: (فالأصلی وهو مولد الإنسان أو موضع تأهل به ... وفی المسبوط:

---

(۱) **الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۶۱۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس**

(۲) **الفتاوى التاتارخانية، باب صلاة المسافر، نوع آخر فی بيان ما يصير المسافر به مقيماً به دون نية الاقامة: ۲/۵۱۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس**

(۳) خلاصۂ سوال: ایک شخص کے دو دو مکان ہیں، دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہے، جہاں رہتا ہے، بچوں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایک بیوی ایک گھر میں رکھتا ہے، لہذا اگر کاروبار کے مقصد سے دوسرے گھر جائے، جب کہ بچوں کو ساتھ نہ لے گیا ہو تو نماز قصر کرے، یا نہیں؟ انیس

(۴) خلاصۂ جواب: اگر دونوں جگہ کو وطن اصلی شمار کرتا ہے اور کسی ایک کو چھوڑا نہیں ہے، ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے کو ٹھہرنے کا مقام نہیں بنایا ہے تو دونوں وطن اصلی ہیں اور دونوں جگہ نماز پوری پڑھے۔ انیس

هو الذى نشأ فيه أو توطن فيه أو تأهل فقوله أو توطن فيه يتناول ما عزم القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل فعلٰى هٰذا لوعزم من له أبوان فى بلد على القرار فيه وترك الوطن الذى كان له قبله يكون وطنًا له ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيمًا وقيل يصير مقيمًا وهو الأوجه لما مر من حديث عثمان ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيمًا وإن ماتت زوجته فى إحديهما وبقى له فيها دور وعقار قيل لا بقٰى وطناً له اذا المعتبر الأهل دون الدور. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۴/۴۴۹-۴۵۰)

جس کی سکونت دو جگہ ہو، وہ نماز کس طرح پڑھ سکے گا:

سوال: یک شخص را دو موضع برائے سکونت است، یک در کوئٹہ و یک در جیکب آباد۔ در گرما کوئٹہ مقیم و در سرما جیکب آباد۔ و در درمیان ہر دو موضع مسافت سفر است۔ اگر برائے کاروبار در جیکب آباد یا کوئٹہ آمد قصر کند یا تمام خواند؟ عیال واطفال با خود ہر جا کہ می باشد ہمراہ اومی باشند و در موضع گرما و سرما مکانات و عقار و دیگر سامان گزراست و بس۔ (۲)

الجواب

اگر ہر دو موضع را وطن اصل و جائے قرار گرفتہ است و در ہر موضع مکان و عقار است و اہل و عیال در ہر دو موضع می باشند در ہر دو موضع نماز تمام کند۔ (۳)

قال فى الشامى من شرح المنية: ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيماً، الخ. (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۴/۴۴۸-۴۴۹)

کئی شہروں میں مکان ہونے کی صورت میں قصر:

سوال: زید کے تین جگہوں پر تین مکانات ہیں اور ان میں شرعی مسافت بھی ہے۔ پہلی جگہ پر جو مکان ہے، وہ آبائی ہے؛ لیکن وہاں کوئی رہتا نہیں؟ اور دوسری جگہ کا مکان بھی بنا ہوا خالی پڑا ہے۔ زید بسا اوقات وہاں جا کر پندرہ دن سے کم رہتا ہے؛ مگر دوسرے کے گھر میں؟

(۱) غنية المستملي، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ٥٥٤، ظفير

(۲) خلاصۂ سوال: ایک شخص کے پاس دو جگہ قیام گاہ ہے، ایک کوئٹہ میں اور ایک جیکب آباد میں، موسم گرما میں کوئٹہ میں قیام ہوتا ہے اور موسم سرما میں جیکب آباد میں، اور دونوں کے درمیان کی دوری مسافت سفر ہے تو اگر کاروبار کے واسطے جیکب آباد یا کوئٹہ آئے تو نماز قصر کرے، یا پوری پڑھے؟ اس کے بال بچے بھی جہاں وہ رہتا ہے، وہاں اس کے ساتھ رہتے ہیں اور موسم سرما و گرما کے دونوں مقامات پر مستقل مکانات، جائداد اور دیگر گذارہ کے اسباب ہیں اور بس۔ انیس

(۳) خلاصۂ جواب: اگر دونوں مقام کو وطن اصلی اور ٹھہرنے کی جگہ بنایا ہے اور ہر جگہ مکانات اور جائداد ہیں اور اہل وعیال دونوں جگہ رہتے ہیں تو دونوں جگہ نماز پوری پڑھے۔ انیس

اور تیسری جگہ کا مکان مستعمل ہے اور زید کی والدہ بھائی بہن وہیں رہتے ہیں۔اب تفصیل طلب یہ ہے کہ زید کس جگہ قصر کرے گا اور کہاں صلوٰۃ حضر پڑھے گا؟

هو المصوب

جس جگہ کو وطن بنالیا ہے، وہاں پوری نماز ادا کرے گا اور جس جگہ کو وطن نہیں بنایا ہے، وہاں قصر کرے گا۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی،تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱۸۳/۳)

امرتسر چھوڑ کر لاہور کو وطن اقامت بنالیا، وہ اب امرتسر میں کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: ایک شخص پہلے امرتسر میں رہتا تھا، پھر لاہور میں مع بال بچوں کے اور بیوی کے چار برس سے اقامت گزیں ہے اور امرتسر میں کچھ زمین بھی ہے اور بھائی بہن بھی امرتسر میں ہی رہتے ہیں، اگر امرتسر اور لاہور میں مسافت سفر کی ہو تو اس شخص کو امرتسر میں قصر کرنا ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اگر اس شخص نے لاہور کو وطن اصلی بنالیا ہے اور امرتسر کی سکونت ترک کردی تو امرتسر میں اگر پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہیں کی تو وہاں قصر کرے گا، **كما في الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: (الوطن الأصلي) ... (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل،الخ.** (۲)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۴۴/۴)

پہلا وطن اصلی وطن کے حکم میں ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص کی اراضی مکان ضلع جالندھر میں ہے اور اب وہ مع اہل وعیال بوجہ اراضی ملنے کے ضلع لائلپور میں چلا گیا، وہاں سکونت اختیار کرلی، چوں کہ ضلع جالندھر میں بھی اس کے مکانات اور زمین ہے، اس کے انتظام کے لیے اس کو بعد شش ماہ، یا اس سے کم وبیش مدت میں آنا پڑتا ہے۔آیا وہ شخص یہاں آکر نماز پوری پڑھے، یا قصر کرے؟

الجواب

اس میں اصح واحوط یہی ہے کہ وطن اول بھی وطن اصلی ہے۔وہاں نماز پوری پڑھے جیسا کہ بعض فقہا کے اقوال سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔(۳)

---

(۱) **وفي المجتبىٰ: نقل القولين فيما إذا نقل أهله ومتاعه وبقي له دور وعقار ثم قال: وهٰذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلين المتوطنين في البلاد ولهم دور وعقار في القرىٰ البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلابد من حفظهما أنهما وطناً له لايبطل أحدهما بالآخر. (البحر الرائق،باب صلاة المسافر: ۲۳۹/۲،انيس)**

(۲) **الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۳۲/۲،دار الفكر بيروت،ظفير**

(۳) ضمیمہ: اس سوال کے جواب میں اتمام کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ پہلی جگہ میں سکونت کا ارادہ ==

نیز اس قاعدہ سے بھی اتمام راجح ہے، جس کو علامہ شامی نے امام ابو یوسف کے قول کی ترجیح میں نقل کیا ہے کہ جس موقعہ پر قصر اور اتمام میں اشتباہ ہو تو وہاں اتمام کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ وہ عبارت یہ ہے، جو شروع صلوٰۃ مسافر میں علامہ نے نقل کی ہے:

كما فی التجنيس: إذا افتتح الصلاة فی السفينة حال إقامته فی طرف البحر فنقلتها الريح ونوىٰ السفر يتم صلاة المقيم عند أبی يوسف خلافاً لمحمد؛ لأنه اجتمع فی هذه الصلاة مايوجب الأربع ومايمنع فرجحنا مايوجب الأربع احتياطاً، الخ. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/ ۴۷۱-۴۷۲)

جب تک کسی دوسری جگہ کو وطن اصلی نہ بنالے پہلا وطن ہی وطن اصلی رہے گا:

سوال: ایک نومسلم عورت ہے، اپنے خاوند ہندو کو چھوڑ کر مسلمان ہوگئی ہے، گھر بار سب چھوڑ دیا ہے، اپنا وطن اصلی اس نے کوئی قائم نہیں رکھا، دس دن کہیں پندرہ دن کہیں، سنگی کے تھان فروخت کر کے گزر کرتی ہے، کئی حج بھی کئے، وہ دریافت کرتی ہے کہ جب کہ میرا کوئی وطن اصلی نہیں تو میں ہمیشہ نماز قصر کروں اور وطن اقامت ہی میں پوری نماز ادا کروں، یا جیسا ارشاد ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار: (الوطن الأصلی) ... (يبطل بمثله) ... (لاغير). (۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب تک وہ کسی مقام کو اپنا وطن اصلی نہ بناوے، اس وقت تک اس کا وطن اصلی سابق وطن اصلی رہے گا۔ پس وہاں پہنچ کر اتمام واجب ہے اور وہاں سے چلنے کے وقت دیکھا جاوے گا کہ کتنی دور کی نیت سے چلی ہے، اگر تین منزل کے قصد سے چلی ہے، قصر کرے گی، ورنہ اتمام۔

۱۸/ شوال ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۳۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۵۸۴)

وطن اصلی کب باطل ہوتا ہے:

سوال: ایک شخص کا وطن اصلی لاہور تھا اور پھر اس نے لاہور کو چھوڑ کر دہلی کو اپنا وطن بنالیا اور وہیں اس کے بال

== ترک نہ کیا ہو اور اگر پہلی جگہ میں سکونت کا ارادہ ترک کر دیا ہے تو پھر وہاں قصر کرے گا۔ جیسا کہ سوال ''امرتسر چھوڑ کر لاہور کو وطن اقامت بنالیا وہ اب امرتسر میں کس طرح نماز ادا کرے'' کے جواب میں گذرا ہے۔ اسی طرح سوال ''جس جگہ جائداد ہے، وہاں قصر پڑھے یا پوری'' کے جواب میں آرہا ہے۔ واللہ اعلم (محمد امین، ضمیمہ، ص: ۱۶)

(۱) ردالمحتار، باب صلاة المسافر تحت قوله قاصدًا: ۲/ ۱۲۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۲، دار الفكر بيروت، انيس

بچے اور اہلیہ ہے، غرضیکہ مدت سے وہ شخص دہلی میں مع اہل وعیال قیام گزیں ہے اور لاہور میں اس کے بھائی حقیقی اور ماں بہنیں کے مکان اور کچھ زمین بھی ہے اور رہتا وہ مدت سے دہلی میں ہے، اس شخص کو لاہور میں جانے کے لیے سوا نیت ۱۵/ یوم کے ٹھہرنے کے لیے نماز قصر پڑھنی پڑے گی، یا کہ پوری؟ رسالہ رکن دین اردو مؤلفہ مولوی رکن الدین الوری میں تحریر ہے کہ اگر پہلے وطن میں زمین، یا مکان وغیرہ ہوں تو کم نیت اقامت ۱۵/ یوم کے بھی نماز پوری پڑھنی پڑے گی، بحوالہ عالمگیری اور حالاں کہ شرح وقایہ(۱) میں عبارت یوں ہے:

"فإذا كان للإنسان وطن أصلي ثم اتخذ موضعًا آخر وطنًا أصليا سواء كان بينهما مدة السفر أولم يكن يبطل الوطن الأصلي الأول حتٰى لودخله لايصير مقيمًا إلا بنية الإقامة"۔

اور لفظ "يبطل" پر حاشیۂ عمدۃ الرعایۃ میں حدیث منقول ہے:

"يدل عليه أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وأصحابه لما دخلوا مكة فی غزوة الفتح وحجة الوداع قصروا فيها مع أنها كانت مولدهم ومسكنهم وماذلك إلا لبطلان وطنيته باتخاذ المدينة وطناً بالهجرة"۔(۲)

عبارت مذکور سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اول وطن میں اگر مکان، یا زمین وغیرہ ہو تو نماز قصر نہیں ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وطن اصلی اگر اس طرح چھوڑا جائے کہ اس سے تمام تعلقات منقطع کر دیئے جائیں، نہ کچھ زمین ومکانات ہوں اور نہ کوئی اہل وعیال میں سے وہاں ہو تو وہ وطن باقی نہیں رہتا اور پھر وہاں نماز پندرہ دن سے کم مدت میں قصر کرنا چاہیے، ورنہ وطن باقی رہتا ہے۔

فی الفتاویٰ الهندية: ويبطل الوطن الأصلي بالوطن الأصلي إذا انتقل عن الأول بأهله وأما إذا لم ينتقل بأهله ولكنه استحدث أهلاً ببلدة أخرٰی فلايبطل وطنه الأول ويتم فيهما... ولوانتقل بأهله ومتاعه إلٰی بلد وبقی له دوروعقارفی الأول قيل بقی الأول وطنًا له و إليه أشار محمد رحمه اللّٰه فی الكتاب، كذا فی الزاهدی.(۳)

اور محض کسی شہر کا مولد ومسکن ہونا وطن اصلی کے ثبوت کے لیے کافی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قصر کرنا اس وجہ سے تھا کہ وہاں آپ کا کوئی گھر وغیرہ باقی نہ تھا۔

---

(۱) بيان الوطن الأصلي والاقامة: ۲۳۸/۱، ط: مكتبة حقانية، ملتان

(۲) شرح الوقاية مع عمدة الرعاية، باب صلاة المسافر: ۱۳۸/۱، مكتبة مير محمد كراچی، انيس

(۳) الفتاوٰی الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱٤۳/۱، انيس

عن أسامة بن زيد أنه قال: يا رسول اللّٰه! أين تنزل في دارک بمكة؟ فقال: وهل ترک عقيل من رباع أو دور؟ وكان عقيل ورث أبا طالب، هو وطالب، ولم يرثه جعفر ولا علی رضی اللّٰه عنهما شيئاً، لأنهما كانا مسلمين وكان عقيل وطالب كافرين، فكان عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه يقول: لا يرث المؤمن الكافر. قال ابن شهاب: وكانوا يتأوّلون قول اللّٰه تعالىٰ: ﴿إن الذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبيل اللّٰه والذين آووا ونصروا أولئک بعضهم أولياء بعض﴾ (الأنفال: ۷۲) (الآية). (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳۷۲/۴)

جائے پیدائش میں قصر کرے گا:

سوال: زید اپنے جائے پیدائش سے ایک دوسرے مقام پر گیا اور وہیں پر اپنا ذاتی مکان بنا کر مع اہل وعیال مستقل طور پر مقیم ہوگیا اور وہیں پر ملازمت بھی کر رہا ہے؛ لیکن گاہے بگاہے زید اپنے پہلے والے (مقام) یعنی جائے پیدائش جایا کرتا ہے، چوں کہ والدین کے علاوہ اور دیگر عزیز وا قارب اور کھیتی باڑی بھی ہے تو کیا ایسی حالت میں اگر اپنے جائے پیدائش کا سفر طے کر کے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت سے آئے تو کیا ایسی حالت میں زید پر قصر واجب ہے، یا نہیں؟

(۲) زید ریل گاڑی کا ڈرائیور ہے؛ اس لیے زید اپنے ایک مقام سے دوسرے مقام گاڑی لے کر لمبے لمبے سفر طے کرتا ہے تو کیا ایسی صورت میں زید پر قصر واجب ہے، یا نہیں؟

(۳) امام صاحب مائک سے نماز پڑھا رہے تھے، اچانک درمیان میں ایک رکعت کے بعد لائٹ چلی گئی اور مجمع کثیر ہونے کی بنا پر بغیر پہلے سے مکبر مقرر کئے ہوئے کسی مقتدی نے تکبیر کہہ دی تو کیا ایسی صورت میں مکبر مع مصلیان کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

هو المصوب

(۱) جائے پیدائش کو خیر باد نہیں کہا ہے تو وہ وطن رہے گا، اتمام کرنا ہوگا۔

(۲) قصر واجب ہوگا۔

(۳) نماز درست ہوگی۔

تحریر: محمد ظہور ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱۶۱/۳-۱۶۲)

---

(۱) صحيح البخاري، باب توريث دور مكة وبيعها وشراءها: ۲۱۶/۱، قديمي، رقم الحديث: ۱۵۸۸، انيس

ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر چلا گیا اب پہلے میں آئے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے کسی وجہ سے اپنے اہل وعیال کو ''الف'' شہر سے ''ب'' شہر کو بھیج دیا اور وہ ''الف'' شہر کے گردونواح میں مسافت طے کر کے وقت گذاتا ہے، اگر وہ شخص ''الف'' شہر میں آئے، جہاں اس کا کرایہ کا مکان مقفل ہے تو وہاں وہ مقیم کہلایا جائے گا، یا مسافر؟

دوسرے جب وہ شخص ''ب'' شہر میں جائے، جہاں اس کے کل عزیز واقارب ہیں؛ مگر وہاں اس کا قیام دس روز سے بھی کم ہے اور اسے ''الف'' شہر واپس آنا ہے جہاں وہ مستقل طور پر قیام پذیر ہے تو ایسی صورت میں وہ ''ب'' شہر میں مقیم سمجھا جائے گا، یا مسافر؟ اس کو ہر طرح کا آرام ''ب'' شہر میں ہے اور ''الف'' شہر میں اس کے اہل وعیال عارضی طور پر چلے گئے ہیں؟

الجواب

معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وطن اصلی ''ب'' شہر ہے، جہاں اس کے کل عزیز واقارب ہیں۔ پس اگر اس کا وطن اصلی ''ب'' شہر ہی ہے تو وہاں پہنچتے ہی فوراً نماز پوری پڑھنی چاہیے اور ''الف'' شہر میں اگر وہ بوجہ ملازمت رہتا ہے تو وہ وطن اقامت ہے، اگر وہاں پندرہ دن، یا زیادہ کے قیام کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے، ورنہ قصر کرے۔ حاصل یہ ہے کہ وطن اصلی میں نماز پوری پڑھنی چاہیے، اگر چہ ایک دو روز کو وہاں آوے اور وطن اقامت میں اگر پندرہ دن کی نیت قیام کی ہو تو پوری نماز پڑھنی چاہیے، ورنہ قصر کرے اور وطن اصلی وہ ہے، جہاں اس کی پیدائش ہے اور والدین رہتے ہیں اور نکاح ہوا ہے۔ غرض جس جگہ کا وہ اصلی رہنے والا ہے، وہ وطن اصلی ہے، جب تک اس کو چھوڑ کر دوسرا وطن نہ بنالیوے، وہی وطن اصلی رہے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۷۹-۴۸۰)

وطن اصلی سترہ سال سے چھوڑ چکا ہے:

سوال: میرے والد صاحب کا گاؤں منگل ویڑا (شولاپور) ہے مگر ہم پونہ میں تقریباً ۱۷ سال سے مقیم ہیں۔ اب والد صاحب کھیت کے کام کی وجہ سے گاؤں جاتے ہیں ایک ہفتہ کے لئے تو والد صاحب وہاں مسافر کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ اور ہمارے لئے کیا حکم ہے کیا ہم بھی مسافر ہیں؟ مستفتی: شفیق، پونہ

الجواب

منگل ویڑا آپ کے والد کے لیے وطن اصلی ہی ہے؛ اس لیے کہ وہاں کا کھیت آپ کے والد نے باقی رکھا ہوا ہے،

(۱) الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقي لم يبطل. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱-۱۳۲، دار الفكر بيروت، ظفير)

ہمیشہ کے لئے چھوڑ نہیں دیا، آپ کے والد صاحب اپنے گاؤں میں بھی مقیم ہوں گے، ظہر، عصر، عشا چار رکعت پڑھیں گے، اگر آپ لوگوں کی پیدائش بھی اسی گاؤں ہی کی ہے تو آپ کا بھی یہی حکم ہے۔

(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته وتأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما. (۱)**والله أعلم وعلمه أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ (فتاویٰ شاکر خان: ۱۰۹/۲)

مسافر کا ایک جگہ سے دوسری جگہ کوچ کرنا:

سوال: مسافر نے ایک جگہ اقامت کی نیت کر لی، پھر وہاں سے کوچ کرتا ہے تو احکامِ سفر نافذ کرنے کے واسطے اب بھی تین روز کی مسافت ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب

تین روز کی مسافت معتبر ہے۔

رسائل میں ہے:

"الحد الشرعي للسفر عندنا ثلثة أيام فإذا أراد أن يسير من موضع إقامته إلى موضع آخر بينه وبينه (أي موضع الإقامة) ميسرة ثلثة أيام يصير مسافراً" انتہٰی. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۷)

اپنے اہل وعیال کے دوسری جگہ منتقل ہونے سے وطن کا باقی رہنا، یا زائل ہونا:

سوال: ایک شخص نے جس کا مکان سکونت اس کی زاد بوم وطن اصلی میں ہے، اس کی زوجہ اولیٰ دیگر اعزا و اقران اس کے سبب وہیں ہیں، دوسرے شہر میں فقط زوجۂ ثانیہ کے قیام وسکونت کے لیے مکان بنایا، چند سال کے رہنے کے بعد باعث ناموافقت آب وہوا و ابتلاء با مراض رہنے زوجۂ ثانیہ کے وطن زاد بوم میں اپنی زوجۂ ثانیہ کو لے جانا پڑا اور اس دوسرے شہر کے مکان کو مقفل کر دیا، بعضے اسباب خانہ داری بھی اب تک یہیں ہیں اور زوجۂ ثانیہ کا پھر اس دوسرے ایک شہر میں آنا بھی اس دم تک مشکوک ہے، ایسے حال میں وہ شخص اگر ایک دو دن کے لیے کسی ضرورت سے، یا مکان کی نگرانی کے خیال سے اس شہر میں مسافت طے کر کے آئے تو اس کو قصر کرنا ہوگا، یا چار رکعت پوری فرض ادا کرنا ہوگا؟ اس مسئلہ میں جو قول محقق ومفتی بہ بمذہب حنفی ہو، مع نقل عبارت معتبرات رقم فرمایا جاوے؟ **بينوا أيها العلماء الكرام أحسن الله جزاكم يوم القيام.**

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۱-۱۳۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) رسائل الأركان، فصل في صلاة السفر، ص: ۱۴۴، المطبع اليوسفي بلكناؤ، انيس

الجواب

فی ردالمحتار: قال فی النهر: ولو نقل أهله ومتاعه وله دور فی البلد لاتبقی وطناً له، وقیل: تبقی، کذا فی المحیط، آه.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مذکورہ میں دونوں قول ہیں اور یہی دونوں قول فتح القدیر اور البحر الرائق میں بھی نقل کئے ہیں اور بحر میں دونوں قول کی دلیلیں بھی نقل کی ہیں اور فتح القدیر میں دونوں کی تطبیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور میرے نزدیک تطبیق ہی مختار ہے، چناں چہ اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول "هذا حالی و أنا أری القصر إن نوی ترک وطنه" نقل کر کے لکھا ہے: "إلا أن أبایوسف کان یتم بها لٰکنه یحمل علٰی أنه لم ینو ترک وطنه، آه". خلاصہ تطبیق کا یہ ہوا کہ اگر اس دوسرے شہر میں پھر بطور وطن رہنے کا ارادہ نہیں ہے، جس طرح پہلے رہتا تھا، تب تو وطن نہ رہا، وہاں جا کر قصر کرے گا، جب مسافت سفر طے کر کے آئے اور اگر اب بھی اسی طرح رہنے کا ارادہ ہے تو وہ بھی وطن ہے، پس اس شخص کے دو وطن ہو جاویں گے۔

۷ر محرم ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ: ۱۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۸۴-۵۸۵)

جس جگہ جائداد ہے، وہاں قصر پڑھے، یا پوری:

سوال: ایک شخص کی اور اس کے باپ بھائیوں کی جائداد اور مکانات ایک قریہ میں واقع ہیں، پہلے ان مالکان کی رہائش اور سکونت بھی اسی قریہ میں تھی، اب کچھ عرصہ سے دوسری جگہ سکونت منتقل کر لی ہے، ان میں سے ایک شخص فصل کے موقع پر وہاں جا کر آمدنی وصول کرلاتا ہے تو جو شخص وہاں جاتا ہے، وہ قصر پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا وہاں قصد ہے تو قصر پڑھے گا اور اگر پندرہ دن، یا زیادہ قیام کے ارادہ سے وہاں جاوے گا تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر کچھ ارادہ پختہ نہ ہو؛ بلکہ یہی ارادہ ہے کہ دو چار دن میں چلا جاؤں گا، یا جب وصول ہوگا، چلا جاؤں گا تو برابر قصر کرے گا، (۲) اگر چہ بلا ارادہ زیادہ دنوں ٹھہرنا ہو جاوے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۶۹-۴۷۰) ☆

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطن الأصلی ووطن الاقامة: ۲/۱۲۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ولو کان له أهل ببلدتین فأیتهما دخلها صار مقیمًا فإن ماتت زوجته فی إحدیهما وبقی له فیها دور وعقار، قیل: لا یبقی وطناً له إذ المعتبر الأهل دون الدار. (رد المحتار، مطلب فی الوطن الأصلی ووطن الاقامة: ۲/۱۳۱، دار الفکر، ظفیر)

(الوطن الأصلی) ... (یبطل بمثله) إذا لم یبق له بالأول أهل. (الدر المختار)

وفی الرد تحت: أی وإن بقی له فیه عقار. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۱-۱۳۲، دار الفکر، انیس)

(۳) ولایزال علٰی حکم السفر حتٰی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یومًا أو أکثر. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۰)==

بچوں سمیت دوسرے شہر میں قیام پذیر کی نماز کا حکم:

سوال: اپنے بچوں کے ساتھ دوسرے شہر میں رہنے والے کو قصر کی نماز کس گھر میں ادا کرنی ہوگی؟ ماں باپ کے گھر میں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اگر ماں باپ کے گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ چکا ہے تو یہاں مسافر ہوگا اور اگر اس کو مستقل طور پر چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا تو دونوں جگہ مقیم ہوگا اور پوری نماز پڑھے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸۹/۴)

مرید کا گھر وطن اصلی کے حکم میں نہیں ہے:

سوال: زید اپنے دوران سفر جب کسی مرید کے یہاں قیام کرتے ہیں تو پوری نماز ادا کرتے ہیں اور دوسری جگہ کے قیام میں قصر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرید عقیدتاً، نسبتاً اولاد ہے، اس لئے ہم مرید کے یہاں پہونچتے ہی اقامت کی نیت کر لیتے ہیں خواہ کتنے ہی دن رہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر کوئی شخص مسافت سفر طے کر کے اپنی اولاد کے یہاں بھی جائے تو وہ مسافر ہی رہتا ہے اور پندرہ روز سے کم

== (أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) واحد(صالح لها) ... (فيقصر إن نویٰ) الإقامة (في أقل منه أی من نصف شهر... (أودخل بلدة ولم ينوها) أی مدة الإقامة (بل ترقب السفر) غدًا أوبعده (ولوبقی) علٰی ذلک (سنين). (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲-۱۲۶، دار الفكر بيروت، ظفير)

☆ **قصر کے لیے گھر بنانا معتبر نہیں:**

سوال: ایک شخص کی سکونت وطن اصلی میں ہے، دوسرے شہر میں فقط زوجہ ثانیہ کے قیام وسکونت کے لیے مکان بنایا، بعد چند سال کے بوجہ ناموافقت آب وہوا کے زوجہ ثانیہ کو وطن اصلی میں لے جانا پڑا اور اس دوسرے شہر کے مکان کو مقفل کر دیا، بعض اسباب خانہ داری بھی اب تک یہیں ہیں اور زوجہ کا پھر یہاں آنا بھی مشکوک ہے۔ اس صورت میں اگر وہ شخص کسی ضرورت سے مسافت طے کر کے اس دوسرے شہر میں آئے تو اس کو قصر کرنا ہوگا، یا چار رکعت پوری ادا کرنا ہوں گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس حالت میں اس کو قصر کرنا ہوگا، كما في شرح المنية: إذ المعتبر الأهل دون الدار وهكذا في رد المحتار. (غنية المستملی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ٥٤٤، ظفير) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۹۲/۴)

(۱) (الوطن الأصلی) ... (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقی لم يبطل بل يتم فيهما. (وفي الرد تحت) أی بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة. (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/۲-۱۳۲، باب صلاة المسافر، ط: ایچ ایم سعید)

رہنے کی صورت میں اس پر قصر واجب ہے، دو چار روز رہنے کی نیت سے وہ شرعاً مقیم نہیں ہوتا، اگر قصر نہیں کرتا ہے تو ناجائز کرتا ہے، مرید تو شرعاً اولاد بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ مرید ہ سے نکاح جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/۹/۴۳/۱۳۷۳ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۲۰)

متبنی ہونے سے وطن اصلی نہیں بنتا:

سوال: ایک شخص نے دیوبند سے تقریباً تین سو میل کا سفر کیا اور جہاں یہ شخص گیا، وہاں کا یہ متبنی ہے اور وہاں پر آٹھ نو روز قیام کرنے کا ارادہ ہے۔آیا اس شخص کو دوران قیام نماز پوری ادا کرنی ہوگی، یا قصر ادا کرے گا؟ اگر یہ مذکور شخص نماز پڑھادے بھول کر تو کیا حکم ہے؟ اور اگر جان کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے، یا الگ الگ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اگر وہ مقام اس کا وطن اصلی نہیں ہے تو صورت مذکورہ میں وہ قصر کرے گا، اتمام نہیں کرے گا، اس کی امامت جائز ہے؛ مگر قصر کرے، اتمام کرنے سے مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی۔(۲) جان کر اتمام کرنے سے گنہگار بھی ہوگا، بھول کر اتمام کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۷/۴۹۹)

(۱) جو جگہیں وطن اصلی کے حکم میں ہیں، جہاں پہنچتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، ان میں سے مرید کا گھر نہیں ہے۔[مجاھد]

"(الوطن الأصلی) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه". (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر:۲/۶۱۴، مکتبة زکریا دیوبند، انیس)

(۲) لونوی الاقامة لا لتحقیقها بل لیتم صلاة المقیمین لم یصر مقیما". (وفی الرد قوله: "لم یصر مقیما). فلو أتم المقیمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل". (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر:۲/۱۳۰، سعید)

"حتی لو أتم المقیمون صلاتهم معه فسدت صلاتهم؛ لأن هذا اقتدا المفترض بالمتنفل ولا یصح، آه". (منحة الخالق حاشیة البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب المسافر:۲/۲۳۸، رشیدیة)

(۳) فلو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولی تم فرضه و) لکنه (أساء) لو عامدًا لتأخیر السلام و ترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لا یحل کما حرره القهستانی بعد إن فسر "أساء" "بأتم" "واستحق النار". (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر:۲/۱۲۸، سعید)

"فلو أتم وقعد فی الثانیة صح، وإلا لا): أی وإن لم یقعد علی رأس الرکعتین، لم یصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخریان له نفلاً کالفجر وصار آثما لتأخیره السلام". (البحر الرائق، باب المسافر:۲/۲۳۰، رشیدیة)

رسالة أحكام القصر في بعض أحكام السفر؛ یعنی بعض مسائل متعلق نماز قصر:

سوال: جائے ملازمت گو وطن تو نہیں ہے؛ لیکن وہاں پر اہل وعیال مقیم رہتے ہیں تو کیا محض اہل وعیال کے مقیم ہونے کی بنا پر وہاں ہر حال میں نماز کا اتمام کیا جائے گا، خواہ مسافر ہی ہو اور اگر بوجہ مسئلہ اس کے خلاف جاننے کے ایسے مقام پر قصر ہی پڑھتا رہا تو کیا اعادہ ضروری ہوگا، حالاں کہ یاد نہیں کہ کتنی نمازیں ایسی پڑھی گئیں؟

(۲) اگر زوجہ کسی ایسے جگہ مقیم ہو، جو نہ اس کا وطن ہو، نہ اس کے شوہر کی جائے ملازمت ہو تو اس جگہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر زوجہ اپنے ماں باپ کے پاس گئی اور وہ مقام ماں باپ کا وطن نہیں ہے؛ مگر ماں باپ وہاں مقیم ہیں تو اگر شوہر وہاں عارضی طور پر بحیثیت مسافر کے جائے تو وہ قصر کرے، یا نہیں؟ اور اگر وہاں زوجہ بھی موجود ہو؛ مگر وہاں اس کا مستقل قیام نہیں؛ بلکہ بطور مہمان کے گئی ہے تو اس صورت میں شوہر مسافر قصر کرے، یا اتمام؟

(۴) کیا زوجہ کے وطن میں بحالت عدم موجودگی زوجہ بھی، یا بحالت موجودگی زوجہ جب کہ خود اس کا قیام مسافرانہ ہو، مسافر شوہر اتمام کرے؟

(۵) دورہ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مقامات دورہ تجویز کئے جاتے ہیں، اس صورت میں مجموعی مسافت کا اعتبار ہوگا، یا صرف اس مقام کو جہاں کا فاصلہ مرکز سے بہ نسبت دیگر مقامات دورہ کے سب سے زیادہ ہو، منتہی سفر کا سمجھا جائے گا اور جہاں سے فاصلہ کم ہونا شروع ہو جائے، وہ سفر واپسی سمجھا جائے گا اور اس کا اعتبار نہ کیا جاوے، نیز اگر صورت دورہ اس طرح ہو، جس میں مرکز سے چل کر مرکز ہی پر لوٹنے کا ارادہ ہے اور کل مجموعہ مسافت مرکز سے مرکز تک ۴۸ میل ہے اور درمیان میں جتنے مقامات ہیں، وہ سب مقصود ہیں، قریب کا بھی ارادہ ہے، بعید کا بھی تو اس صورت میں قصر ہوگا، یا نہیں؟

(۶) صورت مذکورہ نمبر: ۵ میں اگر اس طرح مقامات دورہ تجویز کئے جائیں کہ کبھی تو مرکز سے زیادہ فاصلہ کے مقام پر پہنچے اور کبھی کم فاصلہ کے مقام پر اور اس کے بعد پھر دور کے فاصلہ پر جس طرح کہ حسب ذیل نقشہ انتہائی مقام کا فاصلہ میں دکھلایا گیا ہے، اس کا کیا حکم ہے اور آیا مرکز سے کسی مقام کی مسافت بخط مستقیم محسوب کی جائے گی، خواہ راستہ عام بخط مستقیم نہ ہو، بہر صورت؟

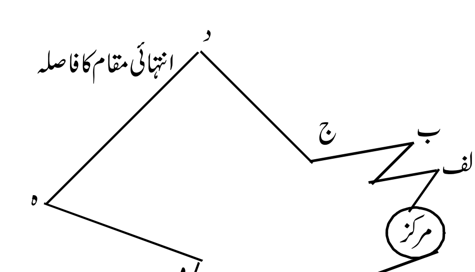

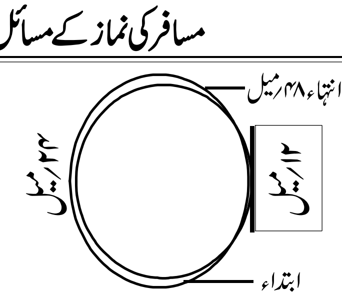

(۷) اگر ایک مقام براہ راست تو حد مسافت پر نہیں ہے؛ مگر پھیر کھا کر جاتا ہے اور جس راستہ سے جاتا ہے، اس سے مقدار مسافت قصر پر ہے تو کیا حکم ہے، مثلا یہ صورت ہے، جو ذیل میں دکھلائی گئی؛ یعنی براہ راست تو صرف بارہ میل اور چکر کھا کر ۲۴+۲۴ = ۴۸ میل۔

(۸) امام مسافر ہے؛ لیکن مسافر مقتدی کو امام کا مسافر ہونا نہیں معلوم تھا؛ اس لیے اس نے چار کی تو کیا وہ پوری چار پڑھے، یا امام کے ساتھ دو رکعت ہی پر سلام پھیر دے؟

الجواب

قال فی البحرعن المحیط:لوکان له أهل بالکوفة وأهل بالبصرة فمات أهله بالبصرة وبقی له دور وعقار بالبصرة،قیل: البصرة لا تبقی له وطناًله؛ لأنها إنما کانت وطنًا بالأهل، لا بالعقار، ألا تریٰ أنه لوتأهل ببلدة لم یکن له فیها عقارصارت وطناً له وقیل:تبقی وطنا له؛لأنها کانت وطنًا له بالأهل والدار جمیعًا فبزوال أحدهما لایرتفع الوطن کوطن الإقامة تبقی ببقاء الثقل وإن أقام بموضع آخر،آه، وفی المجتبیٰ نقل القولین فیما إذا نقل أهله ومتاعه وبقی له دوروعقارثم قال وهٰذا جواب واقعة ابتلینا بها وکثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولهم دور وعقار فی القریٰ البعیدة ویصیفون بها بأهلهم ومتاعهم فلابد من حفظها أنهما وطنًا له لایبطل أحدهما بالآخر،آه.(۱)

وفی السراجیة: إذا دخل المسافربلدة له فیها أهل صارمقیمًا نویٰ الإقامة أولا. (۶۲/۱)

ان جزئیات سے خصوصاً مجتبیٰ کے جزئیہ سے معلوم ہوا کہ جس مقام پر انسان مع اہل وعیال کے مقیم ہو، گو قیام عارضی ہو کہ زمانہ صیف ہی میں وہاں قیام کرتا ہو، وہ اس کا وطن ہو جاتا ہے اور جب تک وہاں اہل وعیال مقیم رہیں گے، وطن رہے گا، تنہا اس کے سفر سے وہ وطن باطل نہ ہوگا، جب تک وہاں سے اہل وعیال کو منتقل نہ کرے۔ پس صورت مسئولہ جائے ملازمت پر جب اہل وعیال مقیم ہیں، وہاں نماز کامل پڑھنا چاہیے اور چوں کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے؛ اس لیے اس سے پہلے جن نمازوں میں فتویٰ آخر کی وجہ سے قصر کیا گیا ہے، ان نمازوں کا اعادہ واجب نہیں۔

فإن العامی مکلف بما أفتاه به عالم وطاعاته علٰی قوله صحیحة،کما هو الظاهر.

(۲) شوہر اس حالت میں قصر کرے؛ کیوں کہ مجرد اقامت اہل توطن کو مستلزم نہیں؛ بلکہ یا تو وہ جگہ بیوی کا وطن ہو اور بیوی وہیں رہتی ہو، یا شوہر نے مع اہل وعیال وہاں اقامت کر رکھی ہو اور اس کو اپنے اہل وعیال کا مسکن بنایا ہو، خواہ عارضی ہی ہو، صرف بیوی کے عارضی قیام سے وہ جگہ شوہر مسافر کے لیے موجب اتمام نہ ہوگی۔

(۱) البحر الرائق،باب صلاة المسافر:۱۳۹/۲،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

ودليل الأول ما فی شرح المنية: لوتزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به،فقيل: لايصير مقيماً وقيل: يصير مقيمًا وهو الأوجه،لما مر من حديث عثمان"إنی تأهلت بمكة منذ قدمت وإنی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول: من تأهل فی بلد فليصل صلاة المقيم،الخ.(۱)

أی من تأهل ببلد وأقر أهله به لا بدليل قصره صلی اللّٰه عليه وسلم وأزواجه بمكة مع أنه تزوج بمكة ولكن لم يقر أهله به وأما عثمان فقد كان له أهل مكة مقيم لها فصار بها مقيما بمكة كلما أتی بها ولم ينو الإقامة بنفسه بل كانت الإقامة له بها حراماً لكونه مهاجراً.

(۳) اگر بیوی اپنے وطن میں نہیں رہتی؛ بلکہ شوہر کے پاس رہتی ہے تو شوہر اور بیوی دونوں بحالت سفر وہاں قصر کریں گے،بدليل قصره صلی اللّٰه عليه وسلم وأهله بمكة.

(۴) اس کا جواب وہی ہے جو اوپر گذرا۔

قال فی شرح المنية: ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيمًا وإن ماتت زوجته فی أحديهما وبقی له فيها دور وعقار قيل لا يبقی وطناً له إذ المعتبر الأهل دون الدار كما لو تأهل ببلدة واستقرت سكنا له وليس له فيها دار وقيل تبقی،آه.(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ محض "تزوج ببلدۃ" یا "اقامت اہل ببلدۃ" موجب اتمام نہیں؛ بلکہ اس کے ساتھ استقرار سکونت زوجین بھا،یا استقرار زوجہ وحدہا شرط ہے اور صورت مسئولہ میں استقرار سکونت نہیں ہے،نہ زوج کے لیے نہ زوجہ کے لیے،بخلاف جائے ملازمت کے کہ وہاں استقرار سکونت ہے؛ کیوں کہ وہاں زوج مکان کرایہ پر لیتا اور اسباب تعیش خانہ داری کے لیے مہیا کرتا ہے۔پس وہ نظیر اس جزئیہ کی ہے،جو مجتبی سے اوپر نقل کی گئی ہے،وہاں پہنچ کر زوج مسافر مقیم ہو جائے گا،جب کہ وہاں شوہر کے اہل وعیال مقیم ہیں اور اس مسئلہ میں مالکیہ بھی ہمارے موافق ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے وہ بھی احتجاج کرتے ہیں۔

قال سحنون فی المدونة: وقال مالک فی من خرج من أفريقية يريد مكة وله بمصر أهل فأقام عند هم صلاة واحدة أنها يتمها...قال ابن القاسم: قلت لما لک: الرجل المسافر يمر بقرية من قراه فی سفر وهو لايريد أن يقيم بقرية تلک إلا يومه وليلته وفيها عبيده وبقره وجواريه وليس له بها أهل ولا ولد؟ قال: يقصر الصلاة إلا أن يكون نوی أن يقيم فيها أربعة أيام أو يكون فيها أهله وولده فإن كان فيها أهله وولده أتم الصلاة،قلت: أريت إن كانت هٰذه القرية التی أهله وولده مر بها فی سفره وقد هلک أهله وبقی فيها ولده يتم الصلاة،أم يقصر؟ قال: يقصر،قال:

(۱) غنية المستملی،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر،ص: ۴۳۸،انيس

(۲) غنية المستملی،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر،ص: ۵۴۴،انيس

إنما محمل هٰذا رأى القصر بعد هلاک الأهل) عند مالک إذا كانت (القرية بعد هلاكها) مسكناً له، أتم الصلاة وإن لم تكن له مسكنا لم يتم الصلاة، آه. (۱)

وأما قبل هلاكها فهي مسكنا له البتة فإن مسكن المرأة مسكن له كما دل عليه حديث عثمان رضي الله عنه وإمامته بمنىٰ والله تعالىٰ أعلم

(۵، ۶) قصر میں اعتبار اس مقام کا ہے، جس کی نیت سے اس نے جائے اقامت سے خروج کیا ہے۔ پس صورت مسئولہ میں جو شکل بنائی گئی ہے، اگر سائل نے مرکز سے سفر کرتے ہوئے، یہ نیت کی ہے کہ وہ مقام ''ز'' پر جائے گا؛ مگر اپنی سہولت کے لیے اس نے مقام ز کا راستہ یوں اختیار کیا کہ مقام ''لف'' و ''ب'' و ''ج'' و ''د'' و ''ہ'' و ''و'' پر گذرتا ہوا جائے اور اس راستہ سے مقام ز مرکز سے مسافت قصر ۴۸ میل، یا تین دن کی مسافت پر ہے تو اس کو نماز قصر کرنا چاہیے، بشرطیکہ تین دن کی مسافت طے کرنے سے پہلے مرکز پر درمیان میں لوٹنے کا ارادہ نہ ہو۔ پس اب اس شخص پر ''**خروج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثه أيام**'' صادق آ گیا اور یہی مدار ہے تحقیق سفر کا اور چوں کہ اس کا ارادہ ابتدا ہی سے مقام ''ز'' پر پہنچنے کا ہے، اس طرح کہ ''الف''، ''ب''، ''ج''، ''د''، ''ہ''، ''و'' کو اس کے لیے طریق بنائے تو یہ کہنا مشکل ہے کہ منتہائے سفر وہ مقام ہے، جس کا فاصلہ مرکز سے سب سے زیادہ ہے؛ یعنی مثلاً ''د'' اور اس کے بعد ''ہ'' اور ''و'' کو سفر واپسی کا سفر بنایا جائے؛ بلکہ سفر واپسی اس وقت شروع ہوگا، جب کہ وہ ''ز'' سے مرکز کا ارادہ کرے گا، جو اس کے ارادہ میں منتہائے سفر ہے، البتہ اگر یہ شخص مرکز چلتے ہوئے مقام ''ز'' کا براہ ''الف'' و ''ب'' و ''ز'' و ''ہ'' و ''د'' قصد نہ کرے؛ بلکہ مقام ''د'' کا قصد کرے، جو کہ اٹھارہ میل نہیں ہے اور وہاں سے براہ راست ''و'' و ''ز'' مرکز پر لوٹنے کا قصد کرے تو چوں کہ مرکز سے چلتے ہوئے، اس نے مسافت قصر کا ارادہ نہیں کیا، اس لیے مسافر نہ ہوگا، پس اس کو یہ مسافر خود دیکھ لے کہ اس کی نیت مرکز سے چلتے ہوئے مقام ''ز'' تک پہنچنے کی ہے، ور وہاں سے عود الی المرکز کا قصد ہے، یا مقام د تک پہنچنے کی ہے اور وہاں سے عود الی المرکز کا قصد ہے۔ صورت اولی میں جو جواب یہاں دیا گیا ہے، وہی امداد الفتاوی ص: ۸۵/ ج: ۱ میں مرقوم ہے۔

قال في الدر: (المسافر) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلثة أيام ولياليها) ... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) ... (ولو لموضع طريقان، أحدهما مدة السفر ولآخر أقل قصر في الأول دون الثاني، آه. (۸۲۰/۱-۸۲۱) (۲)

قلت: فمن خرج من مركز ''ه'' قاصدًا موضع ''ز'' بحيث يجعل مواضع ''الألف'' و ''الباء''

(۱) المدونة، باب في قصر الصلاة للمسافر: ۲۰۶/۱-۲۰۷، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳، دار الفكر بيروت، انيس

و"الجيم"و"الدال"و"الهاء"و"الواو"وطريقًا له فقد صدق عليه أنه خرج من موضع إقامته قاصدًا مسيرة ثلثة أيام ولايجعل راجعًا إلٰى المركزقبل بلوغه موضع"ز"،لكونه منتهى سفره فى قصده وإنما يجعل راجعًا إذا خرج من موضع"ز"،فإن رجع من الطريق التى جاء منها قصر حتمًا وإن رجع من طريق أقل قصر أيضًا حتىٰ يدخل عمران مركزه هٰذا ما علمته والله تعالىٰ أعلم

اور نیت واپسی کی تحقیق بظاہر یہ ہے کہ جو مقام ارادہ مسافر میں منتہی سفر ہے، وہاں سے وطن، یا مرکزِ اقامت کا قصد کرنا نیت واپسی ہے۔ پس جب تک منتہی سفر سے بارادہ وطن، یا مقام اقامت نہ لوٹے اس وقت تک رجوع کا تحقق نہ ہوگا، اس کو راجع کہا جائے گا، هٰذاما فهمته ولم أره صريحاً ولا أرجو وجدان التصريح به.

(۷) اس صورت میں بھی قصر لازم ہے۔

(فإن العبرة للطريق التى سلكها) وفى الرد: ولوكان اختارالسلوك فيه بلاغرض صحيح خلافًا للشافعي، كما فى البدائع. (شامی)(۱)وقد مرقول الدر: ولولموضع طريقان أحدهما مدة السفرو الآخرأقل قصرفى الأول دون الثاني،آه.

اس کی مثال یہ ہے کہ تھانہ بھون سے دیوبند براہ راست ۱۲؍کوس ہے اور براہ ریل مسافت قصر ہے۔ پس براہ ریل تھانہ بھون سے دیوبند جانے والا قصر کرے گا اور یہ نہ کہا جاوے گا کہ سہارن پور سے چل کر اب سفر واپسی شروع ہو گیا؛ کیوں کہ سہارنپور انتہائی فاصلہ کا مقام ہے اور اب سہارنپور سے دیوبند کی طرف جوں جوں قریب ہوں گے تھانہ بھون سے قرب ہوتا جائے گا، مثلا نا گل جو درمیان دیوبند وسہارنپور ہے، تھانہ بھون سے براہ راست ۱۵؍کوس ہے، سو اس کا اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ سہارنپور سے دیوبند جاتے ہوئے بھی یہ سفر ہی کر رہا ہے، واپسی نہیں کر رہا ہے، گو اس کا قصد دیوبند سے تھانہ بھون براہ راست ہی آنے کا کیوں نہ ہو، اس مثال سے صورت سابقہ) نمبر:۵،۶) کی بھی وضاحت ہوگئی کہ جو شخص مرکز سے مقام "ز" کا قصد کر کے چلا ہے، وہ مقام "ز" پر پہنچنے سے پہلے راجع نہیں ہے، گو مسافت مقام "د" سے چل کر کم ہوتی جائے اور اگر کوئی شخص تھانہ بھون سے سہارنپور کا قصد کر کے چلا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ سہارنپور سے واپس تھانہ بھون اس طرح ہوگا کہ سہارنپور سے دیوبند جا کر دیوبند سے براہ راست براہ پیادہ آئے تو یہ شخص مسافر نہیں؛ کیوں کہ تھانہ بھون سے سہارنپور مسافت قصر نہیں اور سہارنپور سے براہ دیوبند جو واپسی ہے، وہ بھی مسافت قصر نہیں؛ اس لیے اتمام کرے گا۔ یہ اس کی مثال ہے، جو جواب سابق میں مرکز سے بقصد د چلنے کی اور وہاں سے براہ "ہ" و و ز مرکز پر واپس ہونے کے مرکوز ہے، فافہم، رہی یہ صورت کہ کوئی شخص مرکز سے مرکز ہی کی طرف عود کرنے کے ارادہ سے سفر شرع کرے، اور بصورت دائرہ سفر کرے مثلاً مرکز اور درمیان میں جتنے مواضع ہیں، وہ سب مقصود ہیں

---

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۱، دار الفكر بيروت، انيس

اور مرکز سے مرکز تک ۴۸ ؍میل کی مسافت ہے تو اس صورت میں یہ شخص مسافر نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ خروج من عمارۃ البلد کے وقت مسافت قصر کا قاصد نہیں؛ اس لیے کہ مسافت قصر کا تحقق مرکز سے علاوہ نہیں؛ بلکہ مرکز کو داخل مسافت کر کے مسافت قصر کا تحقق ہوگا اور اس سے سفر کا وجود نہیں ہوسکتا؛ بلکہ وجود سفر کے لیے یہ لازم ہے کہ مقام اقامت سے نکل کر اس کے علاوہ کئی ایسے مقام کا قصد ہو کہ اس میں اور مقام اقامت میں مسافت ۴۸ ؍میل کی ہو، اس راستہ سے جس کو اس نے اختیار کیا ہے، گو دوسرے راستہ سے مسافت کم ہو، اب اگر مقام اقامت سے علاوہ مسافت قصر نہیں تو یہ مقیم ہوگا اور اس سے علاوہ ۴۸ ؍میل ہو تو مسافر ہوگا۔

قال مالک فی الرجل یدور فی القری ولیس بین منزله وبین أقصاها أربعة برد وفیما یدور من دوره أربعة برد وأکثر قال: إذا کان فیما یدور فیه ما یکون أربعة برد قصر الصلاة، آه. (مدونة مالک)(۱)

جس وقت امام نے خود دو رکعت پر سلام پھیرا، اگر مسافر مقتدی کو معاً یہ خیال آ گیا کہ امام مسافر ہے اور اس کے مقیم ہونے کا اور سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ نہیں ہوا، تب تو مقتدی کو دو رکعت پر سلام پھیر کر مطمئن رہنا چاہیے اور اگر امام کے متعلق سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ ہوا تو مقتدی کو امام کے ساتھ نماز ختم کر کے اگر تحقیق سے مسافر، یا مقیم ہونا معلوم ہو گیا تو مسافر ہونے کی صورت میں نماز صحیح ہو گئی اور مقیم ہونے کی صورت میں اعادہ کرے، جیسا جزئیہ آیت مذکور ہے اور اگر تحقیق نہیں کی اور اسی شبہ کی حالت میں مقتدی نے دو رکعت پر اکتفا کیا تو اس نماز کا اعادہ کر لے۔ (والتفصیل فی بہشتی گوہر، ص: ۵۷-۵۸ بحوالہ رد المحتار: ۱/۸۲، و ۸۷۵) فقط

۱۰ ؍رجب ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۳۳۰-۳۳۷)

وطن اقامت میں پندرہ دن کی نیت ہو تو پوری پڑھے، ورنہ قصر کرے:

سوال: زید کا اصلی وطن الٰہ آباد ہے اور ملازم انبالہ میں ہے، ہمیشہ دورہ میں رہنا پڑتا ہے۔ انبالہ میں صرف دو ایک روز قیام ہوتا ہے اور ضلع کے بعض مقام ۳۶ ؍میل سے زیادہ ہیں اور بعض مرتبہ انبالہ کے قرب وجوار میں دورہ کرنا پڑتا ہے، اس کو نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا پوری؟

الجواب

وطن اصلی زید کا تو الٰہ آباد ہی رہے گا اور انبالہ وطن اقامت ہے، وہاں اگر پندرہ روز قیام کی نیت کی گئی تو پوری نماز پڑھنی ہوگی، ورنہ قصر کرنا ہوگا، (۲) اور انبالہ میں اگر پندرہ روز قیام کی نیت ہوئی اور وہاں نماز پوری پڑھی گئی تو پھر جب

(۱) المدونة، کتاب الصلاة الثانی، باب قصر الصلاة، للمسافر: ۱/۲۰۷، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) (أو ینوی) (إقامة نصف شهر) حقیقةً أو حکمًا ... (بموضع) واحد (صالح لها) ... (فیقصر إن نوی) الإقامة (فی أقل منه) أی من نصف شهر. (الدر المختار علی رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، دار الفکر بیروت، ظفیر)

انبالہ سے ۴۸ رمیل سفر کا ارادہ ہو تو قصر کرے، ورنہ پوری پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴؍۴۶۱)

پہلے قیام کی نیت تھی، پھر نیت بدل گئی تو قصر کرے گا:

سوال: زید مسافر نے قصبہ میں پندرہ روز قیام کی نیت کر کے چار رکعت پڑھادی؛ مگر عصر کے وقت پندرہ روز قیام کی نیت فسخ کردی اور چار رکعت والی نماز کو دو ہی رکعت پڑھنا پڑھانا شروع کردی تو یہ امامت ونمازیں صحیح ہوئی، یا نہیں؟ مسافر کو بعد نیت قیام عزم فسخ کرنے پر پوری نماز پڑھنی چاہیے، یا قصر؟

الجواب

زید کا پہلے بہ نیت قیام پوری نماز پڑھنا اور بعد کو بوجہ فسخ کرنے نیت قیام کے قصر کرنا درست وصحیح ہے، مسافر کو بعد فسخ کرنے نیت قیام قصر ہی پڑھنا چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴؍۴۷۳)

اگر کہیں اولاً پندرہ یوم اقامت کی نیت کی تو آس پاس دورہ میں پوری نماز پڑھنا ہوگی:

سوال: ایک آفیسر کا صدر مقام سکندر آباد ہے، جہاں ان کے بال بچے بھی رہتے ہیں اور ان کی ملازمت دوازدہ ماہ کے دورہ کی ہے، سکندر آباد سے ایک طرف علاقہ ۳۲ رمیل اور ایک طرف پانچ میل اور ایک طرف ۲۱ رمیل اور ایک طرف ۲۲ رمیل کے قریب قریب ہے۔ دورہ میں کسی جگہ پر دس روز سے زیادہ قیام نہیں ہوتا اور خاص سکندر آباد میں بھی دس روز سے زیادہ قیام نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آفیسر مذکورہ بالا کو سکندر آباد، یا دیگر مقامات میں نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا پوری، کیا حکم ہے؟

الجواب

قاعدہ یہ ہے کہ موضع اقامت میں جب تک پندرہ دن کے قیام کی نیت ایک دفعہ میں نہ ہو، اس وقت تک قصر ہی کرنا چاہیے اور دورہ میں چوں کہ کوئی مقام مسافت شرعیہ؛ یعنی قصر کے قابل نہیں ہے۔ پس اگر اول سکندر آباد میں نیت

(۱) ویبطل (وطن الإقامة بمثله و)بالوطن (الأصلی) وبإنشاء(السفر).(الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ولا يزال علی حكم السفر حتی ينوی الإقامة فی بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر وإن نوی أقل ذلك قصر الخ. (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱٤۹، ظفير)

ولو كان مسافرًا فی أول الوقت إن صلی صلاة السفر ثم أقام فی الوقت لايتغير فرضه وإن لم يصل حتی أقام فی آخر الوقت ينقلب فرضه أربعًا، وإن لم يبق من الوقت إلا قدر ما يسع فيه بعض الصلاة. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/ ۱٤۱، ظفير)

اقامت پندرہ دن کی ہو چکی ہے، تب تو پھر دورہ میں قصر کہیں نہیں ہے اور اگر سکندر آباد میں ہی اول نیت اقامت پندرہ دن کی نہ ہوتی تھی اور نہ پھر کسی دوسرے مقام میں نیت پندرہ دن کے قیام کی ہوئی تو پھر برابر قصر کرے؛ یعنی سکندر آباد میں بھی اور دورہ میں بھی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۴۶-۴۴۷)

مقیم ہونے کے لئے کسی خاص جگہ میں نیت اقامت ضروری ہے:

سوال: ایک پیر ہے وہ منزل سفر طے کر کے ایک ایسے مقام پر پہنچے، جہاں پر ان کے بہت سے مرید ہیں؛ مگر آٹھ دس کوس کے گرد میں ہیں، یا کم اگر وہ آٹھ دس کوس کے اندر نیت اقامت کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

آٹھ دس کوس کے اندر نیت اقامت معتبر نہیں، اس سے مقیم نہ ہوگا، جب تک کسی خالص گاؤں، یا قصبہ میں اقامت نہ کرے، اس طرح کہ رات کو وہیں لوٹ آئے، گو دن میں اور جگہ پھرتا رہے۔ (امدادالاحکام: ۲/۳۳۷-۳۳۸)

سفر کی وجہ سے وطن اقامت باطل ہونے کا مطلب:

سوال: کانپور احقر کا وطن اقامۃ تھا، وہاں سے قنوج گیا، وہاں سے یہاں (گورکھپور) آیا، حال میں تو اس وجہ سے کچھ تردد پیش نہیں آیا کہ بوجہ نیت اقامت ہو جانے کے وہاں بھی اتمام کرتا رہا؛ لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہی فرض کی جائے اور اگر تسلیم کیا جائے کہ ایک شخص کانپور وطن اقامت چھوڑ کر اس نیت سے قنوج گیا کہ دو چار دن کے بعد گورکھپور آوے گا اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ کانپور سے قنوج مدت سفر نہیں تو اب لوٹتے وقت قنوج و کانپور کے مابین قصر ہے، یا نہیں؟ احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ قصر نہ ہونا چاہیے؛ کیوں کہ وطن اقامت، یا سفر سے باطل ہوتا ہے، یا دوسرے وطن اقامت سے، یا وطن اصلی سے، لہذا قنوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا، لہذا قنوج سے گو مدت سفر کا ارادہ ہے؛ مگر بیچ میں وطن بھی ہے، لہذا جب تک اس سے تجاوز نہ ہو، تب تک سفر کا حکم نہ ہوگا، جیسے کوئی شخص پانچ منزل کا قصد کر کے پہلے اور دو منزل پر اس کا وطن اصلی ملتا ہو تو بلا تجاوز وطن اصلی اس پر مسافر ہونے کا حکم نہ ہوگا، جو جناب والا کی رائے ہو، اس سے مطلع فرماویں؟

الجواب

(۲) اس مسئلہ میں تصریح تو نہیں ملی؛ مگر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ قنوج تک کا سفر، سفر گورکھپور کا جزو نہ ہوگا؛ کیوں کہ

---

(۱) لایزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوماً أو أکثر وإن نوی أقل من ذلک قصر. (الهداية، باب صلاة المسافر: ١/١٤٨، ظفير)

(۲) یہ جواب تصحیح الاغلاط، ص: ۶ سے نقل کیا گیا ہے۔ مصحح

قنوج گورکھپور کے طریق میں واقع نہیں ہے؛ اس لیے قنوج تک قصر نہ ہوگا۔ ہاں جب قنوج سے گورکھپور جانے کے لیے چلا ہے، اس وقت دیکھنا چاہیے کہ کانپور میں داخل ہونے کا قصد ہے، یا باہر باہر جانے کا ارادہ ہے۔ پہلی صورت میں کانپور تک قصر نہ ہوگا، گو اثناء سفر میں اس کو کانپور میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آئے اور وہ اس میں داخل ہوجاوے، چناں چہ شامی میں ہے:

”إن إنشاء السفر يبطل وطن الإقامة إذا كان منه أما لو أنشأه من غيره فإن لم يكن فيه مرور علىٰ وطن الإقامة أو كان ولكن بعد سير ثلٰثة أيام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر؛ لأن قيام الوطن مانع من صحته“.(۱)

اور قاضی خان میں ہے:

”المسافر إذا جاوز عمران مصره فلما سار بعض الطريق تذكر شيئا فى وطنه فعزم الرجوع إلى الوطن لأجل ذلك ... وإن لم يكن وطنا أصليا له فإنه يقصر الصلٰوة مالم ينو الإقامة بها خمسة عشر يومًا“ آه.(۲)

اور جو جزئیہ آپ نے پیش کیا ہے، اس کا پیش کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس میں وطن اصلی کا بیان ہے اور یہاں وطن اقامت کا ذکر ہے اور وطن اصلی انشاء سفر سے باطل نہیں ہوتا، برخلاف وطن اقامت کے۔ واللہ اعلم

(امداد: ۱/۳۰)(تصحیح الاغلاط: ۱/۶)(امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۵۵۹-۵۶۱)

سوال: ایک شخص کا وطن اقامت کانپور ہے، وہاں سے وہ سہارنپور کی نیت سے روانہ ہوا؛ لیکن چوں کہ کسی ضرورت سے اناؤ جانا ضروری تھا، لہٰذا اول اناؤ گیا، وہاں سے کانپور ہوتا ہوا سہارنپور گیا تو اس صورت میں یہ شخص اناؤ میں اور جاتے آتے اناؤ اور کانپور کے درمیان قصر کرے، یا اتمام؟ میرا خیال یہ ہے کہ اتمام کرے اور جس وقت بعد واپسی از اناؤ کانپور سے بسوئے سہارنپور روانہ ہوا، اس وقت قصر کرے؛ کیوں کہ وطن اقامت، یا تو وطن اصلی سے ساقط ہوتا ہے، یا دوسرے وطن اقامت سے، یا سفر سے اور اناؤ نہ تو وطن اصلی ہے، نہ وطن اقامت اور وہاں سے کانپور واپسی کا قصد ہے، لہٰذا کانپور وطن اقامت باقی رہا، اس اناؤ کی آمد و رفت کا سفر شرعی سفر نہیں ہے، واپسی کے وقت راہ میں اور کانپور آ کر قصر نہ کرنا چاہیے؟

الجواب

چوں کہ (۳) نیت اقامت میں یہ شرط ہے کہ وہ موضع صالح اقامت کا ہو اور مفازہ کو غیر صالح کہا گیا ہے، لہٰذا یہ

(۱) ردالمحتار، باب صلاة المسافر، مطلب فى الوطن الأصلى ووطن الاقامة: ۱۳۲/۲، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) قاضى خان، باب صلاة المسافر: ۱۶۵/۱، انيس

(۳) احقر کے نزدیک اس جواب میں بھی تغیر کی ضرورت ہے اور جواب وہی ہونا چاہیے، جو سفر قنوج و گورکھپور کے باب میں احقر نے دیا ہے۔ (تصحیح الاغلاط: ۷)

دیکھنا چاہیے کہ اناؤ سے واپسی کے وقت کانپور کے اندر داخل ہو کر جاوے گا، خواہ ریل سے اتر کر، یا ریل ہی شہر کے درمیان میں نکلے گی، یا کہ کانپور سے باہر جاوے گا؟ اگر اندر ہو کر جاوے گا، تب تو کانپور سے اناؤ چلتے وقت سفر کا ارادہ ہی نہیں ہوا اور اس چلنے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باطل نہیں ہوا، جیسا کہ ظاہر ہے اور کانپور سے باہر باہر کو جانے کا ارادہ ہے تو جس وقت کانپور سے اناؤ کو چلا ہے۔ سفر کا اراد متحقق ہو گیا اور کانپور وطن اقامت نہ رہا اور کانپور کو لوٹنا اس لیے اس میں قادح نہیں ہوا کہ مفازۃ محل اقامۃ نہیں اور سفر مبطل لوطن الاقامۃ سے مراد انشاء السفر ہے، نہ وجود السفر ، کما صرح بہ فی الدر المختار۔ فقط واللہ اعلم

(امداد: ۱/۳۱۱)(امداد الفتاویٰ: ۱/۵۶۱-۵۶۲)

سوال: میں اپنی حالت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قیام فتحپور کی بظاہر امید نہیں، نہ میرا کوئی مکان، نہ وہاں میرا کوئی اسباب دار مسکونہ کا، ایک ثمن نانی صاحب کا ہے جو بطور وصیت مجھ کو مل سکتا ہے، وہ بالکل ناکافی اور چوں کہ وہاں کوئی عزیز وقریب نہیں، سب غیر ہی غیر ہیں؛ اس لیے مکان خرید کرنا بنوانا ایسا ہی ہے، جیسے کہیں پردیس میں بنوانا؛ اس لیے کیا عجب ہے کہ اسی پر رائے قرار پائے کہ قنوج میں مکان تعمیر کیا جائے، گو ابھی تک وہاں کے قیام کی بھی کوئی مستقل رائے قائم نہیں ہوئی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ فتحپور میرا وطن رہا، یا نہیں؟ اور میں وہاں جا کر قصر کیا کروں، یا اتمام؟ صرف اتنا تعلق میرا باقی ہے کہ نانی صاحبہ وہاں رہتی ہیں وبس، نیز نانی صاحبہ کے وہاں نہ ہونے کی صورت میں اگر کسی وجہ سے جانا ہو تو کیا حکم ہے؟ ایسی حالت میں قنوج کا کیا حکم ہے، قصر کیا کروں، یا اتمام؟ نکاح کرنے سے فقہاء اتمام کا حکم دیتے ہیں، بشرطیکہ وہیں قیام کا ارادہ ہو جائے، حتی کہ اگر دو تین جگہ نکاح کرلے اور عورت کو وہاں سے لانے کا ارادہ نہ ہو، تینوں جگہ اتمام کا حکم ہے اور میری حالت یہ ہے جو مذکور ہوئی، لہذا تردد ہی رہا کرتا ہے کہ مجھ پر قصر ہے، یا اتمام؟

الجواب

(۱) فتحپور یقیناً ایک زمانہ تک آپ کا وطن اصلی رہ چکا ہے۔ اب جب تک دوسرے مقام کو وطن اصلی بنانے کا عزم نہ کیا جاوے گا، وہ بدستور وطن اصلی رہے گا اور چوں کہ ابھی اس پر آپ کی رائے قرار نہیں پائی، لہذا فتحپور میں اتمام واجب ہے۔

فی الدر المختار: الوطن الأصلی) ... (یبطل بمثله) ... الأصل أن الشیء یبطل بمثله و بما فوقه لا بمادونه، آه. (۲)

اور اب تک مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا کہ صرف تزوج سے وہ جگہ اس کے لیے وطن اصلی ہو جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ تزوج سے جب کہ اہل کو وہاں سے لے جانے کا ارادہ نہ ہو، غالباً اس شخص کا بھی ارادہ اس کو وطن اصلی

(۱) اسی مسئلہ کے متعلق ترجیح الراجح حصہ سوم فصل سابع میں علما سے تحقیق کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ (تصحیح الاغلاط، ص: ۷، سعید)

(۲) **الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱-۱۳۲، دار الفکر بیروت، انیس**

بنانے کا اور خود ہمیشہ کے لیے بود و باش کرنے کا ہوجاتا ہے، اس بناپر اس کو وطن بنانے کا سبب قرار دے دیا ہے، ورنہ مدار خود اس کی نیت اتخاذ وطن اصلی پر ہے، اگر میرا یہ سمجھنا صحیح ہے، تب تو قنوج ہنوز آپ کا وطن اصلی نہیں بنا اور اگر مطلق تامل سے وطن اصلی ہوجاتا ہے تو وطن اصلی میں تعدد ممکن ہے، جیسا فقہا نے تصریح کی ہے، اس کے وطن اصلی ہونے سے فتح پور کا وطن اصلی نہ ہونا لازم نہیں ہوتا۔ قاضی خاں کی ایک جزئی میری مؤید ہے۔

المسافر إذا جاوز عمران مصره ... إن كان ذلك وطنًا أصليا بأن كان مولده وسكن فيه أولم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله دارًا يصير مقيماً بمجرد العزم الى الوطن.(۱)

اس میں تأهّل کے بعد **جعله داراً** بڑھایا ہے، جیسا **كان مولده** کے بعد **وسكن فيه** بڑھایا ہے۔ پس جس طرح صرف **كان مولده** بدون **سكن فيه** کے وطن اصلی نہیں بنتا، اسی طرح **تأهّل به** سے بدون **جعله دارًا** کے وطن اصلی نہ ہوگا۔ فافہم

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۱ھ (امداد: ۳۲/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۶۲/۱-۵۶۳)

ترجیح الراجح متعلقہ مسئلہ مذکورۂ بالا:

امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲ میں مسئلہ ''توطن بہ تزوج'' کا ہے، اس کو دوسرے علما (۲) سے تحقیق کرلیا جاوے۔

(ترجیح ثالث، ص: ۲۳۳)

سوال: زید اپنے مکان و مولد سے سو کوس جاکر پندرہ روز مقیم رہا، پھر وہاں سے دوسرے ملک کو جانے کا قصد کیا تو وہاں سے کیا تین منزل کا قصد قصر کے واسطے معتبر ہوگا، یا مطلق نکلنا وہاں سے معتبر ہوگا، یا مطلق خواہ دو چار کوس ہی جائے تو قصر کرے؟

الجواب

مطلق نکلنا معتبر نہیں؛ بلکہ مسافت قصر کی نیت سے نکلنا مبطل قصر ہوگا۔

في الدر المختار ويبطل وطن الاقامة (إلٰى قوله) **وبانشاء السفر اهـ والسفر المعتبر هو الشرعي.**(۳)

۱۲/ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۹۵/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۶۳/۱-۵۶۴)

---

(۱) قاضی خان، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱٦٥/۱، انیس

(۲) مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ محض تزوج سے مقیم ہوجاتا ہے، دیکھئے فتاویٰ دار العلوم (جدید) ۴۵۸/۴ اور ۴۸۲/۴ میں وضاحت ہے کہ تزوج سے مراد یہ ہے کہ نکاح ہوا اور بیوی کو وہاں سے لے جانے کا ارادہ نہیں ہے، اھ۔ بہر حال خود وہاں رہنے کا عزم ضروری نہیں ہے۔ اب علما کا رجحان حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب ۴۹۲ کی طرف ہے؛ یعنی خود وہاں رہنے کا عزم ضروری ہے، جیسا کہ قاضی خان کے جزئیہ میں ہے۔ واللہ اعلم (سعید احمد)

(۳) رد المحتار: ٦٥٦/۱، سعید

کراچی کا رہائشی میر پور میں آٹھ دن رہ کر کراچی آئے جائے تو وہاں کتنی نماز پڑھے:

سوال: میرا کراچی سے میر پور خاص غیر معینہ مدت کے لیے ٹرانسفر ہوگیا ہے، میرا گھر بار کراچی میں ہے، میں ہر ہفتے پابندی سے کراچی آتا ہوں، میں میر پور اتوار سے بدھ تک رہتا ہوں اور جمعرات کو کراچی آجاتا ہوں، مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ!

(۱) مجھے قصر نماز کہاں ادا کرنی ہے؟

(۲) یا مجھے دونوں جگہ پوری نماز ادا کرنی چاہیے؟

(۳) مغرب اور عشا میں کل کتنی قصر رکعات ہوتی ہیں؟

الجواب

کراچی تو آپ کا وطن ہے، یہاں آپ ہر حال میں پوری نماز پڑھیں۔ میر پور میں اگر آپ کا قیام ایک بار پندرہ دن، یا اس سے زیادہ اقامت کی نیت کے ساتھ ہوجائے تو آپ وہاں مقیم ہوجائیں گے،(۱) اور جب تک وہاں ملازمت ہے، وہاں جاتے ہی مقیم ہوجایا کریں گے۔ اگر وہاں پندرہ دن قیام کی نوبت نہیں آتی تو آپ وہاں مسافر ہیں، قصر کریں گے۔ ظہر، عصر، عشا میں قصر کی دو دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ فجر کی دو اور مغرب کی تین رکعتیں سفر میں بھی بدستور رہتی ہیں۔ وتر کی تین رکعتیں ہی سفر میں ادا کریں گے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۸۵/۴)

جس شہر میں مکان کرایہ کا ہو، چاہے اپنا، وہاں پہنچتے ہی مسافر مقیم بن جاتا ہے:

سوال: ہمارا ایک مستقل گھر صوبہ سرحد میں ہے اور ایک مستقل ٹھکانا کراچی میں اور اگر ہم سرحد سے کراچی کسی کام کے لیے آئیں اور کراچی میں پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو کیا نماز قصر پڑھنی ہوگی، یا پوری؟

(الف) جب مکان کرائے کا ہو۔

(ب) جب مکان اپنا ہو؟

---

(۱) وأما فی غیروطنه فلا یصیر مقیمًا إلا بنیة الإقامة وأقل الإقامة عندنا خمسة عشر یومًا،الخ.(الحلبی الکبیر، فصل فی صلاة المسافر: ۵۳۹/۱)

(۲) (صلی الفرض الرباعی رکعتین) حتٰی یدخل موضع مقامه) ... (أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) ... (صالح لها) ... (فیقصرإن نوٰی) ... (أقل منه ... (الدر المختارعلٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲– ۱۲۵ ،دار الفکر بیروت/تبیین الحقائق: ۵۰۹/۱_۵۱۳ ،باب صلاة المسافر، ط:دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

الجواب ——————

کراچی آپ کا وطن اقامت ہے، جب تک آپ کا کراچی میں رہنے کا ارادہ ہے اور وہاں رہنے کے لیے کرائے کا مکان لے رکھا ہے، اس وقت تک آپ کراچی آتے ہی مقیم ہو جائیں گے اور آپ کے لیے پندرہ دن یہاں رہنے کی نیت کرنا ضروری نہیں ہوگا اور اس صورت میں آپ یہاں پوری نماز پڑھیں گے اور جب آپ کراچی کی سکونت ختم کر کے یہاں سے اپنا سامان منتقل کر لیں گے اور کرائے کا مکان بھی چھوڑ دیں گے، اس وقت کراچی آپ کا وطن اقامت نہیں رہے گا، پھر اگر کبھی کراچی آنا ہوگا تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہوگی تو آپ یہاں مقیم ہوں گے اور اگر ۱۵/دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوگی تو مسافر ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک یہاں آپ کا کرائے کا مکان ہے اور جب تک یہاں آپ نے سامان رکھا ہے اور آپ کی نیت یہ ہے کہ آپ کو واپس آ کر یہاں رہنا ہے، اس وقت تک یہ آپ کا وطن اقامت ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴/۸۲-۸۳)

دوسرے شہر میں بغرضِ ملازمت قیام ہو تو قصر نماز پڑھیں:

سوال: بمبئی میں میرا ایک مکان ہے اور راشن کارڈ بھی بنا ہوا ہے؛ نیز صوبۂ گجرات ''بلی مورا'' نامی قصبہ میں بھی ایک مکان ہے، جہاں تمام اہل خانہ رہتے ہیں اور ان کا راشن کارڈ بھی بنا ہوا ہے؛ البتہ اس میں میرا نام نہیں ہے اور میری ملازمت بمبئی میں ہے، ہفتہ میں بروز سنیچر اور اتوار دو روز ''بلی مورا'' جاتا ہوں تو کیا بمبئی میں قصر کروں گا؟

الجواب —————— حامداً و مصلیاً و مسلماً

بمبئی کو اگر وطن نہیں بنایا ہے، صرف ملازمت کی وجہ سے قیام ہے تو آپ بمبئی میں قصر پڑھیں اور اگر بمبئی کو وطن کے طور پر اختیار کر لیا ہے تو بمبئی میں پوری نماز پڑھیں، جیسا کہ گاؤں میں پوری پڑھتے ہیں، صرف دورانِ سفر قصر کریں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۹۵)

مقیم دو سفر کے درمیان مدتِ اقامت میں قصر کرے گا:

سوال: زید لکھنؤ میں پندرہ سالوں سے ایک مسجد کا مستقل امام ہے۔ دریں اثنا وہ تین دن کے لیے دہلی جاتا ہے، پھر واپس آ کر اپنی مسجد میں پانچ دن، یا دس دن قیام کرنے کے بعد وہ کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر (کلکتہ) جاتا ہے تو ان

(۱) (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما.
وفي رد المحتار: أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة، إلخ. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱-۱۳۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) ماخوذ از کفایت المفتی ۳/۳۵۶؛ فتاوی دار العلوم دیو بند مطبوعہ کراچی: ۲/۳۷۳

پانچ دنوں میں جوانہوں نے اپنی مسجد میں قیام کیا ہے، دہلی سے آنے کے بعد، نماز قصر کرے گا، یا نہیں؟ اور چوں کہ وہ ایک مستقل امام ہے، اس مسجد کا ساری نمازوں میں امامت کرسکتا ہے، یا نہیں؟

هو المصوب

کلکتہ اس کا وطن اصلی ہے، لکھنؤ اور دہلی اس کا وطن اصلی نہیں ہے، لہٰذا کلکتہ میں پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا؛ لیکن لکھنؤ، یا دہلی میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو قصر کرے گا؛ کیوں کہ اپنی مسجد (جو کہ لکھنؤ میں ہے) میں پانچ دن قیام سے مقیم نہ ہوگا۔(۱)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳/۱۸۲-۱۸۳)

وطن اقامت میں قصرواتمام کا حکم:

سوال (۱) بندہ ایک عرصہ سے الٰہ آباد میں دینی کام کرتا ہے، وطن اصلی بارہ بنکی ہے۔ عموماً پندرہ بیس دن الٰہ آباد میں رہتا ہے اور تین چار دن کے لیے بارہ بنکی چلا جاتا ہے۔ غرضیکہ قیام کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ ایک اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ بیس دن رہوں گا، کبھی آٹھ ہی دن میں چلا جاتا ہوں، اس وقت مجھے نماز قصر پڑھنی پڑے گی، یا پوری؟

(۲) کبھی پندرہ دن کی نیت ہوتی ہے؛ لیکن آس پاس کے دیہاتوں میں گزرتا ہے دن اور رات، الٰہ آباد میں قصر ہوگا، یا نہیں؟ نیز جو نماز دیہاتوں میں پڑھی اس میں قصر ہوگا، یا نہیں؟

الجواب حامدًا و مصليًا

(۱) بارہ بنکی میں آپ جب داخل ہوں گے، پوری نماز پڑھیں گے خواہ وہاں ایک ہی نماز کے بقدر قیام ہو، الٰہ آباد میں اگر پندرہ روز مسلسل قیام کی نیت ہو تو وہاں بھی پوری نماز پڑھیں گے اگرچہ پندرہ روز کی نیت کی صورت میں پہلے سفر کی نوبت آجائے،(۲) اگر پندرہ روز سے کم قیام کی نیت ہو تو وہاں نماز قصر کریں گے۔(۳)

(۱) ويبطل (وطن الاقامة بمثله و) بالوطن (الأصلي و) بإنشاء (السفر). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۶۱۴، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

والحاصل أن إنشاء السفر يبطل وطن الإقامة إذا كان منه. أما لو أنشأه من غيره: فإن لم يكن فيه مرور علىٰ وطن الإقامة أو كان ولكن بعد سير ثلاثة أيام فكذلك. (ردالمحتار، مطلب في الوطن الاصلي ووطن الاقامة: ۲/۱۳۲، دار الفكر، انيس)

(۲) "حتىٰ يدخل مصره أو ينوي الإقامة نصف شهر في بلد أو قرية) متعلق بقوله: (قصر) "أي قصر إلىٰ غاية دخول المصر أو نية الاقامة في موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، أطلق في دخول مصره، فشمل ما إذا نوىٰ الاقامة به أولاً" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشيدية)

(۳) فيقصر إن نوىٰ) الإقامة (في أقل منه): أي في نصف شهر". (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۵، سعيد)

(۲)　اگر الہ آباد میں پندرہ روز قیام کی نیت ہے؛ مگر درمیان میں آس پاس دیہات میں جانے کی ضرورت پیش آ گئی، جو کہ سفر شرعی سے کم مسافت پر واقع ہیں، تب بھی پوری نماز پڑھی جائے گی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۰۵-۵۰۶)

وطن اقامت میں قصر صلوٰۃ کی ایک شکل:

سوال:　زید ایک سرکاری افسر ہے، ٹمل ناڈو سکریٹریٹ (Secretarrat) میں معتمد اور (Undersecrtary) کے عہدہ پر فائز ہے۔ شہر مدراس حکومتِ ٹمل ناڈو کا دارالسلطنت (Head Quarters) ہے۔ مدراس میں اپنے قیام کے لیے زید نے ایک کمرہ کرایہ پر لیا ہے اور کسی قریبی مطبخ میں اپنے طعام کا انتظام کر رکھا ہے۔

مدراس شہر سے پچہتر میل (۱۰۸) کلومیٹر دور کے فاصلے پر میل وشارم (Melvesharam) نام کی ایک بستی ہے، جو زید کا وطن خاص ہے، اس کا اپنا خاص مکان اسی بستی میں ہے اور اس کے اہل وعیال وہیں قیام پذیر ہیں۔ حکومت ٹمل ناڈو چوں کہ پانچ دن کا کام (Five Day Week) کے اصول پر کار بند ہے اور ہر ہفتہ دو دن یعنی ہفتہ اور اتوار چھٹی کے دن ہیں۔ زید کا معمول یہ ہے کہ ہر جمعہ کی شام بعد نماز عصر اپنے دفتری کام سے فارغ ہو کر شہر مدراس سے اپنے وطن میل وشارم روانہ ہو جاتا ہے، ہفتہ اور اتوار دو دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہ کر پیر کی صبح بعد نماز فجر مدراس پہنچتا ہے، ہر ہفتہ یہی اس کا معمول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شہر مدراس کے پانچ دن قیام میں زید کو نمازیں پوری پڑھنی چاہیے، یا قصر کرنی ہے؟ یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہر مدراس زید کے لیے صدر دفتر؛ یعنی ہیڈ کواٹر کا درجہ رکھتا ہے اور ہیڈ کواٹرس سے باہر میل وشارم کے لیے زید کو ہر ہفتہ اپنے اعلی افسر کی تحریری اجازت لینی پڑتی ہے۔ ان حالات میں زید کا شہر مدراس میں پانچ روز قیام بحیثیت مقیم ہوگا، یا مسافر؟ اسی طرح دوران سفر؛ یعنی مدراس سے میل وشارم جاتے وقت، یا میل وشارم سے مدراس آتے وقت اگر نماز کا وقت آ جائے تو اس وقت نمازیں پوری پڑھنی ہیں، یا قصر کرنی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں براہِ کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

صورت مسئولہ میں شہر مدراس زید کا وطن اقامت اور میل وشارم وطن اصلی ہے، چوں کہ مدراس شہر کا فاصلہ شرعی

(۱)　"(قوله: لو نوى مبيته بأحدهما) فإن دخل أولاً الموضع الذى نوى المقام فيه نهارًا، لايصير مقيمًا، وإن دخل أولا مانوى المبيت فيه، يصير مقيمًا، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لايصير مسافرًا، لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به، حلية. (قوله: أو كان أحدهما تبعا للآخر) كالقرية التى قربت من المصر بحيث يسمع النداء ...وفى البحر: لو كان الموضعان من مصر واحد أو قرية واحدة، فإنها صحيحة؛ لأنهما متحدان حكمًا، ألاترى أنه لو خرج إليه مسافرًا لم يقصر". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲٦، سعيد)

مسافت (۷۷ رکلومیٹر) سے زیادہ ہے، لہٰذا زیدمیل وشارم کے حدود سے باہر نکلنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور دوران سفر قصر کرے گا۔ مدراس شہر پہنچ کر پندرہ دن، یا اس سے زیادہ قیام کی نیت ہو، تب اتمام ہوگا، ورنہ قصر کرنا ہوگا، چوں کہ معمول ہر ہفتہ میل وشارم جانے کا ہے؛ اس لیے قصر کرنا پڑے گا۔ نیز مدراس شہر سے واپسی پر دوران سفر بھی قصر کرنا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۶/ ۶۲-۶۴)

نکلنے کا دن بھی قصر میں شمار ہوگا:

سوال: جس دن نکلے اس دن کو چھوڑ کر پندرہ دن رہنے پر مقیم ہوں گے، یا نکلنے والا دن بھی پندرہ واں دن شمار ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

جہاں جانا ہے، وہاں پہنچنے کے بعد سے جوڑا جائے گا، مثلاً: پیر کو آپ کراکت پہنچے تو آپ پیر سے حساب جوڑیں، اگر اگلا ایک پیر چھوڑ کر دوسرے پیر تک وہاں رہنے کا ارادہ ہے تو مقیم ہو جائیں گے، ورنہ مسافر رہیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ: ۳/ ۱۱۶-۱۱۷)

جہاں باپ مقیم ہو، بیٹا پندرہ دن کی نیت کے بغیر قصر نہ کرے گا:

سوال: ایک شخص بسلسلۂ روزگار اپنے وطن سے بھرتپور آئے، بھرتپور میں اس کے قیام کو چالیس برس کا عرصہ گذر گیا، اس درمیان وہ رخصت لے کر اپنے وطن کو بھی جایا کرتے تھے؛ لیکن کبھی گھر کے آدمیوں کو بھی یہاں پر لے آیا کرتے تھے، بھرتپور میں مکان کرایہ پر لے کر رہتے تھے۔ ان کا لڑکا محمد رفیق ہمراہ تھا، اب وہ دہلی روزگار کی غرض سے چلے گئے، دہلی میں رہتے ہوئے چار پانچ برس ہو گئے، اب اگر محمد رفیق دہلی سے بھرتپور اپنے باپ کے پاس آوے تو نماز پوری پڑھے، یا قصر کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بھرتپور میں اگر بہ نیت قیام پندرہ یوم نہ آنا ہو، تو نماز قصر کرنی چاہیے؛ کیوں کہ بھرتپور وطن اقامت تھا، سفر کرنے سے باطل ہو گیا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/ ۴۴۴)

(۱) وطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبإنشاء السفر وبالوطن الأصلي. (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱٤۰، ظفير)

باپ بیٹے کے یہاں اور بیٹا باپ کے گھر مسافر ہے، یا مقیم:

سوال: ایک شخص اپنے والد کی جائے سکونت سے دور دراز فاصلہ پر رہتا ہے، اگر بیٹا باپ کی جائے سکونت میں یا باپ بیٹا کی جائے سکونت میں جاوے تو قصر پڑھیں گے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وطن اصلی ہر ایک کا علاحدہ علاحدہ ہوگیا ہے تو ہر ایک ان میں سے دوسرے کے وطن میں جانے سے مقیم نہ ہوگا؛ بلکہ قصر نماز پڑھے گا۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۶۹/۴)

خود تجارت ایک شہر میں کرے اور بچے دوسرے شہر میں ہوں، تو وہاں کس طرح نماز ادا کرے:

سوال: ایک شخص کی اسی شہر میں دوکان ہے اور اس کے بچے دوسرے شہر میں رہتے ہیں، جو ۴۸ میل سے زیادہ مسافت پر ہے اور یہ دوکان دار بچوں کی خبر گیری کے واسطے جایا کرتا ہے۔ آیا وہاں قصر کرے، یا نہیں؟

الجواب

قصر کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۵۶/۴)

رہائش کہیں اور ہو اور والدین کو ملنے آئیں تو کون سی نماز پڑھیں:

سوال: مسئلہ قصر نماز ہے، میرے والدین یہاں چکوال میں رہتے ہیں؛ لیکن میں کسی وجہ سے کوئٹہ (بلوچستان) میں اپنے بڑے بھائی کے ہاں مقیم ہوں، اب اگر میں ایک ہفتے، یا دس دن کے لیے اپنے والدین کے پاس آؤں تو کیا قصر نمازیں پڑھوں؟

الجواب

اگر آپ نے کوئٹہ میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہے اور چکوال کو اپنا وطن نہیں سمجھتیں تو آپ چکوال میں قصر پڑھیں، بشرطیکہ وہاں پندرہ دن رہنے کی نیت نہ ہو۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۸۳/۴)

(۱) (والوطن الأصلی)هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر :۱۳۱/۲-۱۳۲،دار الفكر بيروت،ظفير)

(۲) لايزال علٰى حكم السفر حتٰى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر.(الهداية،باب صلاة المسافر: ۱۴۹/۱،ظفير)

(۳) (الوطن الأصلی) ... (يبطل بمثله).(الدر المختار)وفى الرد تحت (قوله الوطن الأصلی): ... فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلك وطنًا له إلا إذا عزم على القرار فيه وترك الوطن الذى كان قبله.(رد المحتار،باب صلاة المسافر:۱۳۱/۲-۱۳۲،دار الفكر،انيس) ==

وہ مسافر جو پندرہ دن کی نیت نہ کرے:

سوال: ایک شخص اپنے مکان سے چھتیس کوس پر تجارت کرتا ہے، اس طور سے کہ کسی شہر میں مکان لے کر رہتا ہے اور باہر دیہات میں بغرض پھیری ہر روز جاتا ہے اور شام کو قیام گاہ پر واپس آتا ہے، بعض دفعہ ایک دو روز کسی گاؤں میں رہنا ہوتا ہے۔ اس صورت میں نماز قصر کرے، یا پوری پڑھے؟

الجواب

اگر پندرہ روز، یا زیادہ اس مقام میں قیام کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھنی چاہیے، نیت قیام کے بعد اگر بطورِ پھیری دو دو چار چار کوس کے فاصلہ پر دیہات میں جاوے اور شام کو جائے قیام پر لوٹ آوے تو اس سے قصر نماز کا حکم نہیں ہوتا، پوری ہی نماز پڑھنی چاہیے؛ لیکن اگر اس مقام میں جس میں مکان کرایہ پر لیا، پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں؛ بلکہ اول سے ہی یہ ارادہ ہے کہ فلاں مقام میں جو چھتیس کوس ہے، مکان لے کر دیہات میں پھرا کروں گا اور اس جائے قیام میں قیام نہ کروں گا تو پھر قصر کرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۹۲)

بلا ارادہ اتفاق سے پندرہ دن رہ جائے تو کیا کرے:

سوال: چند اشخاص تجارت پارچہ کو جاتے ہیں اور ایک جگہ قیام کرتے ہیں، قریب کے مواضعات میں پارچہ فروخت کر کے رات کو جائے قیام پر واپس آجاتے ہیں اور نماز کو قصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ قیام کا نہیں، پارچہ فروخت ہونے پر چلے جاویں گے۔ ایسی حالت میں اگر پندرہ روز، یا زیادہ قیام کی نوبت آجاوے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ اول پختہ ارادہ پندرہ دن قیام کا وہاں نہ ہو، اگر چہ پندرہ دن، یا زیادہ اتفاق سے قیام ہوجاوے تو ایسی حالت میں نماز کو قصر کرنا چاہیے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۴۳)

== "الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرىٰ اتخذها دارًا وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، وهٰذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرىٰ وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليا حتىٰ لو دخله مسافرا لا يتم قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأ هله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث أهلاً في بلدة أخرىٰ، فأن الأول لم يبطل ويتم فيها. (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۱۳۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمر قال: إذا كنت مسافرًا فوطنت نفسك عن إقامة خمسة عشر يوماً فأتمم الصلاة وإن كنت لا تدري متى تظعن فاقصر. (غنية المستملي، باب صلاة المسافر، ص: ۵۰۱، ظفير)

(۲) ولا يزال علىٰ حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر ... و لو دخل مصرًا علىٰ عزم أن يخرج غدًا أو بعد غدٍ ولم ينو مدة الإقامة حتىٰ بقي علىٰ ذلك سنين قصر. (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/۱۴۹، ظفير)

ایسی اقامت جہاں پندرہ یوم کی نیت نہ ہو، قصر کرے:

سوال: زید کا وطن اصلی دہلی میں ہے اور جائے اقامت صدر مقام کانپور میں ہے اور اس کو صدر مقام میں اتفاق قیام کا مدام پندرہ دن سے کم پڑتا ہے تو جائے اقامت میں زید قصر پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائے اقامت سے سفر کرنے کے بعد وہ وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے،(۱) پھر اگر وہاں پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی، تو قصر کرنا چاہیے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۴۸)

جہاں مسلسل پندرہ یوم اقامت کی نیت نہ ہو، قصر کرے:

سوال: ہم لوگ پندرہ سال سے قصبہ تراوڑی میں تجارت کرتے ہیں اور مال لاکر فروخت کرتے ہیں اور یہاں آکر دیہات کو چلے جاتے ہیں؛ مگر مکان کرایہ پر لے رکھا ہے، مکان سے جب ہم آتے ہیں، چار پانچ مہینہ رہتے ہیں؛ مگر پندرہ روز ٹھہرنا نہیں ہوتا، دو روز باہر جاتے ہیں، دو روز تراوڑی رہتے ہیں، نیت یہ ہوتی ہے کہ چار ماہ رہ کر وطن چلے جائیں گے تو نماز قصر پڑھیں، یا پوری؟

الجواب

جب کہ اس جگہ جہاں آپ لوگ بغرض تجارت جاتے ہیں، پندرہ دن کے قیام کی نیت نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ نیت ہوتی ہے کہ دو چار دن ٹھہر کر باہر دیہات میں پھریں گے، کسی گاؤں میں دو دن کسی میں چار دن رہیں گے۔اسی طرح چار پانچ مہینہ گذارے جاتے ہیں تو اس صورت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے، کذا فی کتب الفقہ۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۴۹)

ہاسٹل میں رہنے والا طالب علم کتنی نماز وہاں پڑھے اور کتنی گھر پر:

سوال: میں مہران یونیورسٹی جامشورو میں پڑھتا ہوں، میرا گاؤں یہاں سے ۴۹ میل دور ہے اور میں ہاسٹل میں رہتا ہوں اور ہر جمعرات کو گاؤں جاتا ہوں، یوں میرا گاؤں سے دور پندرہ دن سے کم دن کا قیام ہے۔سوال یہ ہے کہ مجھے سفری نماز پڑھنی چاہیے، یا پوری؟ نیز یہ کہ گاؤں میں صرف ایک رات رہتا ہوں ہفتے میں۔

(۱) وطن الإقامة يبطل بوطن الإقامه وبإنشاء السفروبالوطن الأصلي.(الفتاوىٰ الهندية،كتاب الصلاة،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱٤۲،انيس)

(۲) لايزال علىٰ حكم السفر حتىٰ ينوي الإقامة في بلدة أوقرية خمسة عشريوماً أو أكثر و إن نوى أقل ذلك قصر (الهداية،باب صلاة المسافر: ۱/۱٤٦،ثاقب بک ڈپو دیوبند،ظفیر)

الجواب

اگر آپ ایک بار ہاسٹل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیں تو ہاسٹل آپ کا ''وطن اقامت'' بن جائے گا اور جب تک آپ طالب علم کی حیثیت سے وہاں مقیم ہیں، وہاں پوری نماز پڑھیں گے اور اگر آپ نے ایک بار بھی وہاں پندرہ دن کا قیام نہیں کیا تو آپ وہاں مسافر ہیں اور قصر پڑھیں گے اور گھر پر تو آپ ہر حال میں پوری نماز پڑھیں گے، خواہ ایک گھنٹے کے لیے آئے ہوں۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۸۹-۹۰)

سفر میں اس نیت سے کہ خدا جانے کب واپس ہونا ہو، کیا کرے:

سوال: ایک شخص بایں خیال لمبے سفر میں روانہ ہوا کہ خدا جانے میں کب واپس آؤں، وہ قصر کرے، یا نہیں؟

الجواب

اس کو نماز قصر کرنی چاہیے؛ یعنی دو رکعت پڑھنی چاہیے، جب تک کہ پندرہ دن کے قیام کا ارادہ کسی شہر میں نہ کرے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۹۳)

جنگل میں ایک ماہ کے ارادے سے قیام کرے گا تو بھی قصر کرنا ہوگا:

سوال: مسافر باہر جنگل میں ایک ماہ کامل کے ارادہ سے مقیم ہوا تو قصر کرے، یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب

جنگل میں مقیم نہیں ہوتا؛ اس لیے اس کو نماز قصر پڑھنی چاہیے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷۴)

جنگل میں رہنے والوں کے لیے قصر، یا اتمام کا حکم:

سوال: جو لوگ ہمیشہ جنگل باشی ہیں، جیسے قوم اوڈ جو سرکی لیے مع اپنے ٹانڈے کے دہ بہ دہ پھرتے ہیں، جہاں مزدوری مل گئی، کئی کئی روز ٹھہر جاتے ہیں، ورنہ شب باش ہوئے اور چل دیئے۔ ایسے لوگ مسافر ہیں، یا نہیں؟

(۱) ولایزال علیٰ حکم السفرحتیٰ ینوی الإقامة فی بلدة أوقریة خمسة عشرة یومًا أوأکثر.(الفتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

أیضـا:ووطن الإقامة وهوأن یقصد الإنسان أن یمکث فی موضع صالح للإقامة خمسة عشرة یوما أوأکثر.(بدائع الصنائع،فقتل وأما بیان ما یصیر المسافربه مقیماً،مبحث فی الأوطان ثلاثة: ۱/۱۰۳)

(۲) لودخل مصرًاعلیٰ عزم أن یخرج غدًا أوبعد غدٍ ولم ینومدة الإقامة حتی بقی علیٰ ذلک سنین قصرلأن ابن عمر أقام بآذربائیجان ستة أشهروکان یقصر وعن جماعة من الصحابة مثل ذلک.(الهدایة،باب صلاة المسافر: ۱/۱٤٦، ثاقب بک دپو دیوبند،ظفیر)

(۳) وصلاحیة الموضع حتیٰ لونویٰ الإقامة فی برأو بحرأوجزیرة لم یصح.(الفتاویٰ الهندیة،الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹،ظفیر)

الجواب

یہ لوگ مقیم ہیں، البتہ اگر کسی ایسے مقام پر پہنچنے کے بعد ایک دم سے نیت ایسے مقام کی کریں، جو یہاں سے مسافت قصر پر ہوتو مسافر ہو جاویں گے۔(هکذا فی الدر المختار و رد المحتار)

۱۸/رمضان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۱۹) (امداد الفتاویٰ:۱/۵۷۹)

مختلف جگہوں میں نیت اقامت کا حکم:

سوال: زید پنجاب سے بہ ارادۂ سیاحی بنگالہ کو آیا اور ایک پرگنہ میں بہ ارادۂ اقامت چھ ماہ ٹھہرا، اس صورت سے کہ دو روز ایک موضع میں وعظ کیا، دو روز دوسرے میں، اس صورت سے پانچ چھ ماہ ایک پرگنہ میں جو دس بارہ کوس کی وسعت میں ہے گزارتا ہے، کیا اس صورت میں قصر کرے گا، یا نہ؟

الجواب

قصر کرے گا۔

فی الدر المختار: (فیقصر ان نویٰ) الاقامة (فی أقل منه) أی نصف شهر (أو) نویٰ (فیه لکن فی غیر صالح) أو کنحو جزیرة ... (بموضعین مستقلین کمکة ومنیٰ، إلخ.(۱) واللّٰه أعلم

۱۲/ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ (امداد:۱/۹۴) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۵۷۴)

زید گھوم کر تجارت کرتا ہے اور سامان ایک جگہ رکھتا ہے؛ لیکن وہاں خود ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہتا تو وہ نماز پوری پڑھے، یا قصر:

سوال: زید نے اپنا اسباب تجارت اپنے وطن سے (۱۰۰) سو میل کے فاصلہ پر لے جا کر وہاں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اس مقام سے اسباب لے جا کر دیہات و بیرونجات میں فروخت کرتا ہے۔ بیرونجات سے کبھی ہفتہ کبھی دس روز میں اپنے قیام پر واپس آتا ہے۔ دو چار روز ایک ہفتہ وہاں قیام کر کے پھر اسباب لے کر چلا جاتا ہے اور اس کو فروخت کر کے آٹھ دس روز میں واپس آتا ہے۔ اسی طرح چار چھ روز گزار کر وطن اصل کو واپس آتا ہے۔ زید جس مقام پر اسباب تجارت رکھتا ہے وہ وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں اور زید کو نماز قصر ادا کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر اول اس جائے اقامت میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی ہے تو اس صورت میں وہاں اور قرب و جوار کے

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵-۱۲۶، دار الفکر بیروت، انیس

دیہات پر جہاں تک مسافت قصر نہ ہو نماز پوری پڑھتا رہے گا اور اگر جائے اقامت میں اول دفعہ بھی پندرہ روز کے قیام کی نیت نہیں کی تو پھر برابر قصر کرے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۵۶/۴)

رات جائے قیام پر گزرے اور دن میں چکر لگائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص رخصت سے واپس آ کر ایک ایسی جگہ متعین ہوا کہ اس کو تین چار میل روزانہ جانا پڑتا ہے؛ مگر رات کو اپنے جائے قیام پر واپس آ جاتا ہے، وہ مسافر رہے گا، یا مقیم؟

الجواب

اگر اس نے اس متعینہ جگہ میں اول پندرہ روز کے قیام کی نیت کر لی تھی تو وہ مقیم ہو گیا، پھر اگر روزانہ دو چار میل کہیں جانا پڑے تو اس سے وہ مسافر نہیں ہوتا، اس کو نماز پوری ہی پڑھنی چاہیے اور اگر دوسری جگہ کی تبدیلی ہو جاوے تو وہاں بھی یہی حکم ہوگا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۶۳/۴)

مسافر مختلف قریب قریب جگہوں پر رہے، تب بھی قصر کرے:

سوال (الف) زید کراچی سے پشاور گیا اور پشاور میں پچیس دن رہنے کا ارادہ ہے؛ مگر مختلف مقامات پر دو تین دن رہنا ہے؛ لیکن جن مختلف مقامات پر رہتا ہے، وہ قریب قریب ہیں، ایک فرلانگ، یا آدھا فرلانگ دور دور مختلف دیہات میں، کیا وہ نماز پوری پڑھے گا؟

(ب) عمرو پشاور سے کراچی آیا اور پندرہ دن سے زائد کراچی میں رہتا ہے؛ مگر دو دن ناظم آباد، تین دن ٹاور میں، تین دن کیماڑی میں، یا اس سے بھی تھوڑا دور یا اس سے بھی قریب قریب مقامات پر رہتا ہے، کیا پوری نماز پڑھے گا؟

الجواب

مسافر جب ایک معین مقام (شہر، یا گاؤں) میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کر لے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے اور اس کے ذمہ پوری نماز پڑھنا ضروری ہے اور اگر ایک جگہ رہنے کی نیت نہیں تو وہ بدستور مسافر رہے گا،(۳)

(۱) ولایزال علیٰ حکم السفر حتیٰ ینوی الإقامة فی بلدة أوقریة خمسة عشریومًا أوأکثر (الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ظفیر)

(۲) وإن دخل أولا مانویٰ المبیت فیه یصیر مقیماً ثم بالخروج إلی الموضع الآخر لایصیر مسافرًا؛ لأن موضع إقامة الرجل حیث یبیت به (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۶/۲، دارالفکر بیروت، انیس)

(أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) واحد ... (فیقصر إن نویٰ) الإقامة (فی أقل منه). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۳) ولا یزال علیٰ حکم السفر حتیٰ ینوی الاقامة فی بلدة أوقریة خمسة عشر یومًا أوأکثر. (الفتاویٰ الهندیة: ۱۳۹/۱، ط: رشیدیة)

اور نماز کی قصر کرے گا۔(۱) پس سوال میں ذکر کردہ پہلی صورت میں وہ مسافر ہے؛ کیوں کہ اس کی نیت ایک جگہ رہنے کی نہیں؛ بلکہ مختلف جگہوں پر رہنے کی ہے، گوان جگہوں میں زیادہ فاصلہ نہیں اور دوسری صورت میں وہ مقیم ہوگا؛ کیوں کہ کراچی کا پورا شہر ایک ہی ہے، اس کے مختلف محلوں یا علاقوں میں رہنے کے باوجود وہ ایک ہی شہر میں ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/ ۸۷۔۸۸)

خسر کا گھر وطن اصلی نہیں:

سوال: کسے از وطن اصلی خود بہ نیت نکاح بجائے دور بمسافت قصر رفتہ، زنے را نکاح کردہ در وطن اصلی خود بیاورد وآں زن بعد نکاح بمکان شوہر خود قریب از بست سال بطور مستندمی ماند مگر خانۂ پدرش درانجا موجود است، دریں حالت اگر زوجش گاہ بگاہ نیت سفر بخانۂ آں خسر یا دراطراف آں بروند آیا زوج نماز قصر خواند یا تمام کند وخانۂ خسر برائے او وطن اصلی است، یا نہ؟(۲)

الجواب

ہرگاہ آنکہ ببلد دیگر نکاح کردہ زوجۂ خود را بوطن اصلی خود آورد وخود بموضع تأہل وتزوج یعنی مسکن زوجہ خود اقامت نہ کرد ومستقر نہ شد ونہ زوجۂ خود درانجا گذاشت، آں بلد وطن او نہ شدہ است پس بمجرد دخول دراں بلد مقیم نخواہد شد و اتمام نماز لازم نخواہد شد بلکہ قصر بکند۔(کذا یفهم من کتب الفقه)

وفقہاء کہ موضع تزوج را وطن فرمودہ اند مراد آنست کہ زوجۂ او درانجا مقیم باشد وہرگاہ زوجہ اش آنجا مقیم نیست وخود نیز درانجا سکونت نہ کردہ بلکہ زوجۂ خود را بوطن خود بیاورد، پس محض اقامت خسر ووجود خانۂ آں خسر درانجا مفید ایں امر نخواہد شد کہ آں بلد را وطن شوہر گفتہ شود۔(۳)

---

(۱) ولو نوى الاقامة خمسة عشر يومًا في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة ومنى والكوفة والحيرة لايصير مقيمًا، إلخ.(الفتاویٰ الهندية،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱٤۰،انيس)

(۲) خلاصۂ سوال: کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے قصر کی مسافت پر دور ایک جگہ نکاح کے ارادے سے گیا، ایک عورت سے نکاح کر کے اپنے وطن اصلی اسے لے آیا اور وہ عورت نکاح کے بعد سے اپنے شوہر ہی کے مکان پر بیس سال سے مکمل رہ رہی ہے اور اس کے باپ کا گھر وہیں موجود ہے۔ ایسی صورت میں اگر شوہر کبھی کبھی سفر کی نیت کر کے اپنے سسر کے گھر، یا اس کے اطراف میں جائے تو کیا شوہر وہاں نماز قصر کرے، یا پوری پڑھے؟ اور سسر کا گھر اس کے لیے وطن اصلی ہے، یا نہیں؟ (انیس)

(۳) ترجمۂ جواب: جو شخص کسی دوسرے شہر میں نکاح کر کے اپنی بیوی کو اپنے وطن اصلی لے آئے اور خود اپنی بیوی کے گھر ٹھہرے نہ مستقل مکان بنائے اور نہ اپنی بیوی کو وہاں رکھے، تو وہ شہر اس کا وطن نہیں ہے، لہذا محض وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا اور نہ پوری نماز پڑھنی لازم ہوگی؛ بلکہ قصر کرے گا۔

اور جن فقہا نے نکاح کے مقام کو وطن فرمایا ہے تو ان کی مراد یہ ہے کہ اس کی بیوی وہاں مقیم ہوگی، جب کہ اس کی بیوی وہاں مقیم نہیں ہے اور خود وہ بھی وہاں سکونت اختیار نہیں کیا ہے؛ بلکہ اپنی بیوی کو اپنے وطن لے آیا ہے۔ پس محض سسر کے وہاں رہنے اور ان کا گھر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس شہر کو شوہر کا وطن کہا جائے، جیسا کہ کتب فقہ سے واضح ہے۔(انیس)

ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيماً فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دور وعقار، قيل: لايبقى وطناً له إذ المعتبر الأهل دون الدار، إلخ. (۱)

ونیز در جائیکہ اشتباہ باشد کہ قصر کند یا نہ کند آنجا اتمام نماز احوط است۔ (۲)

قال في رد المحتار في موقع الاشتباه: لأنه اجتمع في هذه الصلاة مايوجب الأربع ومايمنع فرجحنا مايوجب الأربع احتياطاً. (۳)

وظاہر است کہ بصورت اختلاف احتیاط در اتمام نماز است نہ قصر۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۶/۴)

سسرال وطن اصلی ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص گیا میں مقیم ہے وہ وہاں سے پٹنہ؛ بلکہ پھلواری شریف آنے کی نیت سے چلتا ہے؛ لیکن جہان آباد اسٹیشن سے چھ کوس پر اس کی سسرال ہے، وہ وہاں بھی جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ گیا سے چل کر جہان آباد اترا، بستی میں گیا۔ کئی روز رہ کر پھر پٹنہ آیا اور یہاں سے یکسر گیا جائے گا۔

دریافت کرنا یہ ہے کہ قصر نماز کہاں سے شروع کرے۔ آیا وہ گیا سے نکلنے کے بعد ہی قصر شروع کرے اور تا پہنچنے گیا کے قصر کرتا رہے، یہاں تک کہ اپنی سسرال کے قیام میں بھی قصر کرے، یا گیا سے چل کر اس بستی میں پہنچنے سے پہلے تک قصر کرے، پھر بستی میں پہنچ کر پوری نماز پڑھے، پھر جب پٹنہ آنے لگے اور بستی سے باہر ہو قصر کرے، یا گیا سے اپنی سسرال تک پوری نماز ادا کرے؛ لیکن جب واپس پٹنہ آنے لگے، تب قصر شروع کرے، اس نے کیا یہ ہے کہ گیا سے چل کر سسرال تک تو قصر نہیں کیا؛ بلکہ وہاں سے جب چلا تو قصر شروع کیا۔ میں ان کی وجہ کر بہت پریشانی میں ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

گیا سے چل کر جہان آباد کے نزدیک سسرال میں اگرچہ پندرہ دن سے کم ٹھہرا؛ تاہم قصر نہ کرے؛ کیوں کہ زوجہ کا گھر بھی وطن کا حکم رکھتا ہے، (۵) پھر جب وہاں سے چلا تو اب سفر شروع ہوا۔ پس اگر قصد سفر پٹنہ کا کیا تو اس صورت

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۱۳۱/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) اور یہ بھی واضح ہو کہ جہاں شبہ ہو کہ قصر کرے، یا اتمام وہاں اتمام نماز ہی احوط ہے۔ انیس

(۳) رد المحتار، باب صلاة المسافر تحت قوله قاصدًا: ۱۲۲/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۴) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اختلاف کی صورت میں احتیاط اتمام نماز ہی میں ہے، نہ کہ قصر میں۔ انیس

(۵) تزوج المسافر ببلد صار مقيمًا على الأوجه (الدر المختار)

وفي الرد تحت (قوله: صار مقيمًا على الأوجه) أي بنفس التزوج وإن لم يتخذه وطنا أو لم ينو الإقامة خمسة عشر يوماً. (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۶۱۹/۲، مكتبة زكريا، ديوبند، انيس)

میں پٹنہ تک مسافت قصر نہیں ہے؛ اس لیے یہاں بھی پوری پڑھے گا؛ لیکن جب پٹنہ سے یکسر گیا واپس ہوا بغیر قیام سسرال تو یہ مسافت سفر ہے، اس صورت میں بوقت واپسی قصر کرے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حفیظ الحسن، ۲۱ رمحرم ۱۳۴۷ھ۔ الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۴۴-۳۴۵)

شوہر کے لیے سسرال وطن اصلی ہے، یا نہیں:

سوال: شوہر کے لیے سسرال وطن اصلی کے حکم میں ہے، یا نہیں؟ یعنی سسرال میں آنے کے بعد اگر پندرہ دنوں سے کم قیام کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھی جائے گی، یا قصر؟ سسرال میں بیوی کے ہونے، یا نہ ہونے کی صورت میں کچھ فرق ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

کسی شخص کے لیے اس کی سسرال وطن اصلی کے حکم میں ہے، یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ علامہ شامی نے دو قول نقل کیا ہے: ایک تو یہ کہ سسرال شوہر کے لیے وطن اصلی کے حکم میں نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سسرال مطلقاً وطن اصلی کے حکم میں ہے، خواہ بیوی سسرال میں ہو، یا میکہ میں اور خواہ شوہر نے سسرال میں رہنے کا فیصلہ کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔ علامہ شامی نے اسی دوسرے قول کو شرح منیہ کے حوالہ سے اوجہ قرار دیا ہے۔

"(قوله: أو تأهله) أى تزوجه قال فى شرح المنية ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيمًا وقيل يصير مقيمًا وهو الأوجه".(۲)

البتہ فتاویٰ قاضی خاں اور دیگر کتب فقہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کے لیے سسرال مطلقاً وطن اصلی کے حکم میں نہیں ہے؛ بلکہ وطن اصلی کے حکم میں اس وقت ہوگا جب کہ بیوی وہیں رہتی ہو، یا شوہر نے وہاں مکان بنالیا ہو، جس سے وہاں رہنے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہو۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت:

"المسافر إذا جاوز عمران مصره ... إن كان ذلك وطنًا أصليًا بأن كان مولده وسكن فيه أو لم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله دارًا يصير مقيمًا بمجرد العزم إلى الوطن".(١٦٥/١)(۳)

ردالمحتار میں ہے:

"ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيمًا، فإن ماتت زوجته فى إحداهما وبقى له

(۱) من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا)...(مسيرة ثلاثة أيام ولياليها)...(صلى الفرض الرباعى ركعتين) وجوبًا.(الدر المختار على هامش رد المحتار: ٢/٥٩٩-٦٠٣، مكتبة زكريا ديوبند، انيس)

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ٢/٦١٤، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۳) قاضى خان، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ١/١٦٥، انيس

فیھا دور وعقار قیل لایبقی وطنًا له،إذالمعتبر الأهل دون الدار،كما لوتأهل ببلدة واستقرت سكنًا له وليس له فيها دار،وقيل تبقى،آه.(٢/٦١٤)(۱)

ہمارے علما اور مفتیان کرام نے فتاویٰ قاضی خاں کی اس عبارت ہی کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا کہ شوہر کے لیے سسرال مطلقاً وطن اصلی کے حکم میں نہیں ہے؛ بلکہ وطن اصلی کے حکم میں اس وقت ہوگا، جب کہ یا تو بیوی وہاں رہتی ہو، یا شوہر نے مکان بنا کر رہنے کا عزم کر لیا ہو۔ غور کرنے سے یہی قول راجح بھی معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے کہ کوئی بھی جگہ وطن اصلی اس وقت قرار پاتی ہے، جب کہ وہاں رہنے کا پختہ ارادہ ہو، بیوی جب اپنے میکہ میں ہو، یا شوہر نے وہاں مکان بنالیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں شوہر کا وہاں رہنا سمجھ میں آتا ہے، لہٰذا ان دونوں صورتوں میں وہ جگہ وطن اصلی کے حکم میں ہوگی، مطلقاً سسرال کو وطن اصلی قرار نہیں دیا جائے گا، البتہ فقہا یہ بھی اصول بیان کرتے ہیں کہ جس جگہ قصر اور اتمام میں اشتباہ ہو، وہاں پر احتیاطاً اتمام اولیٰ وافضل ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

"قال في رد المحتار في موقع الاشتباه: لأنه اجتمع في هذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطًا". (٢)

لہٰذا جب کہ سسرال کے وطن اصلی ہونے میں اختلاف ہے اور شامی کی صراحت کے مطابق راجح قول وطن اصلی ہونے کا ہے تو احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مطلقاً سسرال میں نماز پوری پڑھی جائے اور قصر نہ کیا جائے، خواہ بیوی وہاں موجود ہو، یا نہ ہو اور شوہر نے وہاں مکان بنا کر رہنے کا عزم کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔ (۳)

اور فتاویٰ دارالعلوم جدید میں ہے:

ہرگاہ آنکہ بلد دیگر نکاح کردہ زوجۂ خود را بوطن اصلی خود آورد وخود بموضع تأہل وتزوج؛ یعنی مسکن زوجہ خود اقامت نہ کرد ومستقر نہ شد ونہ زوجۂ خود در آنجا گذاشت آن بلد وطن او نہ شدہ است پس بمجرد دخول در آں بلد مقیم نخواہد شد واتمام نماز لازم نخواہد شد؛ بلکہ قصر بکند۔ (كذا يظهر من كتب الفقه)

وفقہاء کہ موضع تزوج را وطن فرمودہ اند مراد آنست کہ زوجۂ او در آنجا مقیم باشد وہرگاہ زوجۂ اش آنجا مقیم نیست وخود نیز در آنجا سکونت نکردہ؛ بلکہ زوجۂ خود را بوطن خود بیاورد پس محض اقامت خسر ووجود خانۂ آں خسر در انجا مفید ایں امر نخواہد شد کہ آں بلد را وطن شوہر گفتہ شود۔

"ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخل صار مقيماً فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها

(۱) رد المحتار،باب صلاة المسافر: ٢/٦١٤،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۲) ردالمحتار،باب صلاة المسافر: ٢/٦٠١،مكتبة زكريا ديوبند ،انيس

(۳) دیکھئے: امداد الفتاویٰ: ۱/۵۶۳

دورو عقار قيل لا يبقى وطنًا له إذ المعتبر الأهل دون الدار". (۱)

ونیز در جائیکہ اشتباہ باشد کہ قصر کند یا نہ کند آنجا اتمام نماز احوط است۔

قال في الشامي في موقع الاشتباه: لأنه اجتمع في هذه الصلوة ما يوجب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطًا. (۲)

وظاہر است کہ بصورت اختلاف احتیاط در اتمام نماز است نہ در قصر۔ (۴۶۶/۴-۴۶۷) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۵/۳/۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۶۷-۴۶۹)

مردسسرال میں مقیم ہوتا ہے، یا مسافر:

سوال (۱) زید کا نکاح سہار نپور ہوا، جو اس کے وطن سے سومیل ہے، زید منکوحہ کو وطن لے آیا۔ اگر زید ایسی صورت میں سہار نپور جائے کہ اس کی منکوحہ سہار نپور نہ ہو تو زید مقیم ہوگا، یا مسافر؟

(۲) اگر زید کی منکوحہ فوت ہو جائے تو وہ سہار نپور جا کر مقیم ہوگا، یا مسافر؟

(۳) زید ساکن الہ آباد اور ہندہ ساکنہ سہار نپور، دونوں سفر کرتے ہوئے مراد آباد پہنچے، وہاں دونوں کا نکاح ہو گیا تو زید مراد آباد میں مقیم ہوگا، یا مسافر؟

الجواب

درمختار میں ہے:

ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيماً فإن ماتت زوجته في إحداهما وبقي له فيها دورو عقار قيل لا يبقى وطناً له إذ المعتبر الأهل دون الدار كما لو تأهل ببلدة واستقرت سكناً له و ليس له فيها دار وقيل تبقى، إلخ. (۴)

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۱۳۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۲/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) جب کوئی شخص دوسرے شہر میں نکاح کر کے اپنی بیوی کو اپنے وطن اصلی میں لائے اور جو خود شادی کرنے کی جگہ میں؛ یعنی بیوی کی سکونت گاہ میں اقامت نہ کرے اور اس کو ٹھکانہ بنائے اور نہ اپنی زوجہ کو اس جگہ میں چھوڑے تو وہ شہر اس کا وطن اصلی نہیں ہوگا، لہٰذا صرف اس شہر میں داخل ہونے سے مقیم نہیں ہوگا اور پوری نماز پڑھنا لازم نہیں ہوگا؛ بلکہ قصر کرے گا، جیسا کہ کتب فقہ سے ظاہر ہے اور فقہا نے جو شادی کی جگہ کو وطن قرار دیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی بیوی اس جگہ نہ رہتی ہو اور جب اس کی بیوی اس جگہ نہ رہتی ہو اور وہ خود بھی وہاں سکونت پذیر نہ ہو؛ بلکہ اپنی بیوی کو اپنے وطن لے آئے تو محض خسر اور اس کے اہل خانہ کا وہاں رہنا اس امر میں مفید نہیں ہوگا کہ اس شہر کو شوہر کا وطن کہا جائے،...... نیز جس جگہ قصر اور اتمام میں اشتباہ ہو جائے، ایسی تمام جگہوں میں احتیاط یہی ہے کہ نماز پوری پڑھی جائے......اور ظاہر ہے کہ اختلاف کی صورت میں احتیاط پوری نماز پڑھنے میں ہے، نہ کہ قصر میں۔ [مجاہد]

(۴) ردالمحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي و وطن الاقامة: ۱۳۱/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

اس سے دوسری صورت؛ یعنی (ب) کا جواب تو واضح ہوگیا کہ زوجہ کے مرجانے کے بعد سہارنپور اس کا وطن اصلی نہ رہے گا، خصوصاً جب کہ وہاں اس کا گھر اور زمین بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ اختلاف جو کچھ ہے، وہ بصورت دار وعقار باقی رہنے کے ہے اور اس میں اتمام احوط ہے اور پہلی صورت (الف) میں بھی جب کہ اس کی زوجہ وہاں نہیں ہے تو بظاہر وہاں جا کر مقیم نہ ہوگا اور تیسری صورت (ج) میں بھی مرادآباد ان کا وطن نہ ہوگا، اس میں تو کچھ شبہ نہیں ہے، صرف شبہ روایت شرح منیہ (۱) کے موافق پہلی صورت میں ہے؛ لیکن فقہانے یہ قاعدہ بھی لکھ دیا ہے کہ جہاں شبہ ہو، وہاں پوری نماز پڑھے کہ اس میں احتیاط ہے، جیسا کہ شامی میں موقع شبہ میں لکھا ہے:

لأنه اجتمع في هذه الصلاة مايوجب الأربع ومايمنع فرجحنا مايوجب الأربع احتياطاً. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷۰-۴۷۱) ☆

سسرال جو تین منزل پر ہے، قصر کرے، یا نہیں:

سوال: زید اگر اپنے سسرال میں جاوے، جو تین منزل پر ہے، قصر کرے، یا نہ؟ یعنی پندرہ روز، یا کم کے ارادہ سے جاوے، اسی طرح ہندہ اپنی سسرال میں بہ ارادہ کم از پندرہ یوم جاوے، جو تین منزل پر ہے، قصر کرے گی، یا نہ؟

الجواب________________

قال في الدرالمختار: (الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أوتأهله أوتوطنه، إلخ.

وفي الرد: (قوله أوتأهله) أي تزوجه، قال في شرح المنية: ولوتزوج المسافر ببلد ولم ينوالإقامة به فقيل لايصير مقيمًا وقيل يصير مقيمًا وهو الأوجه إلخ. (۳)

(۱) شرح منیہ کی وہ روایت یہ ہے: ولوتزوج المسافر ببلد ولم ينوالإقامة به فقيل لايصير مقيماً وقيل يصير مقيماً وهو الأوجه، إلخ. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر، تحت قوله قاصدًا: ۲/۱۲۲، دار الفكر بيروت، ظفير

☆ **سسرال میں قصر کرے، یا پوری پڑھے:**

سوال: سسرال میں دس کوس کا فاصلہ ہے تو زید کو سسرال پہنچ کر پوری نماز پڑھنا چاہیے، یا قصر؟

الجواب________________

سسرال میں پہنچنے پر پوری نماز پڑھے۔

كما في رد المحتار: (قوله أوتأهله): أي تزوجه، قال في شرح المنية (غنية المستملي: ۱/۵۰۵، ظفير): ولوتزوج المسافر ببلد ولم ينوالإقامة به فقيل لايصير مقيما وقيل يصير مقيما وهو الأوجه، إلخ. (رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۲/۱۳۱، دار الفكر بيروت، انيس) (دس کوس مسافت قصر نہیں ہے؛ اس لیے صورت مسئولہ میں قصر کا سوال پیدا نہیں ہوتا، ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۸۸-۴۸۹)

(۳) دیکھئے: الدرالمختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۱، دار الفكر بيروت، انيس

فالأصلی وھو مولد الإنسان أو موضع تأھل به ومن قصده التعیش به لاالارتحال عنه.(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ زید اور ہندہ صورت مذکورہ میں نماز پوری پڑھیں۔فقط(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۹۳)

زوجہ کے وطن میں قصر کرے، یا نہیں:

سوال: زید مع اہل وعیال سسرال میں آیا، جو مقدار مسافت قصر پر ہے۔زید اوراس کی بیوی قصر کریں، یا نہیں؟ اوراس کی نگرانی دوسرے قرابت داروں کے ماتحت کیا ہے؟ کیا قدیم وطن اصلی کو جہاں زینات اور دیگر قرابت دار ہیں، جیسے ہمشیرہ واخ وبہنوئی آوے تو قصر پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

جس شہر میں انسان اپنا نکاح کرے، وہ بھی مثل وطن کے ہوجاتا ہے، لہذا شوہر کو سسرال میں قصر نہ کرنا چاہیے، نماز پوری پڑھے، اسی طرح عورت بھی۔

قال فی الدر:(الوطن الأصلی)ھو موطن ولادته أوتأھله أوتوطنه،آہ.(۸۲۹/۱)(۳)

قلت:وھٰذا لایصح مطلقًا بل فیه تفصیل کما سیأتی.

(۲) دوسری صورت میں دونوں وطن اصلی ہیں، قدیم وطن میں جب جاوے نماز پوری پڑھے۔

(۱) غنیة المستملی، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ٥٤٤، ظفیر

(۲) ضمیمہ: مندرجہ بالاصفحات میں دومسئلے زیر بحث ہیں۔پہلا مسئلہ: تَوَطُّنُ به تَزَوُّجِ کا کیا مطلب ہے۔

دوسرا مسئلہ: شوہر کے گھر رخصت ہوجانے کے بعد عورت کا میکہ وطن اصلی باقی رہتا ہے، یا نہیں؟

(۱) سوال: ''جہاں شادی کرے، وہ وطن کے حکم میں ہے، یا نہیں''، ''عورت جب شادی کے بعد اپنے والدین کے گھر جائے، الخ''، ''سسرال میں جاکر نماز پوری پڑھی تو کیا حکم ہے''، ''سسرال میں قصر کرے، یا پوری پڑھے۔۔۔''اور''سسرال جو تین منزل پر ہے، قصر کرے، یا نہیں'' کے جوابات میں ہے کہ محض تزوّج سے شوہر کے لیے سسرال وطن اصلی ہوجاتا ہے۔چاہے اس کا سسرال میں رہنے کا ارادہ ہو، یا نہ ہو۔نیز چاہے اس کی بیوی وہاں رہتی ہو، یا اسے دوسری جگہ منتقل کرلیا ہو، اسی طرح عورت کے شوہر کے گھر رخصت ہوجانے کے بعد بھی اس کا میکہ اس کا وطن اصلی باقی رہتا ہے۔

(۲) اورسوال''خسر کا گھر وطن اصلی نہیں''، ''مرد سسرال میں مقیم ہوتا ہے، یا مسافر''اور''عورت کا وطن اصلی سسرال ہے، یا والدین کا گھر، الخ'' کے جوابات میں یہ ہے کہ محض تزوّج سے سسرال شوہر کے لیے وطن اصلی نہیں ہوتا۔سسرال شوہر کے لیے وطن اصلی صرف اس صورت میں ہوتا ہے، جب شوہر کا سسرال میں رہنے کا ارادہ ہو، یا اس کی زوجہ وہاں رہتی ہو اور عورت کے لیے شوہر کے گھر رخصت ہونے کے بعد میکہ وطن اصلی باقی نہیں رہتا۔

ان مختلف فتاویٰ میں نمبر:۲ کے فتاویٰ صحیح ہیں اور نمبر:۱ کے فتاویٰ میں شرح منیہ کی جس عبارت سے استدلال کیا گیا ہے، وہ استدلال واضح اور موافق قواعد نہیں ہے۔واللہ اعلم (محمد امین، ضمیمہ، ص:۱۵-۱۶)

(۳) الدر المختار علی ھامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس

قال في الهندية: ولو انتقل بأهله ومتاعه إلىٰ بلد وبقى له دور وعقار في الأول، قيل: بقي الأول وطنًا له وإليه أشار محمد رحمه الله في الكتاب، كذا في الزاهدي، آه. (۱/ ۹۱)(۱)واللہ اعلم

۲۲/ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/ ۳۰۷)

داماد سسرال میں قصر کرے، یا اتمام:

سوال: زید کا سسرال اتنی دور ہے جتنی دور میں آدمی شرعی مسافر ہو جاتا ہے، یا اس سے بھی دور ہے، زید اگر اپنی سسرال جائے تو زید کو وہاں پہنچ کر قصر نماز پڑھنی ہوگی، اگر پوری نماز پڑھنی ہوگی تو اس کی کیا وجہ ہے؟ قاعدہ کی رو سے وہ مسافر ہو چکا اور پھر وہ پوری نماز پڑھے اور زید کا ارادہ بھی وہاں ٹھہرنے کا دو دن، یا کم وبیش کا ہے؛ یعنی پندرہ یوم سے کم، پھر بھی وہ مسافر نہیں ہوا۔ فتاویٰ دار العلوم: ۴/ ۴۷۱(۲) پر تحریر ہے: ''اگر کسی آدمی کی زوجہ گھر پر ہو اور پھر وہ آدمی سسرال کو جائے جب کہ اس کی بیوی سسرال میں نہیں ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا، بلکہ مسافر رہے گا''۔

اور ۴/ ۴۸۸(۳) پر تحریر ہے کہ ''سسرال میں پہنچ کر پوری نماز پڑھے، قصر نہ کرے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیم رہے گا اور اوپر کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ مسافر رہے گا۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مسافر ہونے کے لیے سسرال میں عورت کا ہونا ضروری ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اگر عورت سسرال میں ہو تو زوجہ کا میکہ آدمی کی سسرال نہ رہے گا اور مسافر ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟ ایک شرط ۴۸/ میل ہے اور اس کے علاوہ جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں؟ اور کیا محض نکاح کی وجہ سے زید کا سسرال وطن بن جاتا ہے، جب کہ زید نہ سسرال میں رہتا ہے اور نہ آئندہ کے لیے اس کا کوئی وہاں رہنے کا قصد ہے؟

ایضاً:

سوال: بہشتی زیور میں مسافرت کی نماز کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ ''بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگے تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکہ گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی۔ مسافرت کے قاعدہ سے نماز وروزہ کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لیے نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا، وہ اب بھی رہے گا''۔(۴) عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ عورت بیاہ کے بعد سسرال ہی میں رہتی ہے؛ لیکن رنج وخوشی کے موقعہ پر میکہ چلی جاتی ہے۔ کیا مسئلہ مذکورہ میں یہی صورت مراد ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱٤۲، انيس

(۲) فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوٰۃ، مسائل صلوٰۃ المسافر: ۴/ ۴۷۱، مکتبہ امدادیہ ملتان

(۳) فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوٰۃ، مسائل صلوٰۃ المسافر: ۴/ ۴۸۸، مکتبہ امدادیہ ملتان

(۴) بہشتی زیور، حصہ دوم، باب بیست ویکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۹، دار الاشاعت کراچی

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیًا

(۱) ص:۴۸۸ کے سوال میں تصریح ہے: سسرال میں اگر اسی ،۸۰/کوس کا فاصلہ ہے تو زید کو سسرال پہنچ کر پوری نماز پڑھنی چاہیے، یا قصر کرنا چاہیے''؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ پوری نماز پڑھے۔اس مسافت پر شرعی سفر نہیں ہوتا۔ص:۱۷۴ کے سوال میں سومیل کی تصریح ہے، جس پر شرعی سفر کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ یہ فرق بدیہی ہے، محض کسی جگہ نکاح کر لینے سے وہ جگہ وطن اصلی نہیں ہو جاتی ،جیسا کہ ص:۱۷۴ کے ایک سوال میں ہے کہ ''زید ساکن الٰہ آباد اور ہندہ ساکنہ سہارنپور دونوں سفر کرتے ہوئے مراد آباد پہنچے، وہاں دونوں کا نکاح ہو گیا تو زید کا مراد آباد وطن نہ ہوگا، وہاں قصر ہی کرے گا، البتہ اگر کسی مقام جو کہ سسرال کا شہر ہے، وہاں نکاح ہوا اور یہ طے پا جائے کہ باوجود نکاح کے زوجہ کو شوہر کے مکان پر رخصت کر کے نہیں بھیجا جائے گا؛ بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے مکان ہی پر رہے گی اور شوہر کو بھی یہیں رہنا ہوگا، جس کو خانہ دامادی کہا جاتا ہے، اس صورت میں شوہر کے حق میں سسرال بھی وطن اصلی کے حکم میں ہے، یہاں آ کر بھی اس کو اتمام کرنا ہوگا، اگر چہ مسافت طے کر کے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنا ہو''۔

''الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدته أو بلدة أخرىٰ اتخذها دارًا وتوطن بها مع أهله و ولده وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، وهٰذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرىٰ وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليًا حتىٰ لو دخله مسافراً لا يتم قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث أهلاً في بلدة أخرىٰ، فإن الأول لم يبطل ويتم فيهما، إلخ''. (البحر الرائق)(۱)

جہاں نکاح کی یہ صورت نہ ہو، وہ وطن اصلی کے حکم میں نہیں، مسافر ہونے کے لیے تین منزل کی مسافت تقریباً ۴۸/میل کی نیت سے جائے۔ وطن اصلی، یا وطن اقامت کی آبادی سے خارج ہو جائے، بس اتنا ہی کافی ہے۔(۲)

(۲) بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر ایک دو دن کے لیے بطور مہمان کے جاتی ہے، پھر واپس چلی آتی ہے۔ کچھ مدت کے بعد پھر دو چار روز کے لیے جاتی ہے اور چلی آتی ہے۔ کچھ عرصہ تک یہی حال رہتا ہے۔اس صورت میں میکہ اس کا وطن اصلی رہتا ہے، وہ وہاں اتمام کرتی ہے اور شوہر کا مکان ابھی وطن اصلی نہیں بنا، پھر مستقلاً شوہر کے مکان پر قیام کے لیے آ جاتی ہے کہ اصالۃً اب اسے یہاں رہنا ہے، بوقت

---

(۱) البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۹/۲، رشيدية

(۲) من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) ... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) ... (صلىٰ الفرض الرباعي ركعتين) وجوبا''. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲-۱۲۳، سعيد)

ضرورت میکہ جانا ہوگا؛ اس لیے شوہر کا وطن ہی اس کا وطن اصلی کہلاتا ہے، اب وہاں قصر نہیں کرے گی۔(۱) بہشتی زیور کی مراد یہی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۱۳۹۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۴۹۵-۴۹۸)

جہاں نکاح ہو، کیا وہ مطلقاً وطن اصلی کے حکم میں ہے:

سوال (۱) درمختار میں وطن اصلی اس جگہ کو بھی لکھا ہے: "أو تأهله" یعنی نکاح کرنے کی جگہ تو کیا مطلقاً وہ جگہ جہاں نکاح ہوا ہے، وطن اصلی ہے، یا اس کا کچھ اور مطلب ہے؟ اور اس کی کیا تفصیل ہے؟

عورت کا وطن اصلی سسرال ہے، یا والدین کا گھر

اور اگر کوئی وطن اقامت سے دس بارہ میل سفر کرے تو مسافر ہوگا، یا نہیں:

(۲) عورت کا وطن اصلی اس کی سسرال ہے، یا والدین کا گھر؟ وطن ولادت سے کیا مراد ہے؟ مطلقاً، یا وہ جگہ جس کو عرف میں وطن کہتے ہیں؟

اگر کوئی شخص کسی جگہ ملازم ہوا اور اس کا وطن وہاں سے سفر شرعی کی مسافت پر ہو تو اگر یہ شخص ملازمت کی جگہ سے دس بارہ میل کا سفر کرے تو مسافر ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) وطن اصلی کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ وطن قرار ہو؛ یعنی وہاں رہنا مقصود ہو۔ پس موضع تاہل؛ یعنی تزوج وطن اصلی اسی وقت ہوتا ہے کہ وہاں رہنا مقصود ہو اور اس کی زوجہ وہاں رہتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی جگہ سے نکاح کر کے عورت کو لے آیا تو پھر بھی وہ موضع نکاح وطن ہو جاوے۔ حاصل یہ ہے کہ جس جگہ اس کی زوجہ رہتی ہے اور اس کو وہاں رہنا مقصود ہے تو وہ بھی وطن اصلی ہے، اگر دو زوجہ دو شہروں میں رہتی ہیں تو دونوں وطن اصلی ہیں۔

ولو كان له أهل ببلدتين فأيتهما دخلها صار مقيماً.(۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ زوجہ کا وہاں رہنا اور ہونا معتبر ہے، محض نکاح کر کے کہیں سے لے آنا، یہ سبب وطن بننے کا نہیں ہے۔

---

(۱) الوطن الأصلي هو وطن الانسان في بلدته أو بلدة أخرى اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل تعيش بها. .(البحر الرائق،باب المسافر: ۲/۱۳۹،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

(۲) ردالمحتار،باب صلاة المسافر،مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۲/۱۳۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) عورت تابع مرد کے ہے، شوہر اس کا اس کو جہاں رکھے، وہی اس کا وطن ہوگا۔(۱)

وطن ولادت وہ ہے، جہاں وہ پیدا ہوا اور اس کے والدین وہاں رہتے ہیں، ملازمت کی جگہ جہاں وہ مقیم ہے اور بوجہ اقامت کے نماز پوری پڑھتا ہے تو جب تک وہاں سے مسافت شرعیہ کے سفر کے ارادہ سے نہ نکلے گا، قصر نہ کرے گا۔

(و)یبطل (وطن الإقامة بمثله و)بالوطن (الأصلی و)بإنشاء (السفر). (۲)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۲/۴-۴۸۳)

شادی شدہ لڑکے کی مستقل سکونت کون سی کہلائے گی:

سوال: کہتے ہیں کہ بیٹے کا گھر شادی سے پہلے ماں باپ والا ہوتا ہے اور شادی کے بعد وہ والا جہاں اس کے اہل خانہ رہتے ہوں، ایسی صورت میں جب کہ یہ دونوں گھر دو مختلف شہروں میں ہوں تو اس لڑکے کی سکونت کس شہر میں کہلائے گی؟

الجواب

جہاں اس نے مستقل سکونت کا ارادہ کرلیا ہو۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸۸/۴-۸۹)

جہاں شادی کرے، وہ وطن کے حکم میں ہے، یا نہیں:

سوال (۱) مثلاً زید ساکن دیوبند کا نکاح الہ آباد ہوا تو اب محض نکاح ہوجانے سے الہ آباد زید کا وطن اصلی ہوجائے گا، یا وہاں سکونت اختیار کرنا بھی شرط ہے۔صاحب مراقی الفلاح ودرمختار وغیرہ محض تزوج کو لکھتے ہیں اور کبیری وغیرہ میں سکونت کی قید لگائی ہے۔فتویٰ کس قول پر ہے؟

شادی کے بعد اپنے والدین کے گھر جائے اور پندرہ دن سے کم کی نیت کرے تو قصر کرے، یا اتمام:

(۲) بعد نکاح جب عورت اپنے شوہر کے یہاں چلی جاوے۔اگر پھر والدین کے یہاں آوے اور پندرہ یوم سے کم قیام کا ارادہ ہو تو قصر کرے، یا اتمام؟

---

(۱) (والمعتبرنیة المتبوع)؛لأنه الأصل (لاالتابع کامرأة) وفاها مهرها المعجل.(الدرالمختارعلی هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۳۳/۲،دار الفکر بیروت،انیس)

(۲) الدرالمختارعلی هامش رد المحتار،کتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۱۳۲/۲،دار الفکر بیروت ،ظفیر

(۳) (الوطن الأصلی) (یبطل بمثله) (وفی الرد تحت قوله الوطن الأصلی)فلوکان له أبوان ببلد غیرمولده وهو بالغ ولم یتأهل به فلیس ذلک وطناً له إلا إذا عزم علی القرار فیه وترک الوطن الذی کان له قبله،إلخ.(ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۲/۲)

سسرال میں جا کر نماز پوری پڑھی تو کیا حکم ہے:

(۳) اگر زید مذکور ساکن دیوبند الہ آباد جا کر اتمام کرے اور مقیمین کو پوری نماز پڑھاوے تو اعادہ کی تو ضرورت نہیں؟

الجواب

(۱) شامی نے قول درمختار "أو تأهله" کے تحت میں شرح منیہ سے نقل فرمایا ہے:

ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقيل لا يصير مقيماً وقيل يصير مقيماً وهو الأوجه،إلخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ محض تزوج سے وہاں مقیم ہو جاتا ہے یہی اصح واوجہ ہے؛ یعنی وہاں جا کر نماز پوری پڑھنی چاہیے۔

(۲) پوری نماز پڑھے کہ وہ بھی اس کا وطن اصلی ہے۔(۲)

(۳) اس کا حکم اوپر (۱) کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ اس کو پوری نماز پڑھنی چاہیے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم:۴/۴۵۸-۴۵۹)

کیا عورت کو بعد شادی وطن اصلی ومیکہ میں قصر کرنا ہوگا:

سوال: ہندہ اپنے وطن مولودی سے سوکوس پر بیاہی گئی ہے تو جب کہ سسرال سے اپنے وطن اصلی مولودی میں چار پانچ روز کے واسطے اتفاقاً آوے تو نماز قصر پڑھے، یا پوری؟

الجواب

فی الدر المختار: الوطن الأصلی ... (يبطل بمثله).

فـی ردالـمـحتار: فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلک وطنا له إلا إذا عزم على القرار فيه وترک الوطن الذی كان له قبله، شرح المنية. (۸۲۹/۱)(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ عورت صورت مسئولہ میں نماز قصر پڑھے۔فقط

۷/رجب ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۱۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۷۹)

عورت میکہ میں اتمام کرے گی، یا قصر:

سوال: اگر عورت کا میکہ مسافت سفر پر واقع ہو تو عورت اپنے میکہ میں اتمام کرے گی، یا قصر؟ جب کہ بہشتی زیور

---

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطن الأصلی ووطن الاقامة: ۱۳۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الوطن الأصلی هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب فی الوطن الأصلی، إلخ: ۷٤٢/۱، ظفير)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲-۱۳۲، دار الفكر بيروت، انيس

میں اتمام کا فتویٰ ہے،(۱) تو کون سا فتویٰ معتبر ہے؟ پھر دونوں فتووں میں تعارض کیسے پیدا ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

شادی کے بعد شوہر کے مکان پر ایک روز کے لیے آنا ہوتا ہے، یہ آنا عارضی ہے، جب میکہ جائے گی، اتمام کرے گی، پھر جب شوہر کے مکان پر مستقل قیام کے لیے آنا ہوگا، ایسی حالت میں میکہ عارضی طور پر پندرہ روز سے کم کے لیے جانا ہو تو قصر کرے گی۔ اس طرح تعارض رفع ہو جائے گا؛ کیوں کہ ہر دو کا محمل الگ الگ ہے۔(۲) دفع تعارض کے لیے تطبیق کا طریقہ بھی اور ترجیح کا طریقہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۰۱)

مسافت سفر اور میکہ کا شرعی حکم:

سوال: میں ۱۱۰ کیلو میٹر کا سفر طئے کر کے میکہ حیدرآباد آئی ہوں، یہاں کبھی ایک اور کبھی دو دن رہتی ہوں۔ میرے لیے نماز قصر ہوگی، یا پوری؟ (ایک بہن، ٹانڈور)

الجواب ــــــــــــــــــــ

۷۷ رکیلو میٹر کی مسافت کے سفر پر آدمی مسافر ہو جاتا ہے؛ اس لیے دوران سفر آپ مسافر ہیں، اگر آپ راستہ میں ظہر و عصر، یا عشا کی نماز ادا کریں تو قصر کریں گی۔ اسی طرح اگر یہ نماز دوران سفر اس طرح قضا ہوئی کہ حیدرآباد میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس نماز کا وقت گذر چکا تو بعد میں اس کی قضا دو ہی رکعت کی جائے گی؛ کیوں کہ جو نمازیں حالت سفر میں قضا ہو گئی ہوں، وہ بعد میں قصر ہی کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔(۳)

---

(۱) **مسئلہ ۲۱**: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگی تو اس کا اصل گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے۔ اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لیے دل میں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا، وہی اب بھی اصلی رہے گا۔ (بہشتی زیور، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، حصہ دوم، ص:۱۵۹، دارالاشاعت کراچی)

(۲) **(الوطن الأصلى) و هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقى لم يبطل، بل يتم فيهما (لا غير). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱-۱۳۲، سعيد)**

"والوطن الأصلى هو وطن الإنسان فى بلدته أو بلدة أخرىٰ اتخذها داراً وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل تعيش بها وهٰذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن فى بلدة أخرىٰ وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصلياً حتىٰ لو دخله مسافرًا، لا يتم". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيدية)/(الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيدية)

(۳) **" فيقضى مسافر فى السفر مافاته فى الحضر من الفرض الرباعى أربعاً، المقيم في الإقامة مافاته في السفر منها ركعتين "(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، باب فى قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱)**

حیدرآباد جوآپ کا میکہ ہے، اگرآپ کے والدین، یاان میں سے ایک یہاں موجود ہوں، یا آپ کی زمین ومکان یہاں ہوتو حیدرآباد آپ کا وطن ہے، یہاں اگر آپ چند گھنٹوں کے لیے آئیں، تب بھی آپ پوری چار رکعت نماز ادا کریں گی۔

"وطن أصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذی تأهل به". (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۴۶۸/۲-۴۶۹)

وطن اصلی کے متعدد ہونے اور وطن زوجہ کا وطن اصلی ہونے کی تحقیق:

سوال: کبیری شرح منیہ، ص: ۵۹۲ میں ہے:

"لوتزوج المسافر ببلد ولم ینو الإقامة به فقیل لایصیر مقیمًا وقیل یصیر مقیمًا وهو الأوجه لما مر من حدیث عثمان رضی الله عنه". (۲)

وروى الإمام أحمد وأبوبكر بن أبی شیبة وأبوعمر بن عبد البر والطحاوی أن عثمان رضی الله عنه صلٰی بمنٰی أربع ركعات فأنكر الناس علیه فقال أیها الناس أنی تأهلت بمكة منذ قدمت وأنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من تأهل فی بلد فلیصل صلاة المقیم. (۳)

ولو كان له أهل ببلدتین فأیتهما دخلها صار مقیمًا فإن ماتت زوجة فی إحدیهما وبقی له فیها دور وعقار لاتبقی وطنًا له إذ المعتبر الأهل دون الدار كما لوتأهل ببلدة و استقرت سكناً له ولیس له فیها دار وقیل تبقی، آه. (۴)

حافظ عبداللطیف صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر زوجہ مستقل قیام (جیسا کہ نکاح سے پیشتر تھا) اپنے والدین کے وطن میں رکھے، جب تو خاوند کے لیے سسرال وطن بن جاوے گا اور اگر (ہمارے دیار کی طرح) مستقل قیام خاوند کے وطن میں کرلیوے اور والدین کے یہاں محض ملاقات کو آیا کرے تو خاوند سسرال میں مسافر رہے گا۔ (۵)

احقر کی فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ عورت کا جس جگہ مستقل قیام ہو وہ خاوند کا وطن اصلی قرار دیا جاوے گا اور "إذ المعتبر الأهل دون الدار" سے یہی مفہوم ہوتا ہے اور اس توجیہ پر خاوند کا تابع للزوجہ ہونے کا اشکال بھی نہیں ہوتا، البتہ یہ سوال ہوگا کہ وطن قدیم وطن رہے گا، یا نہیں؟ اگر نہیں جب تو کچھ اشکال نہیں اور اگر وہ بھی وطن رہے گا تو دو وطن ہو جائیں گے، حالاں کہ الوطن الأصلی یبطل بمثله کے موافق وطن اصلی متعدد نہیں ہو سکتے، متعدد اہلیہ ہونے کی صورت میں بھی یہی اشکال ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۴۲/۱

(۲) كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۵۴۴، انیس

(۳) غنیة المستملی، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۵۳۸، انیس

(۴) الحلبی الكبیر، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۵۴۴، انیس

(۵) بلکہ عورت بھی اس حالت میں قصر کرے گی، کما ہو مصرح فی بہشتی زیور

مسئلہ کی تحقیق فرما کر حدیث کا محمل بھی بیان فرمادیجئے؛ یعنی اگر قصر در سسرال علی الاطلاق نہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا استدلال کس طرح صحیح ہوگا۔ (عبدالکریم گمتھلوی)

الجواب

قال فی البحر: والوطن الأصلی هووطن الإنسان فی بلدته أوبلدة أخرٰی اتخذها دارًا وتوطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها وهذا الوطن يبطل بمثله لاغيره وهوأن يتوطن فی بلدة أخرٰی وينقل الأهل إليها فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليًا حتٰی لودخله مسافرًا لايتم قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛لأنه لولم ينتقل بهم ولكنه استحدث أهلاً فی بلدة أخرٰی فإن الأول لم يبطل ويتم فيهما.

وفی المحيط: ولوكان له أهل بالكوفة وأهل بالبصرة فمات أهله بالبصرة وبقی له دورو عقار بالبصرة قيل البصرة لاتبقی وطنًا له لأنها إنما كانت وطنًا بالأهل لا بالعقارألا تری أنه لو تأهل ببلدة لم يكن له فيها عقارصارت وطنًا له وقيل تبقی وطنًا له لأنها كانت وطناً له بالأهل والدار جميعاً فبزوال أحدهما لا يرتفع الوطن كوطن الإقامة تبقی ببقاء الثقل وإن أقام بموضع آخر، آه.(١٦٣/١)

وفی المجتبٰی نقل القولين فيما إذا نقل أهله ومتاعه وبقی له دوروعقارثم قال وهذا جواب واقعة ابتلينا بهاوكثيرمن المسلمين المتوطنين فی البلاد ولهم دور وعقار فی القرٰی البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها أنهما وطنان له لايبطل أحدهما بالأخر،آه.(١)

وفی البدائع:ثم الوطن الأصلی يجوزأن يكون واحدًا أوأكثرمن ذلک بإن كان له أهل ودار فی بلدتين أو أكثر ولم يكن من نية أهله الخروج منها وان كان هو ينتقل من أهل إلٰی أهل فی السنة حتٰی أنه لوخرج مسافرًا من بلدة فيها أهله ودخل فی أی بلدة من البلاد التی فيها أهله فيصيرمقيمًا من غيرنية الإقامة،آه.(١٠٤/١)(٢)

وفی مراقی الفلاح:وإذا لم ينقل أهله بل استحدث أهلاً أيضا ببلدة أخرٰی فلايبطل وطنه الأول وكل منهما وطن أصلی له آه.(قال الطحطاوی تحت قوله:بل استحدث أهلاً وكذا لو استحدث أهلاً فی ثلاث مواضع فالحكم واحد فيما يظهر،آه.(ص:٢٤٩)(٣)

وفی فتح القدير:وطن أصلی وهومولد الإنسان أوموضع تأهل به ومن قصده التعيش به لا

---

(١) البحر الرائق،باب صلاة المسافر: ١٣٩/٢،دار الكتب العلمية،بيروت، انيس

(٢) بدائع الصنائع،فصل فی بيان ما يصير به المقيم مسافراً: ١٠٣/١-١٠٤،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(٣) مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی،باب صلاة المسافر،ص: ٤٢٩،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

الارتحال ولوتزوج المسافر فی بلد لم ینوالإقامة فیه قبل یصیرمقیمًا وقیل لا،آه.(۱٦/۲)(۱)

وفی الکفایة:ولوکان له أهل ببلدة فاستحدث فی بلدة أخریٰ أهلاً أخریٰ کان کل واحد منهما وطنًا أصلیًا له روی أنه کان لعثمان رضی اللّٰه عنه أهل بمکلة وأهل بالمدینة وکان یتم الصلاة بهما جمیعًا،آه.(۱۷/۲)(۲)

وفی الخلاصة: المسافر إذا جاوزعمران مصره فلما ساربعض الطریق تذکرشیئا فی وطنه فعزم الرجوع إلی الوطن لذلک إن کان ذلک وطنًا أصلیًا بأن کان مولده فیه أولم یکن مولده لکن تأهل فیه وجعله دارًا یصیرمقیمًا بمجرد العزم إلی الوطن،آه.(۱۹۸/۱)(۳)

وفیه أیضاً (۱۹۹/۱): ما نصه وإنما یصیرالمسافرمقیمًا أما بدخوله مصرا له فیه أهل أوبأن بدأ له لعود إلیه،إلخ.(۴)

وفی الفتاوی السراجیة:إذا دخل المسافربلدة له فیها أهل صارمقیمًا نویٰ الإقامة أولا،آه.(٦۲/۱)

ان نصوص فقہیہ سے چند امور مستنبط ہوئے:

(۱)　وطن اصلی وہ ہے،جس میں تعیش مع الاہل ہواور وہاں سے ارتحال ونقل اہل کا قصد نہ ہو۔

(۲)　جب کسی دوسرے مقام میں توطن کا ارادہ ہوتو بدون نقل اہل کے پہلا وطن باطل نہ ہوگا۔

(۳)　وطن اصلی متعدد ہوسکتے ہیں،حتی کہ اگر کوئی شخص چار نکاح چار شہروں میں کرے اور بیوی کو اسی کے شہر میں رکھے تو اس شخص کے چار وطن اصلی ہوجائیں گے۔

(۴)　جس شہر میں کسی شخص کے اہل وعیال کا مستقل قیام ہو،خواہ کرایہ کے مکان میں،یا ذاتی مکان میں،وہاں جب مسافر ہوکر پہنچے تو قصر باقی نہ رہے گا؛ بلکہ اتمام ضروری ہوگا،جیسا کہ بعض ملازمان سرکاری اپنے اہل وعیال کو جائے ملازمت میں مستقل طور پر رکھتے ہیں،پھر وہاں سے مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہیں،یہ لوگ جب اپنے اہل وعیال کی قیام گاہ پر پہونچیں گے،مقیم ہوجائیں گے۔(یدل علیه جزئیة السراجیة والمجتبی)

(۵)　کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہوجاتا؛ بلکہ اہل کا وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے،چناں چہ عبارت بحر میں:

وتوطن بها مع أهله وولده لیس من قصده الارتحال عنها بل التعیش بها.(۵)

(۱)　فتح القدیر،باب صلاة المسافر: ٤١/٢،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

(۲)　الکفایة شرح الهدایة،باب صلاة المسافر

(۳)　خلاصة الفتاویٰ،باب صلاة المسافر: ۱۹۸/۱،مکتبة رشیدیة،انیس

(۴)　خلاصة الفتاویٰ،باب صلاة المسافر: ۱۹۹/۱،مکتبة رشیدیة،انیس

(۵)　البحر الرائق،باب صلاة المسافر: ١٤٧/٢،دار المعرفة بیروت،انیس

اورعبارت فتح میں: موضع تأهل به ومن قصده التعيش به لا الارتحال. (۱)

اورعبارت خلاصہ میں ''أولم يكن مولده ولكن تأهل فيه وجعله داراً''تأهل کے ساتھ قصد تعیش وجعل دار کی قید صاف مذکور ہے اورحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصہ میں بھی ان کے اتمام کا سبب محض تزوج نہ تھا؛ بلکہ تزوج کے بعد اہل کا مکہ میں رکھنا اس کا سبب تھا، چناں چہ کفایہ کی عبارت میں اس کی تصریح ہے:

روى أنه كان لعثمان رضى الله عنه أهل بالمدينة وأهل بمكة وكان يتم بهما جميعًا،آه. (۲)

اورحدیث''من تأهل ببلدة فليصل فيها صلاة المقيم''کا بھی یہی محمل ہے؛ یعنی''من تأهل ببلدة وأسكن أهله فيها ولم ينقلها عنها''؛ کیوں کہ اگر مطلق تزوج ببلدۃ موجب قصر ہوجاوے، خواہ زوجہ کو وہاں رکھے، یا نہ رکھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قصر نہ کرنا چاہیے تھا؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں نکاح کیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ کا گھر وہاں موجود تھا، ان کے بھائی وغیرہ بھی وہاں موجود تھے، نیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ ہی میں نکاح کیا تھا اوران کا خاندان مکہ میں تھا؛ مگر صحیحین سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قصر کیا ہے اور بعد نماز کے فرماتے تھے:

''يا أهل مكة أتموا صلاتكم فإنا قوم سفر''. (۳)

وفى الفتح البارى: أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يسافر بزوجاته ويقصر. (۴)

اور یہ بھی صحاح میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں تمام ازواج کو ساتھ لائے تھے، ان میں بعض کا پہلا وطن مکہ میں تھا؛ لیکن بااین ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے۔

پس صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص شہر میں نکاح کر کے زوجہ کو وہاں نہ رکھے اپنے شہر میں لے آئے تو زوجہ کا وطن شوہر کا وطن اصلی نہ ہوگا، شوہر جب وہاں مسافر ہوکر گذرے تو قصر کرے گا، اورزوجہ کو اسی کے وطن میں رکھے تواس زوج کا وطن ہو جائے گا، خواہ زوج کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو یا دونوں جگہ رہتا ہو، اس پر غالبا سائل کو کبیری کے اس جزئیہ سے اشکال پیش آئے گا۔

(۱) فتح القدير،باب صلاة المسافر: ۴۱/۲،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) الكفاية شرح الهداية مخطوطة،باب صلاة المسافر،انيس

(۳) فتح القدير،باب صلاة المسافر: ۴۰/۲،دار الفكر بيروت،انيس

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِي عَشْرَةَ لَيْلَةً، لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ، وَيَقُولُ: يَا أَهْلَ الْبَلَدِ، صَلُّوا أَرْبَعًا فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ. (سن أبى داؤد،باب متى يقم المسافر،رقم الحديث: ۱۲۲۹،انيس)

(۴) فتح البارى،أبواب التقصير،باب يقصر اذا خرج من موضعه: ۶۶۴/۲،مكتبة الملك رياض،انيس

لو تزوج المسافر ببلدة و لم ينو الإقامة فقيل لايصير مقيمًا و قيل يصير مقيمًا و هو الأوجه لما مر من حديث عثمان رضى الله عنه،آه.(۱)

یہی جزئیہ فتح القدیر میں بھی ہے، کما مر؛ مگر موجب اشکال کچھ نہیں؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور اس کا ارادہ بنفسہ وہاں قیام کرنے کا نہیں؛ (لیکن زوجہ کو وہیں رکھنے کا ارادہ ہے) تو اوجہ یہ ہے کہ وہ مقیم ہو جائے گا، جیسا کہ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باوجودیکہ میں مقیم نہ تھے اور نہ ان کو مکہ میں اقامت جائز تھی: قال فى الفتح: إن الاقامة بمكة على المهاجرين حرام، كما سيأتى،آه. (۴۷۰/۲) لیکن پھر بھی انہوں نے قصر نہ کیا؛ کیوں کہ ان کی ایک اہل مستقل طور پر مکہ میں مقیم تھی، اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا مستقل قیام گو اپنے وطن میں ہو؛ لیکن جب اس کی بیوی کا مستقل قیام دوسری جگہ ہوگا تو شوہر وہاں جا کر مقیم ہو جائے گا، كما مر عن السراجية: إذا دخل المسافر بلدة له فيها أهل (أى مقيمة) صار مقيمًا نوى الإقامة أو لا.

اور جن قائلین نے اس صورت میں شوہر کو مقیم نہیں مانا، جیسا کہ کبیری میں دوسرا قول مذکور ہے، انہوں نے اس پر نظر کی ہے کہ جب شوہر کا قیام زوجہ کے بلد میں نہیں رہتا اور نہ وہ اقامت کا وہاں قصد کرتا ہے تو پھر اس کو مقیم نہ کہنا چاہیے، مسافر ہی ماننا چاہیے اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کو نیت اقامت پر حمل کرتے ہیں؛ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ مرد کا زوجہ کو مستقلاً کسی مقام پر رکھنا یہ عملاً اقامت ہے ؛لأنه لايخلو عن نوع تعيش به و تأهل ،لہٰذا اس صورت میں نیت عدم اقامت کا اعتبار نہ ہوگا۔

لاسيما وقد تأيد بحديث عثمان رضى الله عنه وأنه أتم بمكة مستدلا به مع أنه لم يقم بها ألبتة،فافهم.

فائده: حدیث عثمان رضی اللہ عنہ جس سے کبیری میں احتجاج کیا ہے، محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

قال الحافظ فى الفتح: والأول وإن كان نقل و أخرجه أحمد و البيهقى من حديث عثمان رضى الله عنه وأنه لما صلى بمنى أربع ركعات أنكر الناس عليه فقال: إنى تأهلت بمكة لما قدمت و أنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تأهل ببلدة فأنه يصلى صلاة مقيم فهٰذا الحديث لايصح؛ لأنه منقطع وفى رواية من لايحتج به،آه.(۴۷۰/۲)(۲)

وفى عمدة القارى: قلت: هٰذا منقطع أخرجه البيهقى من حديث عكرمة بن إبراهيم، و هو ضعيف عن ابن أبى ذباب عن أبيه،آه.(۵۳۳/۳)(۳)

(۱) غنية المستملى، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۵۴۴، انيس

(۲) فتح البارى، أبواب تصير الصلاة، باب يقصر اذا خرج من موضعه: ۶۶۴/۲، مكتبة الملك، رياض، انيس

(۳) عمدة القارى، باب الصلاة بمنىٰ: ۱۲۹/۱۱، دار إحياء التراث العربى بيروت، انيس

قلت: لم ينسبه أحد إلى الكذب، قال النسائي: ضعيف وقال العقيلي: في حديثه اضطراب وقال النسائي في التمييز: ليس بثقة وقال يعقوب بن سفيان: منكر الحديث وقال البزار: لين الحديث، وقال أبو حامد الحاكم: ليس بالقوي، آه. (لسان الميزان، من اسمه عكرمة: ۱۸۱/٤-۱۸۲)

ويظهر من التقريب وشرحه التدريب أن قولهم بالقوي يكتب حديثه أيضًا ولا يطرح بل يعتبر به. (ص: ۱۲٦-۱۲۷) **فعكرمة هٰذا ليس ممن يترك حديثه وقال السيوطي في خطبة كنز العمال: وكل ما كان في مسند أحمد فهو مقبول فإن الضعف الذي فيه يقرب من الحسن،** آه، **والحديث رواه أحمد في مسنده:** ٦۲/۱، **أو علة الانقطاع لا تضر عندنا. والله أعلم**

۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۳۱۳/۲)

بیوی ایک ماہ کہیں اقامت اختیار کرے اور شوہر وہاں آئے تو وطن اقامت ہو جائے گا، یا نہیں:

سوال: زوجہ اگر کہیں ماہ کے لیے مقیم ہو جاوے، علاوہ وطن اصلی کے تو شوہر اس کا اگر وہاں آوے، جہاں زوجہ مقیم ہے تو کیا شوہر کے لیے بھی وطن اقامت ہو جاوے گا۔ شبہ یوں ہوا کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ مولانا ظفر احمد صاحب نے میرٹھ کو صورت متذکرہ بالا میں وطن اقامت کا فتوی میرے لیے بھی دیا ہے، معلوم نہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

خواجہ صاحب نے جو مسئلہ بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے، یہ مطلق نہیں؛ بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ وطن اقامت میں تنہا مرد کا قیام ہو اور اگر وطن اقامت میں مرد کا قیام مع اہل وعیال کے ہے تو تنہا مرد کے سفر اور دورہ سے وطن اقامت باطل نہیں ہوا؛ بلکہ وہاں اہل وعیال کا قیام حکماً اسی کا قیام ہوگا۔ پس اگر کوئی جگہ مرد کے لیے وطن اقامت نہ ہو؛ بلکہ صرف بیوی کا وطن اقامت ہو کہ وہ اپنی ضرورت سے بیس دن کو گئی ہو، وہاں مرد مسافر ہو کر جائے گا تو بیوی کے قیام سے مقیم نہ ہوگا۔ خواجہ صاحب کو میرٹھ کے متعلق فتوی اس وقت دیا گیا تھا جب کہ وہ میرٹھ میں ملازم تھے اور مع اہل وعیال کے مقیم تھے۔ فقط

۲۲/ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۳۳۷/۲)

زوجہ اور عقار کو ''وطنیت'' کا معیار بنانے پر فتح القدیر اور البحر الرائق کی عبارات کی تحقیق:

سوال: زید ایک عالم دین ہے، اس کے دو دینی مدارس ہیں:

(۱) ایک قدیمی دیہات میں، جہاں بیس تیس سال قیام پذیر ہے۔ اس کے نجی مکانات بھی ہیں اور مدرسہ مع مالہا وعلیہا ہے۔

(۲)　عرصہ تین سال سے شہر میں بھی ایک مدرسہ قائم کر رکھا ہے، جس میں سلسلہ تعلیم جاری ہے اور زید کے زیر اہتمام وسرپرستی چل رہا ہے، زید کا شہر میں بھی اپنا نجی مکان ہے، جس میں وہ رہتا ہے اور اس کے عیال کے بعض افراد مثلاً بیٹے بہو وغیرہ بھی یہاں پر ہیں، خود زید حسب ضرورت دونوں جگہ قیام کرتا ہے، مدارس کے کام کے سلسلے میں جتنے دن شہر میں رہنے کی ضرورت پڑتی ہے، وہاں رہتا ہے، پھر دوسرے مدرسہ میں جتنا نجی، یا مدرسہ کا کام ہو، رہتا ہے؛ مگر اکثر وبیشتر سابقہ دیہاتی مکان میں قیام ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ زید کے دونوں ولادت گاہیں نہیں ہیں۔

کیا یہ دونوں جگہیں وطن اصلی شمار ہوں گی؟ اور جب بھی وہاں پہنچ جائے تو مقیم شمار ہوگا؟

(۱)　**لأن بعضًا من عياله هنا وبعضا منه هنا.**

(۲)　**ولأن له عقارًا ودورًا في كليهما.**

(۳)　**ولأن له توطنا بلا ترجيح وامتياز حسب الضرورة بكليهما.**

یا ان میں سے ایک وطن اصلی شمار ہوگا بخلاف الآخر، مکانات وزمین پر وطن اصلی کا مدار معتبر ہے، یا زوجہ کی رہائش کی جگہ کو ترجیح ہے؟

فقہا کی بعض عبارات تنقیح طلب ہیں، مثلاً شامی نے وطن اصلی کی تعریف میں لکھا ہے:

"**الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله)**".

پھر **تأهله** کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**فإن ماتت زوجته في أحديهما وبقي له فيها دور وعقار قيل لايبقى وطنًا له إذا المعتبر الأهل دون الدار**".(۱)

وله دور في البلاد لاتبقى وطنا له.(۲)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دور وعقار کو بھی وطنیت اصلیہ میں دخل ہے۔

بہرحال مسئلہ منقح نہیں ہو رہا ہے۔ سوال کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد جو جواب ہو، مدلل اور باحوالہ ارشاد فرمائیں؟　(مولانا) حسین احمد شرودی کوئٹہ، بلوچستان)

الجواب

آپ نے ردالمحتار سے دور اور عقار کے مسئلے میں جو عبارت نقل کی ہے، اس کے مطابق اس کے بارے میں دو قول

---

(۱)　رد المحتار، باب صلاة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الاقامة: ۱۳۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲)　وطن أصلي هو مولد الانسان أو موضع تأهل به ومن قصده التعيش به لا الارتحال ولو تزوج المسافر في بلد لم ينو الاقامة فيه قيل يصير مقيماً وقليل لا. (فتح القدير، باب صلاة المسافر: ۴۱/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

ہیں اور یہی دو قول عالمگیریہ اور بحر (۱) میں بھی نقل کئے ہیں اور کوئی ترجیح، یا تطبیق نہیں دی، البتہ امداد الفتاویٰ میں حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ نے اس مسئلے پر جو گفتگو فرمائی ہے، اس سے حقیقت مسئلہ واضح ہوتی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

''صورت مذکورہ میں دونوں قول ہیں اور یہی دونوں قول فتح القدیر اور البحر الرائق میں بھی نقل کئے ہیں اور بحر میں دونوں قول کی دلیلیں بھی نقل کی ہیں اور فتح القدیر میں دونوں کی تطبیق کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور میرے نزدیک تطبیق ہی مختار ہے، چناں چہ اس صورت میں امام محمد کا قول ''**هٰذا حالي وأنا أرى القصر إن نوىٰ ترک وطنه**'' نقل کر کے لکھا ہے:

إلا أن أبايوسف كان يتم بها لكنه يحمل علىٰ أنه لم ينو ترک وطنه، آه. (۲)

خلاصہ تطبیق کا یہ ہوا کہ اگر اس دوسرے شہر میں پھر بطور وطن رہنے کا ارادہ نہیں ہے، جس طرح پہلے رہتا تھا، تب تو وطن نہ رہا، وہاں جا کر قصر کرے گا جب مسافت سفر طے کر کے آئے اور اگر اب بھی اسی طرح رہنے کا ارادہ ہے تو وہ بھی وطن ہے، پس اس شخص کے دو وطن ہو جاویں گے۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۶۴/۱-۴۹۴) (۳)

اور اس مجموعہ سے احقر کی سمجھ میں جو بات آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں اصلی مدار مبتلیٰ بہ کی نیت کا ہے اور زوجہ کا ہونا، یا ''دور وعقار'' کا ہونا اس نیت کی علامات ہیں، اصل مدار مسئلہ نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر آپ نے دیہات کے توطن کو چھوڑے بغیر شہر میں بھی بطور وطن رہنے کا اس طرح ارادہ کیا ہے کہ کبھی یہاں توطن رہے گا اور کبھی وہاں تو یہ دونوں مقامات آپ کے لیے وطن اصلی ہیں اور بحر کی ایک عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

''**هٰذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد ولهم دور وعقار في القرىٰ البعيدة، منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم، فلابد من حفظها أنهما وطنان له، لايبطل أحدهما بالأخر**''. (۴)

ہاں اگر نیت شہر کے گھر کو وطن بنانے کی نہیں ہے؛ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کام کی غرض سے وہاں جانا ہوگا اور کام ختم ہوتے ہی اپنی اصلی جگہ واپس آ جایا کریں گے تو پھر دیہات وطن اصلی اور شہر وطن اقامت ہوگا۔

هٰذا ما ظهر لي والعلم عند الله العليم الخبير والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۴/۱۱/۷ ۱۳۹ھ (فتویٰ نمبر: ۲۵۳۵/۲۷، ہ) (فتاویٰ عثمانی: ۵۴۶/۱-۵۴۷)

---

(۱) الفتاوىٰ الهندية: ١٤٢/١، طبع مكتبة رشيدية كوئته
البحر الرائق، باب المسافر: ١٣٦/٢، طبع سعيد/ نیز دیکھئے غنية المستملي، ص: ٥٤٤، سهيل أكادمي لاهور

(۲) الكفاية شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مخطوطة، انيس

() البحر الرائق، باب المسافر: ١٣٦/٢، ط: ايچ ايم سعيد/ وكذا في فتح القدير: ١٨/٢، ط: مكتبة رشيدية

فوجی قصر کریں، یا پوری پڑھیں:

سوال: یہاں پر تقریباً تین سو آدمی رہتے ہیں اور جو آدمی ہیں انگریزوں کے نوکر توپ خانہ وغیرہ میں ہیں اور افسروں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ یہاں کتنی مدت رہنا ہوگا تو عصر وعشا وغیرہ کی نماز چار رکعت پڑھیں، یا دو رکعت؟ اگر دو رکعت کا حکم ہو اور چار رکعت پڑھ لیوے تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں چار رکعت ہی پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ اگر دو رکعت واجب ہوں اور چار پڑھ لی جاویں، بشرطیکہ درمیانی قعدہ کر لیا جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ (کذا فی کتب الفقه)(۱)

(فلو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولٰی تم فرضه) ... (وما زاد نفل). (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۶۰/۴)

میدان جنگ کے سپاہی جن کو علم نہیں ہوتا، کیا کریں:

سوال: ہم لوگ میدان جنگ میں شامل ہیں؛ لیکن دس روز کہیں، بیس روز کہیں ٹھہرنا ہوتا ہے اور ہم کو پہلے سے کوئی اطلاع نہیں ہوتی، چاہے ایک روز میں گھر چلے آویں، چاہے دس برس تک نہ آویں۔ اس صورت میں نماز قصر پڑھے، یا نہ اور سنتیں بھی پڑھیں، یا کیا؟ اور جمعہ کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے، (۳) اور سنتوں کا حکم یہ ہے کہ اگر حالت اطمینان میں ہوں، تو سنتوں کا ادا کرنا بہتر ہے، ورنہ ترک کر دی جاویں۔

درمختار میں ہے کہ مسافر اگر حالت امن وقرار میں ہو تو سنتیں مؤکدہ پڑھے اور اگر امن وقرار نہ ہو تو نہ پڑھے اور امام ہندوانیؒ فرماتے ہیں کہ ٹھہرنے کی حالت میں سنتیں پڑھے اور چلنے کی حالت میں نہ پڑھے۔ (کذا فی ردالمحتار)(۴)

---

(۱) لأنه اجتمع فی هذه الصلاة مایوجب الأربع ومایمنع فرجحنا مایوجب الأربع احتیاطًا. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۲/۲، دار الفکر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۸/۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) ولو دخل مصرًا علٰی عزم أن یخرج غدًا أو بعد غد ولم ینو مدة الإقامة حتٰی بقی علٰی ذلک سنین قصر ... وإذا دخل العسکر أرض الحرب فنووا الإقامة بها قصروا وکذا إذا حاصروا فیها مدینة أو حصنًا، إلخ. (الهدایة، باب صلاة المسافر: ۱۷۴/۱، ۱۷۵، مکتبه رحمانیه لاهور، ظفیر)

(۴) (ویأتی) المسافر (بالسنن) إن کان (فی حال أمن وقرار وإلا) فإن کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار. (الدر المختار)

==

اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے، اگر کہیں موقعہ ملے اور جمعہ پڑھے تو اچھا ہے، ضروری نہیں ہے۔ اگر جمعہ پڑھ لیا تو ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے اور اگر جمعہ نہ پڑھا تو ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم:۴/ ۴۸۶-۴۸۷)

جب معلوم نہ ہو کہ کتنا قیام کرنا ہوگا:

سوال: ہم لوگ فیلڈ پر آئے ہوئے ہیں، ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ہم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم اپنے قیام پر کتنی مدت ٹھیریں گے، یا کتنا سفر کریں گے؛ مگر اکثر سفر کی بابت معلوم ہے کہ دس پندرہ میل سے زیادہ نہیں چلتے۔ قیام کی بابت یہ ہے کہ اسی جگہ پر مہینہ قیام کریں، اسی جگہ سے دس دن کے بعد کوچ کر جائیں۔ غرض ہم لوگ اپنے اختیار میں نہیں، ایسی حالت میں قصر پڑھیں، یا پوری، جب کہ قیام، یا سفر کا کچھ حال معلوم نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایسی حالت میں آپ لوگ نماز پوری پڑھا کریں؛ کیوں کہ یہ اصل ہے اور حکام کی نیت کا حال معلوم نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/ ۴۵۰)

معلوم نہ ہو کہ کتنے دن قیام کرنا پڑے تو کیا کرے:

سوال: زید نے بکر کو حکم دیا کہ تم فیلڈ پر جاؤ اور مقام فیلڈ بصرہ قرار دیا؛ لیکن یہ یقین نہیں کہ پندرہ روز قیام ہوگا، یا کم، یا زیادہ؟ اور بعض لوگوں کو حکم ملتا ہے کہ تم اس مقام پر مستقل رہو گے اور کسی کو حکم ملتا ہے کہ تم کو جس جگہ سے مانگ آئے گی روانہ کیا جائے گا؛ لیکن پختہ طور پر کسی کو بھی یقین نہیں ہے کہ کتنے روز قیام ہوگا تو نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا پوری؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایسی حالت تردد میں نماز قصر پڑھنی چاہیے۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/ ۴۵۳)

== وفی الرد تحته: وقال الهندوانی رحمة الله علیه: الفعل حال النزول والترک حال السیر ... والأعدل ما قاله الهندوانی. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صلوٰة المسافر: ۲/ ۱۳۱، دار الفکر بیروت، انیس)

(۱) ولاتجب الجمعة علیٰ مسافر ... فإن حضروا فصلوا مع الناس أجزأهم عن فرض الوقت، إلخ. (الهدایة، باب الجمعة: ۱/ ۱۷۹، ظفیر)

(۲) (والمعتبر نیة المتبوع)؛ لأنه الأصل (لا التابع کامرأة) ... (وعبد) ... (وجندی) ... (وأجیر) ... (ولابد من علم التابع بنیة المتبوع فلو نویٰ المتبوع الإقامة ولم یعلم التابع فهو مسافر حتیٰ یعلم علی الأصح). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۳-۱۳۴، ظفیر)

(أولم یکن مستقلاً برأیه)، الخ (أو دخل بلدة ولم ینوها) أی مدة الإقامة (بل ترقب السفر) غداً أو بعده (لوبقی) علیٰ ذلک (سنین). (أیضًا: ۱/ ۷۳۸، ظفیر) (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۴۶، دار الفکر بیروت، انیس)

فیلڈ اسٹاف ہیڈ کوارٹر میں قصر کرے، یا اتمام:

سوال: ایک شخص گیا ضلع کا باشندہ مان بھوم ضلع میں ملازم ہے، انسپکٹنگ مولوی کا عہدہ ہے، مہینہ میں بیس دن کم وبیش سفر میں مکاتب کے ملاحظہ کے لیے گذارنے پڑتے ہیں اور کم وبیش دس دن مسلسل، یا بہ تقاریق پرولیا میں (جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے) رہنا ہوتا ہے، اس کے دورہ کا علاقہ پورے ضلع بھر کا حلقہ ہے، جس کا فاصلہ مدت سفر ہے، ایسا شخص کب نماز میں قصر کرے اور کب اتمام؟ مفصل تحریر فرما کر مطمئن کیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب ہیڈ کوارٹر سے دورہ پر جائیں اور سفر کم از کم ۲۰ رکوس کا ہو تو قصر پڑھنی چاہیے، جب تک سفر میں رہیں اور جب مقام اقامت پر واپس آئیں تو پھر پوری پڑھا کریں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، ۱۵/۱/۲۷ ۱۳۴۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱/۴۶-۴۷)

فوج کی پوسٹنگ کی تبدیلی کی بنا پر نماز قصر سے متعلق چند سوالات کے جوابات:

سوال (۱) شہر کے قریب فوجیوں کا کیمپ ہے، جب شہر میں اذان جمعہ ہو جاتی ہے تو وہاں اس کیمپ میں آواز سنائی دیتی ہے؛ مگر افسران بالا کی طرف سے حکم ہے کہ کوئی فوجی شہر میں جمعہ کے لیے نہ جائے، کیا اس صورت میں اس کیمپ میں نماز جمعہ درست ہوگی؟ یہ بات ہے کہ اس کیمپ میں مستقل کوئی مسجد نہیں ہے۔ پانچوں نمازیں ایک کمرہ میں پڑھتے ہیں، جو بوقت ضرورت خالی بھی کرنی پڑتی ہے، کیا ایسے کمرہ میں دیگر نمازیں جمعہ کے علاوہ پڑھنا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

یہ کیمپ شہر سے کتنی دور ہے؟ کیا شہر کی عمارتوں اور اس کیمپ کے درمیان کچھ غیر آباد علاقہ ہے، جو شہر کا حصہ شمار نہ کیا جاتا ہو، اس کا جواب آنے پر اصل مسئلہ کا جواب دیا جا سکے گا۔

(۲) جو آفیسر اپنے ماتحت یونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے دور جاتے ہیں؛ یعنی تقریبا اٹھائیس میل کی مسافت طے کرتے ہیں تو کیا یہ لوگ قصر کریں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر پوسٹ جس کی چیکنگ کے لیے جا رہا ہے، شہر کی آخری حدود سے اڑتالیس میل دور ہے تو قصر کر سکتا ہے۔

---

(۱) اس فتویٰ میں حضرت مولاناؒ نے ایسے ملازمین کے لیے ہیڈ کوارٹر کو وطن اقامت تسلیم کر لیا ہے کہ وہاں مستقل (یعنی پندرہ دنوں سے زائد) قیام کا ارادہ ہے؛ لیکن درمیان میں سفر پیش آ جائے تو اگر مسافت قصر کا سفر کیا گیا تو مسافر ہوگا، ورنہ نہیں۔ عام علما کی رائے میں اگر ہیڈ کوارٹر میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تو مقیم ہوگا، ورنہ ہیڈ کوارٹر میں بھی مسافر ہوگا اور مسافت قصر عام علما کے نزدیک ۴۸ رمیل ہے۔ مجاہد

(۳) ایک آفیسر فوجیوں کو لے کر جب دور دراز کے علاقوں میں جاتے ہیں، وہاں قیام کا کوئی پتہ نہیں ہوتا، جب کسی آفیسر سے دریافت کیا جاتا ہے تو بھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں؛ کیوں کہ فوج میں قانون ہے کہ قیام کی حد کا کسی کو نہیں بتایا جاتا تو اس صورت میں قصر کیا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

مذکورہ صورت میں فوجیوں کو قصر کرنا چاہیے، جب تک پندرہ دن قیام کرنے کا عزم نہ ہو، قصر ہی کیا جائے، خواہ اس غیر یقینی حالت میں کئی مہینے گذر جائیں۔(۱)

(۴) اگر یہ چھوٹے چھوٹے یونٹوں والے سپاہی اور نوکر وغیرہ ہیڈ کوارٹر کو پندرہ دن سے کم مدت کے لیے گئے تو کیا یہ سپاہی قصر کریں گے، یا اتمام؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر یونٹ سے ہیڈ کوارٹر کے شہر کا فاصلہ اڑتالیس میل ہے تو قصر کریں گے۔

(۵) اگر ایک امام مسافر ہو اور کسی جگہ یہ جماعت پڑھاتا ہے تو مقتدی کی نیت اور امام کی نیت میں کچھ فرق ہوگا، یا نہیں؟ اگر امام ہیڈ کوارٹر کو جائے تو اس کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ میں وہاں کتنا قیام کروں گا؟ اگر وہ امام وہاں نماز پڑھائے گا تو کیسے پڑھائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

مسافر امام دو رکعتوں کی نیت کرے گا، اور مقتدی چار رکعتوں کی، پھر امام جب دو رکعتوں پر سلام پھیر دے تو مقتدی کھڑے ہو کر اپنی نماز پوری کریں؛(۲) مگر اس میں قرآت نہ کریں؛ بلکہ جتنی دیر میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اتنی دیر خاموش کھڑے رہ کر رکوع میں چلے جائیں، قصر کا مسئلہ وہی ہے، جو نمبر:۴ میں گذر گیا ہے۔فقط واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۱/۲/۱۳۸۸ھ۔الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفی عنہ۔(فتاویٰ عثمانی:۱/۵۴۹۔۵۵۱)

---

(۱) وفي الدر المختار: (ولابد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الاقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الأصح) وفي الفيض وبه يفتى كما في المحيط وغيره دفعًا للضرر عنه). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۴/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) وفي الدر المختار: (وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فإذا قام) المقيم (إلى الاتمام لايقرأ) ولا يسجد للسهو (في الأصح)؛ لأنه كاللاحق والقعدتان فرض عليه وقيل لا، قنية (وندب للإمام) ... وفي شرح الإرشاد ينبغي أن يخبرهم قبل شروعه وإلا فبعد سلامه (أن يقول) بعد التسليمتين في الأصح (أتموا صلوٰتكم فاني مسافر، إلخ). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲۔۱۳۰، دار الفكر بيروت، انيس)

ریل کے سفر میں پوری نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: دوسرے یہ کہ اگر قصر کرنے والا اس خیال سے کہ سفر ریل آرام کا ہے، قصر نہ کرے تو کیا وہ گنہ گار ہوگا؟

الجواب

قصر کرنا مسافر کو لازم ہے، خواہ ریل کا سفر آرام دہ ہے، پوری نماز پڑھنا درست نہیں۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۸۱)

ریل میں قصر کتنی مسافت میں کرے:

سوال: ریل کے سفر میں کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر تین منزل پیادہ کا سفر ہو تو ریل میں بھی اس مسافت پر قصر کرنا چاہیے، مثلاً ۴۸ رمیل کا سفر ہو تو قصر درست ہے اور ضروری ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۴۹۰)

ریل کی مسافت کا حکم:

سوال: بعض علما ریل کی مسافت کو اونٹ کی رفتار پر قیاس کرتے ہیں؛ کیوں کہ دونوں خشکی میں چلتے ہیں اور بعض علما اسی مسافت کو اگنبوٹ کی مسافت پر محمول کرتے ہیں؛ کیوں کہ دونوں آگ سے چلتی ہیں۔ان دونوں میں صحیح قول کون سا ہے اور حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب

سفر بحری ہو یا بری، ہر ایک سفر میں سیر متوسط (درمیانی چال) کا اعتبار کیا جائے گا، دوسری اور رفتار معتبر نہ ہوگی۔ نیز تیز رفتاری اور سست رفتاری کا بھی اعتبار نہ ہوگا اور ریل چوں کہ خشکی کی سواری ہے؛ اس لیے اس میں سیر بری کا اعتبار ہوگا، سیر بحری کا نہیں۔البحر الرائق میں ہے:

فی السراج الوهاج:إذا كانت المسافة ثلثة أيام بالسير المعتاد فسار إليها علىٰ البريد سيراً مسرعاً أو على الفرس جرياً حثيثاً فوصل في يومين قصر،انتهى،والمراد بسير البريد أن يكون بالإبل

---

(۱) والقصر لازم عندنا ... و هی تدل علىٰ أن الفرض ركعتان وأن الإتمام منكر ولو كان جائزًا لفعله عليه الصلاة والسلام مرة تعليمًا للجواز.(غنية المستملی،فصل صلاة المسافر:۱/۴۹۹،ظفير)

(۲) اعلم أن أقل مدة السفر عندنا مسافة ثلثة أيام من أقصر أيام السنة بالسير الوسط(إلىٰ قوله)وعامة المشائخ قدروها بالفراسخ،إلخ.(غنية المستملی،باب صلاة المسافر،ص:۵۳۵،سهيل اكادمی لاهور،انيس)

ومشـی الأقـدام والمراد بالإبل إبل القافلة دون البريد وأما السير فی البحر فيعتبر مايليق بحاله وهو أن يـكون مسافة ثلثة أيام فيه إذا كانت الرياح معتدلة وإن كانت تلک المسافة بحيث تقطع فی البر فی يـوم كـمـا فـی الجبل يعتبر كونها من طريق الجبل بالسير الوسط ثلثة أيام و إن كانت تقطع من طريق السهل بيوم فالحاصل أنه تعتبر المدة من أی طريق أخذ فيه،انتهٰی. (۱) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۱۷)

اگر تین منزل کا سفر ریل سے کرے، کیا تب بھی قصر کرے:

سوال: ریل میں اگر تین منزل کا سفر کرے، تب بھی قصر نماز پڑھے، یا نہیں؟ یا اس کا یہ حکم نہیں؟

الجواب

قصر کرے۔

(بدست خاص،سوال:۶۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۸۸)

ریلوے ملازم جو برابر سفر میں رہے، کیا کرے:

سوال: بندہ ریلوے ملازم ہے اور ہمیشہ سفر میں رہتا ہے، کسی جگہ دو دن، کسی جگہ چار دن اور کسی جگہ دو تین ماہ متواتر رہنے کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ایسی حالت میں نماز پوری پڑھوں، یا قصر؟

الجواب

آپ جیسے سفر کرنے والے کے لیے جب کہ سفر تین منزل کا ہے، یا اس سے زیادہ ہو، یہ حکم ہے کہ اگر کسی جگہ پندرہ دن کے قیام کا، یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھیں، ورنہ قصر کرتے رہیں۔(۲) (فتاویٰ دارالعلوم:۴/۴۸۵-۴۸۶)

کیا ریلوے کے ملازمین کو سفر ملازمت کے دوران قصر کرنا چاہیے:

سوال: جو ملازمان ریل خواہ وہ ریل کے چلانے والے ہیں، یا ہمراہ جانے والے، و نیز ملازمان محکمہ بندوبست و محکمہ نہر وڈاک خانہ جات و مدرسہ ہائے سرکاری بحکم سرکار تین منزل، یا زیادہ سفر کرتے ہیں، نماز قصر کی اجازت ہے، یا نہیں؟

پھر جن ریل کے ملازموں کے واسطے حکم سفر جائے متعین سے ہر روز، یا تیسرے روز جاری ہوتا رہتا ہے، بعد واپسی بھی [ان کو] نماز قصر چاہیے، یا نماز حضر؟ پھر بعض ملازمین کے مبدا، یا منتہائے سفر، یا وسط سفر میں مقیم ہیں، وہاں پہنچ کر

---

(۱) البحر الرائق،كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر:۲/۲۲۸-۲۲۹،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) (مـن خـرج مـن عمارة موضع إقامته) ...(قاصدًا) ... (مسيرة ثلثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعی ركعتين) وجوبًا ... (حتٰی يدخل موضع مقامه) ... (أوينوی) ... (إقامة نصف شهر)حقيقة أو حكمًا.(الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر:۲/۱۲۱-۱۲۵،دار الفكر بيروت،انيس)

نماز کا کیا حکم ہے اور بعض کے اہل وعیال ہر سہ جائے مذکورہ میں نہیں ہیں، خود ملازم ہیں، کسی قدر مقیم رہ کر، پھر ہمراہ ریل چلے جاتے ہیں، ان کو کیا ارشاد ہے؟ سو ریل کے اور محکمہ کے جو ملازم سفر بطور دورہ کے کرتے رہتے ہیں، ان کے واسطے حکماً ایک جا خاص دفتر کی متعین ہے، بعد واپسی بمقام دفتر بصورت ارادہ قیام کم از پندرہ روز، نماز قصر چاہیے، یا حضر؟ ان کل ملازموں کے واسطے حکم نماز مثل اہل خیمہ کے ہے، جن کا مسکن صحرا ہے، یا کچھ تفاوت ہے؟ فقط

الجواب

ملازمان ریل وغیرہ سب جب بہ عزم تین منزل کے سفر کے روانہ ہوں تو راہ میں قصر صلوٰۃ کا کریں گے اور جب کسی مکان میں جا کر ٹھہریں، اگر وہ جگہ جنگل ہے تو نیت اقامت ان کی قابل اعتبار کے نہیں اور جو وہاں آبادی ہے، جیسے مکانات اسٹیشن، مگر صورت گاؤں کی ہو جاتی ہے، اگر پندرہ روز کی نیت سے قیام کرے گا تو مقیم ہو کر اتمام صلوٰۃ کا کرے، ورنہ اس مقام پر بھی قصر ہی کرے، لہٰذا جو ملازم کہ دوسرے تیسرے روز پھر سفر پر جاتے ہیں، وہ مکان پر بھی قصر کیا کریں کہ مسافر ہیں اور جو ملازم کہ راہ میں مثلاً ان کا گھر واقع ہوتا ہے، اگر وہ وطن اسٹیشن سے علاحدہ ہے، مثلاً ایک دو کوس اور یہ ملازم بدون دخول وطن کے سفر کرتا ہے، وہ بھی مسافر ہے، قصر کرے اور جو اسٹیشن پر آبادی ہے اور اہل وعیال اس کے وہاں ساکن ہیں تو وہاں تک اگر چلنے کی جگہ سے تین منزل کے قدر ہے تو مسافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

پھر اس وطن سے چل کر منتہیٰ مقصد تک کا بھی یہ ہی حال ہے اور واپس ہونے کا بھی یہ ہی قاعدہ ہے اور مبداء منتہا پر اگر وطن ہے تو وطن میں پہنچ کر بھی قصر نہ کرے گا؛ بلکہ اتمام صلوٰۃ کرے گا کہ سفر تمام ہو گیا ہے اور جس کا کہیں ہر سہ مواقع میں گھر نہیں، وہ برابر مسافر رہے گا اور جو شخص سب جگہ سفر کر کے ایک بلد خاص میں بہ محل دفتر قیام کرتا ہے، اگر اس کے عیال وہاں نہیں تو وہ وطن اقامت ہے، اگر وہاں پندرہ روز کی نیت سے اقامت کرے گا تو سفر نہ رہے گا، مقیم ہو جاوے گا، پھر جب وہاں سے سفر کر کے گیا، جب واپس آئے تو وہ وہاں مسافر ہے، اب جدید نیت قیام پندرہ روز کی کرے تو مقیم ہے، ورنہ مسافر ہے، کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ لوٹ کر آنے میں دوسری نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب ملازم اہل خیام کے حکم میں نہیں؛ کیوں کہ گھر اور عیال دوسری جگہ موجود ہیں کہ وہ ان کا وطن اصلی ہے، لہٰذا یہ ان سے جدا ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص:۲۳۲-۲۳۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۸۹-۱۹۰)

گارڈ اور ڈرائیور قصر پڑھے گا یا پوری:

سوال: گارڈ لوگ اور ڈرائیور جو سفر کرتے ہیں، روزانہ دوسو میل چل کر آٹھ گھنٹہ آرام اور قیام کرتے ہیں، اس میں نماز قصر ادا کرے، یا اہل اخبیہ کی طرح پوری نماز پڑھیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ظاہر ہے کہ گارڈ وغیرہ جو روزانہ سفر کرتے ہیں، وہ قصر کریں گے اور اہل اخبیہ بھی اتمام اس وقت کرتے ہیں کہ نیت اقامت کریں اور گارڈ وغیرہ ظاہر ہے کہ نیت اقامت پندرہ روز کی نہیں کرتے۔(۱)

فی الدر المختار:(بخلاف أهل الأخبية) ... (نووها) فی المفازة فإنها تصح (فی الأصح). (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم: ۴/۴۵۵-۴۵۶)

ٹی، ٹی نماز میں قصر کرے گا، یا اتمام:

سوال: زید ریلوے میں ٹکٹ چیکر ہے اور اسے ڈیوٹی کے سلسلہ میں سو سو میل تک جانا پڑتا ہے، جہاں سے واپسی بیس بیس گھنٹے بعد ہوتی ہے، زید پوری نماز ادا کرتا ہے، زید چوں کہ ڈیوٹی کی نیت سے ڈیوٹی کرتا ہے، زید کی نیت سفر کی نہیں ہوتی؛ اس لیے مطلع فرمائیں کہ ایسی صورت میں نماز قصر ادا کی جائے، یا پوری، جیسا کہ زید کا عمل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جب تک سفر کی نیت نہ ہو قصر نہیں، اتمام ضروری ہے، گرچہ ساری دنیا کا چکر لگائے، زید کا قول صحیح ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یحییٰ قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۴-۴۷۵)

وہ گارڈ کالکا سے شملہ جاتا ہے، قصر کرے گا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص ریلوے گارڈ ہے، ہر روز کالکا سے شملہ گاڑی لے کر جاتا ہے، ۶۰ر میل کا فاصلہ ہے تو اس کو نماز

---

(۱) ولايزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أوقرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/۱٤۹، ظفير)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۷، دار الفكر بيروت، ظفير

(۳) جواز قصر کے حکم کا مدار سفر پر ہے مقصد سفر پر نہیں، ریلوے اسٹاف ہو، یا جہاز میں کام کرنے والے جو مہینوں سمندر میں تیرتے رہتے ہیں سفر کا ارادہ تو کرتے ہیں، البتہ ان کا مقصد اپنے فرائض وڈیوٹی ادا کرنا ہوتا ہے، اس مقصد کی وجہ سے حکم میں فرق نہیں پڑے گا، لہذا اگر مسافت سفر، یا اس سے زائد جانے کے ارادہ سے نکلا تو وہ قصر کرے گا۔ حضرت تھانویؒ نے جہاز کے عملہ کے بارے میں قصر، یا اتمام کے حکم پر مفصل بحث کی ہے۔(دیکھئے: امداد الفتاوی: ۱/۵۷۹)[مجاہد]

''(من خرج من عمارة موضع إقامته)...(قاصدًا)...(مسيرة ثلاثة أيام ولياليها)''(الدر المختار وفي الرد تحت (قوله قاصدًا) أشار به مع قوله خرج إلى أنه لو خرج ولم يقصد أوقصد ولم يخرج لايكون مسافرًا(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۲، دار الفكر بيروت، انيس)

پوری پڑھنی چاہیے، یا قصر؟ اگر قصر پڑھے تو پہلے سے جو پوری نماز پڑھی گئی، وہ ہوئی، یا نہیں؟ علاوہ ازیں حالت سفر میں سنتوں کا پڑھنا دشوار ہے، صرف ریل سے اتر کر فرض پڑھ سکتا ہے، چار منٹ کی مہلت ہوتی ہے اور انجن میں نماز کی جگہ اور گنجائش نہیں اور وہ شخص شملہ اور کالکا دونوں جگہ مسافر شمار ہوگا، یا کیا؟

الجواب

اس صورت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے، (۱) اور اگر پہلے پوری نمازیں پڑھی گئیں اور درمیان کا قعدہ کیا گیا تھا تو وہ نمازیں ہوگئیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، (۲) اور سنتوں کی قضا بھی نہیں ہے، (۳) اور کالکا اور شملہ دونوں جگہ وہ مسافر ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۶۲)

ڈرائیور جو انجن پر دوڑتا رہتا ہے، قیام ایک جگہ چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں رہتا، کیا کرے:

سوال: ایک ڈرائیور جو ریل گاڑی چلاتا ہے، اپنے ہیڈ کواٹر؛ یعنی مستقر سے روانہ ہوکر سو میل، یا کم وبیش دورہ کرتا ہے اور جب اپنی ڈیوٹی پوری کر لیتا ہے تو دوسرے مستقر پر جا کر کم از کم بارہ گھنٹہ، یا چوبیس گھنٹہ آرام کرتا ہے، پھر چند گھنٹہ بعد دوسری گاڑی لے کر واپس ہوتا ہے، جب اپنے پہلے مستقر پر پہنچتا ہے تو یہاں بھی اس کو اتنے ہی قیام کا موقع ملتا ہے تو اس کو ہر دو جگہ قصر کرنا چاہیے، یا پوری نماز پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اس کو دونوں جگہ نماز قصر پڑھنی چاہیے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۷۶)

---

(۱) ولايزال علٰى حكم السفرحتٰى ينوى الإقامة فى بلدة أوقرية خمسة عشريومًا أوأكثروإن نوٰى أقل من ذلك قصر. (الهداية،باب صلاة المسافر: ۱/۱۴۹،ظفير)

(۲) فإن صلى أربعاً وقعد فى الثانية قدرالتشهد أجزأته والأخريان نافلة ويصيرمسيئًا لتأخيرالسلام. (الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹،ظفير)

(۳) (ولايقضيها إلابطريق التبعية) لقضاء (فرضها قبل الزوال لابعده فى الأصح) ... (بخلاف سنة الظهر)وكذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدى (ثم يأتى بها) علٰى أنها سنة (فى وقته) أى الظهر. (الدرالمختار)

وفى الرد تحته: فلا تقضى بعده لاتبعًا ولامقصودًا. (ردالمحتار،باب إدراك الفريضة: ۲/۵۷-۵۸، دار الفكر بيروت،انيس)

(۴) (من خرج من عمارة موضع إقامته) ... (قاصدًا) ... (مسيرة ثلٰثة أيام ولياليها) ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين) وجوبًا ... (فيقصرإن نوٰى) الإقامة (فى أقل منه) أى من نصف شهر. (الدرالمختار،باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۵،دارالفكربيروت،ظفير)

ساٹھ میل سے ڈیڑھ سو میل تک گاڑی چلانے کے بعد چار روز پر گھر جائیں تو وہ قصر کریں، یا نہیں:

سوال: ملازمین ریلوے؛ یعنی انجن ڈرائیور وغیرہ جن کا کہ سفر تقریباً ساٹھ میل سے بغایۃ ڈیڑھ سو میل تک ہوتا ہے اور وہ لوگ دوسرے، یا تیسرے، یا چوتھے روز تک اپنے مکان پر واپس آجاتے ہیں، ایسی حالت میں قصر واجب ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۶۰، نبی احمد خاں (آگرہ) ۷/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، م ۶/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

ہاں حالت سفر میں وہ قصر کریں گے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۷۸/۳)

ریل ڈرائیور جو اڑتالیس میل گاڑی چلاتے ہیں، وہ قصر کریں، یا پوری نماز ادا کریں:

سوال: ہم لوگ انجن ڈرائیور کا کام کرتے ہیں، برہما ریلوے کے اندر اور ہم لوگوں کا کام ہمیشہ سفر کا ہے اور پانچ چھ روز کا سفر ہوتا ہے اور نوکری ہم لوگوں کی بارہ گھنٹے کی ہے، بارہ گھنٹے کام کرتے ہیں اور بارہ گھنٹے آرام سے سوتے ہیں، لمبے سفر کا یہ حال ہے، چھوٹا سفر بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے، وہاں پر ہم لوگوں کو ایک مکان ملا ہے سونے کے واسطے اور ایک باورچی خانہ ملا ہے کھانا بنانے کے واسطے، ہم لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ اب ہم لوگ اس بات کے خواستگار ہیں کہ ایسی حالت میں ہم لوگ نماز قصر پڑھیں، یا پوری نماز پڑھیں؟ (المستفتی: ۱۰۵۹، محمد رؤف صاحب، رنگون)

الجواب

اگر آپ لوگ ایکدم تین دن کے سفر یعنی ۴۸ میل جانے کی نیت سے سفر کرتے ہیں تو آپ مسافر ہیں،(۲) اور اگر نیت کرنا آپ کے اختیار میں نہیں تو آپ مسافر نہیں ہوں گے اور اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے،(۳) اور روزہ میں کوئی مشکل نہیں؛ کیوں کہ روزہ تو ہر حالت میں خواہ مقیم ہو یا مسافر) رکھنا جائز ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳۷۵/۳)

---

(۱) ولا يزال علٰى حكم السفر حتىٰ ينوى الاقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ط: سعيد)

(۲) (ومن خرج من موضع اقامته) ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) من اقصر أيام السنة ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافرين: ۱۲۱/۲ـ۱۲۳، ط: سعيد كراتشى)

(۳) (والمعتبر نية المتبوع)؛ لأنه ... (لا التابع كامرأة) ... (وعبد) ... (وأجير). (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافرين: ۱۳۳/۲ـ۱۳۴، ط: سعيد كراتشى)

ریل میں نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: بسواری ریل کھڑے ہوکر، یا بیٹھ کر نماز ادا کرنا چاہیے، اگر کھڑے ہوکر نماز ادا کی جاتی ہے تو چھت ریل کی سر پر لگتی ہے۔ دوم یہ کہ جو تختہ جانب پورب ہے اور جانب پچھم کے تخت کے درمیان میں فاصلہ اس قدر ہے اور درمیان میں جگہ بھی خالی ہے کہ اندیشہ گرنے کا ہے۔ سوم یہ کہ بحالت قیام ریل اتر کر نماز ادا کرنے میں یہ خیال ہے کہ ریل روانہ ہوجائے گی اور مال کا بھی نقصان ہوگا اور خود بھی رہ جائیں گے تو ان حالات مذکورہ میں کس طرح پر نماز ادا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز پڑھنے کے لیے ریل سے اترنے کی کوئی حاجت نہیں ہے، اگر ریل مثل سریر موضوع علی الارض کے ہے تو ظاہر ہے اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے۔

(وإن لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز)لو وافقة لتعليلهم بأنها كالسرير. (الدرالمختار)

وفي الرد تحت (قوله:لو وافقة) كذا قيده في شرح المنية ولم أره لغيره يعنى إذا كانت العجلة على الأرض ولم يكن شيئ منها على الدابة وإنمالها حبل مثلاتجرها الدابة به تصح الصلٰوة عليها؛ لأنها حينئذ كالسرير الموضوع على الأرض ومقتضٰى هٰذا التعليل أنها لو كانت سائرة فى هٰذه الحالة لاتصح الصلاة عليها بلاعذروفيه تأمل؛ لأن جرها بالحبل وهى على الأرض لا تخرج به عن كونها على الأرض ويفيده عبارة التاتارخانية عن المحيط وهى لوصلٰى على العجلة إن كان طرفها على الدابة وهى تسيرتجوزفى حالة العذ رلافى غيرها وإن لم يكن طرفها على الدابة جازت وهو بمنزلة الصلٰوة على السرير آه فقوله وإن لم يكن إلخ يفيد ماقلنا؛ لأنه راجع إلٰى أصل المسئلة وقد قيدها بقوله وهى تسيرولوكان الجوازمقيد ابعدم السيرلقيده به فتأمل. (ردالمحتار: ۱/ ۴۷۱)(۱)

اور اگر مثل عجلہ محمولہ علی الدابۃ کے بھی مانی جاوے، تب بھی بوجہ عذر کے اترنے کی کوئی ضرورت نہیں اور عذر یہی ہے کہ چلتی ریل میں اتر نہیں سکتا، کھڑی ریل میں ریل کے چل دینے، یا مال کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔

(وأما الصلاة على العجلة إن كان طرف العجلة على الدابة وهى تسيرأولا) تسير(فهى صلاة على الدابة فتجوزفى حالة العذر)المذكورفى التيمم (لا فى غيرها) ومن العذرالمطروطين يغيب فيه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لاتركب إلا بعناء أو بمعين. (الدرالمختار)

وفي الرد تحت(قوله:المذكورفى التيمم)بأن يخاف علٰى ماله أو نفسه أوتخاف المرأة من فاسق. (۳)

---

(۱) الدرالمختارمع رد المحتار، باب الوتروالنوافل، مطلب فى القادر بقدرة غيره: ۲/ ۴۱-۴۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) اس عبارت سے ریل میں جواز تیمّم بھی ثابت ہوتا ہے۔

(۳) رد المحتار، باب الوتروالنوافل، مطلب فى الصلاة على الدابة: ۲/ ۴۰، دار الفكر بيروت، انيس

اگر چہ یہ بھی امید ہو کہ نماز کے وقت رہنے تک مجھ کو اتر کر پڑھنا ممکن ہے، تب بھی ریل میں بہر حال پڑھنا جائز ہوگا؛ کیوں کہ عذر وقت شروع نماز کے معتبر ہے، اگر چہ آخر وقت میں زوال اس کا متوقع ہے۔

تنبيه: بقي شيء لم أرمن ذكره وهو أن المسافر إذا عجز عن النزول عن الدابة لعذر من الأعذار المارة وكان علىٰ رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت كالمسافر مع ركب الحاج الشريف هل له أن يصلى العشاء مثلاً على الدابة او المحمل فى أول الوقت إذا خاف من النزول أم يؤخر إلىٰ وقت نزول الحجاج فى نصف الليل لأجل الصلاة والذى يظهر لى الأول؛ لأن المصلى إنما يكلف بالأركان والشروط عند إرادة الصلاة والشروع فيها وليس لذلك وقت خاص ولذا جاز له الصلاة بالتيمم أول الوقت وإن كان يرجو وجود الماء قبل خروجه وعللوه بأنه قد أداها بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها و هو مااتصل به الأداء آه ومسألتنا كذلك. (۱)

البتہ ایسی صورت میں انتظار آخیر وقت مستحب تک مستحب ہوگا۔

(وندب لراجيه) رجاء قويًا (آخر الوقت) المستحب ولو لم يؤخر وصلىٰ جاز إن كان بينه وبين الماء ميل وإلالا. (۲)

پس ہر گاہ معلوم ہوا کہ اترنے کی کچھ حاجت نہیں تو اگر قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا درست ہے، خواہ کسی شکل سے بیٹھے۔

(أووجد لقيامه المأشديداً)...(صلى قاعدًا)...(كيف شاء) على المذهب. (الدر المختار: ۵۰۹)(۳)

(صلى الفرض فى فلك) جار (قاعدًا بلاعذر صح) لغلبة العجز (وأساء) وقالا لايصح إلا بعذر وهو الأظهر برهان. (الدر المختار، ص: ۵۱۲)(۴)

اور اگر رکوع وسجود بوجہ زیادتی فصل درمیان شرقی وغربی تختوں کے متعذر رہوں تو اشارہ سر سے رکوع وسجدہ کرے؛ لیکن معمولی دقت کو تعذر نہ سمجھا جائے اور سجدہ کو رکوع سے ذرا پست کرے۔

(وإن تعذر)...(أومأ)...(قاعدًا)...(ويجعل سجوده أخفض من ركوعه. (الدر المختار: ۵۰۹)(۵) **واللہ اعلم**

۲۳؍شوال ۱۳۰۴ھ (امداد: ۱؍۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱؍۵۶۵-۵۶۷)

---

(۱) رد المحتار، مطلب فى القادر بقدرة الغير: ۴۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱۴۹/۱، دار الفكر بيروت، انيس
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریل میں بھی انتظار پانی کا اخیر وقت مستحب تک بہتر ہے، ضروری نہیں۔

(۳) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۹۶/۱-۹۷، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۱۰۱/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۵) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۹۷-۹۸، دار الفكر بيروت، انيس

سوال: نماز ریل میں کس طرح پڑھنا چاہیے، میں بعض مرتبہ کھڑے ہوکر پڑھتا ہوں، اس طرح کہ ایک تختہ کی طرف کھڑا ہوتا ہوں اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرتا ہوں۔ ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ سجدہ میں گھٹنے پاؤں کے زمین میں نہیں لگتے ہیں، لہٰذا نماز نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات چیزیں زمین میں بوقت سجدہ کے لگنا چاہیے، چناں چہ اول سات میں سے ایک گھٹنے بھی ہیں، اسی وجہ سے میت کے گھٹنوں میں کافور لگایا جاتا ہے، ان کی رائے میں اس طرح پڑھنا چاہیے کہ ایک تختہ پر بیٹھے مثل نماز پڑھنے والے کے اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرے؛ مگر اس صورت میں قیام جو فرض ہے ترک ہوتا ہے، لہٰذا جناب کی کیا رائے ہے؟ کیا گھٹنے کا لگنا زمین میں بوقت سجدہ کے لازم ہے؟

الجواب

فی ردالمحتار: تظافرت الروایات عن أئمتنا بأن وضع الیدین والرکبتین سنة ولم ترد روایة بأنه فرض. (۵۲۱/۱)(۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ زانو ٹکانا فرض نہیں؛ بلکہ واجب بھی نہیں،(۲) اور قیام فرض ہے۔ پس آپ کا طریقہ صحیح ہے اور ان صاحب کا قول بالکل غلط ہے۔ علاوہ مذکورہ بالا وجہ کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو خرابی انہوں نے قیام کی حالت میں بتلائی ہے؛ یعنی گھٹنوں کا سجدہ کی حالت میں زمین میں نہ لگنا وہی خرابی قعود کی حالت میں بھی ہے، فافہم۔ واللہ اعلم

(امداد: ۷۹/۱)(امداد الفتاویٰ: ۵۶۷/۱-۵۶۸)

سوال: ریل کے سفر میں جو مواقع پیش آتے ہیں، وہ ذیل میں عرض کئے جاتے ہیں:

(۱) بحالتے کہ ریل چلتی ہوئی ہے اور بیٹھنے کی پڑی موافق رخ قبلہ نہیں ہے؛ یعنی شمال وجنوب ہے اور آئندہ اسٹیشن پہنچنے کے قبل وقت جاتا رہے گا، یا اسٹیشن پر اتر کر نماز ادا کرنا بوجہ قلت قیام ممکن نہ ہوگا تو ایک پڑی پر بیٹھ کر اور پاؤں لٹکا کر دوسری پڑی پر سجدہ کرنا اس طرح درست ہوگا، یا کیا؟ خواہ جماعت ہو، یا تنہائی۔

---

(۱) ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی اطالة الرکوع للجائی: ۴۹۹/۱، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) متون میں عام طور پر یہی ہے؛ لیکن فتح القدیر، البحر الرائق، شامی وغیرہ میں ترجیح اس کو دی ہے کہ گھٹنوں کا ٹیکنا سجدہ میں واجب ہے۔

قال الشامی: واختار فی الفتح الوجوب؛ لأنه مقتضی الحدیث مع المواظبة قال فی البحر وهو إن شاء الله تعالی أعدل الأقوال لموافقته الأصول انتهی (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی التبلیغ خلف الامام: ۴۷۶/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

وقال فی موضع أخر قدمنا الخلاف فی أنه سنة أو فرض أو واجب وأن الأخیر أعدل الأقوال، انتهی. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی إطالة الرکوع للجائی: ۴۹۷/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

لیکن ریل میں مذکورۂ سوال ضرورت میں جب کہ فرض قیام فوت ہونا لازم آتا ہو، اگر اس خاص حالت میں سنت کے قول کو ترجیح دے دی جاوے تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت مصنف قدس سرہ نے کیا ہے۔ واللہ اعلم (بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ)

الجواب

بیٹھنا بلا عذر درست نہیں، ایک پر کھڑا ہوا اور دوسری پر سجدہ کرے۔

۱۸ محرم ۳۴ھ (تتمہ رابعہ ص: ٦٢) (امداد الفتاوی: ۱/۵٦۷-۵٦۸)

چلتی ریل گاڑی پر نماز:

سوال: برریل گاڑی نماز فرض خواندن درحالت سیر او بدون عذر جائز است، یا نہ؟ بینوا توجروا۔ (۱)

الجواب

جائز است۔

قال فی ردالمحتار شرح الدرالمختار من باب الوتر والنوافل تحت (قوله: وإن لم یکن طرف العجلة علی الدابة): جاز لو واقفة، الخ: کذا قیده فی شرح المنیة ولم أره لغیره یعنی إذا کانت العجلة علی الأرض ولم یکن شیء منها علی الدابة وإنما لها حبل مثلا تجرها الدابة به تصح الصلاة علیها؛ لأنها حینئذ کالسریر الموضوع علی الأرض ومقتضٰی هٰذا التعلیل أنها لو کانت سائرة فی هذه الحالة لاتصح الصلاة علیها بلاعذر، وفیه تأمل؛ لأن جرها بالحبل وهی علی الأرض لاتخرج به عن کونها علی الأرض ویفیده عبارة التاترخانیة عن المحیط: وهی لوصلی علی العجلة إن کان طرفها علی الدابة وهی تسیر تجوز فی حالة العذر لافی غیرها وإن لم یکن طرفها علی الدابة جازت وهو بمنزلة الصلاة علی السریر، انتهٰی.

(فقوله: وإن لم یکن طرفها، إلخ) یفید ماقلنا؛ لأنه راجع إلٰی أصل المسئلة وقد قیدها بقوله وهی تسیر ولو کان الجواز مقیدًا بعدم السیر لقیده به فتامل، انتهٰی. (۲)

أقول: وکذا یقید ما أفادنا السید قدس سره عن عبارة المحیط عبارة فتاویٰ قاضی خان وهی: أما الصلاة علی العجلة إن کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر أو لاتسیر فهی صلاة

(۱) یہ سوال وجواب حضرت تھانوی قدس سرہ کے نہیں ہیں۔

حضرت تھانوی لکھتے ہیں: "میرا ایک فتویٰ اس کے متعلق رسالہ الامداد، محرم ۱۳۳۵ھ میں صفحہ: ۳۸ پر چھپا تھا، اس کے متعلق ایک تحریر بہ شکل دو سوال وجواب آئی، جو ذیل میں منقول ہے اور اس کے ایک حاشیہ میں جو بھذا اظہر سے شروع ہوتا ہے، میری ایک عبارت معنون بہ "رفع اشتباہ" پر اعتراض بھی تھا، اس کا جواب مولوی حبیب احمد صاحب نے لکھ کر مجھ کو دکھلایا، جو اس پر آئی ہوئی ہے۔ س) تحریر کے بعد منقول ہے، اھ۔

(۲) رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب فی القادر بقدرة الغیر: ۲/۴۱-۴۲، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ الهندیة، قبیل باب صلاة المریض: ۱/۱۷۱

على الدابة تجوز حالة العذر ولا تجوز فى غيرها وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز وهى بمنزلة الصلاة على السرير ،انتهٰى .(۳)

المريض فلماجازت الصلاة على العجلة إذا لم يكن شيئ منها على الدابة وهى تسير أولا تسير بدون العذروكانت بمنزلة السريرفى الحالتين فبا لطريق الأولٰى تجوزعلى المركب الدخانى الذى يجرى على الأرض حال كونه سائرًا بدون العذر ،فظهرأن مافى غاية الأوطار: ۳٤۳/۱، تحت قوله: وإن لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز لوواقفة.

علمائے ہند مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ریل گاڑی چلتے میں نماز فرض وواجب درست نہیں اور بعضے درست کہتے ہیں، الخ۔

منشاء عدم اطلاع الفريقين والمولف ايضاعلى ماحققه السيد العلامة تحت القول المذكوركمانقلنا هٰذا واعترض (۱)مفتى المصرعلٰى قول السيد قدس سره وفيه تأمل؛لأن جرها إلخ حيث قال و هى وإن لم تخرج بالجربالحبل عن كونها على الأرض إلاأن هٰذاالقيد لابد منه إذ بدونه يفوته اتحادمكان الصلاة الذى هو شرط لصحتها إلابعذرإلخ ويقول العبد الضعيف أن هٰذا منه عجيب جدا فان مكان الصلوٰة فيمانحن فيه العجلة ولوح من ألواحها دون الأرض التى تحتها ألاترى أن الصلاة على السفينة السائرة جائزة واعتبارالعذرهنا؛لأنها لماكانت على الماء دون الأرض فكانت كالدابة لالعدم اتحاد مكان الصلاة فإن الحكم فى السفينة المربوطة بالشط إذاكانت على القرارمن الماء ولم يكن شيئ منها مستقرا على الأرض أيضاكذلك (بهذا(۲)ظهر أن كون السفينة على الماء والماء على الأرض ممالاينتج نتيجة تفيد حكما من الاحكام)،إن قيل:قد تقرر أن بعض الائمة إذاصرح بقيد وجب اتباعه.

قلت:هٰذاإذاكان من أهل الترجيح وابن أميرالحاج شارح المنية ليس من أهل الترجيح، (۳)بل هومن نقلة المذهب فكان عليه عز والقيد المذكورإلٰى كتاب من الكتب المعتبرة ولعل إليه أشار السيد المحقق بقوله ولم أره لغيره، بقى هل يجب التوجه إلى القبلة كلما دارالمركب الدخانى عنها عند استفتاح الصلاة وفى خلال الصلاة؟ الظاهرنعم، فإن لم يمكنه يمكث عن الصلاة إلا إذاخاف فوت الوقت.هٰذا ماظهرلى والله تعالٰى أعلم وعلمه أحكم(امدادالفتاویٰ:۱/۵٦۸-۵۷۱)

---

(۱) فى باب الوتر والنوافل

(۲) قوسین کے درمیان جوعبارت ہے، اس میں سوال: ۵۱٦ کے جواب کے آخیر میں جو "رفع اشتباہ" ہے، اس پر اعتراض ہے اور اسی کا جواب مولانا حبیب احمد صاحب کے قلم سے آرہا ہے۔سعید

(۳) كذا فى الحموى شرح الأشباه من الفن الثالث فى أحكام الخنثٰى

الجواب ــــــــــ من المولوی حبیب أحمد

فی الدر المختار:(المربوطة فی الشط) کالشط فی الأصح،آہ.

وقال فی ردالمحتار تحت(قوله المربوطة فی الشط) کالشط فلاتجوزالصلاة فیها قاعدًا اتفاقًا وظاهرما فی الهدایة وغیرها الجواز قائمًا مطلقًا أی استقرت علی الأرض أولاوصرح فی الإیضاح بمنعه فی الثانی حیث أمکنه الخروج إلحاقًالها بالدابة،نهر،واختاره فی المحیط والبدائع،بحر،وعزاه فی الامداد أیضًا إلٰی مجمع الروایات عن المصفی وجزم به فی نورالإیضاح وعلٰی هٰذاینبغی أن لاتجوزالصلاة فیها سائرة مع امکان الخروج إلی البروهٰذه المسئلة الناس عنها غافلون،شرح المنیة،آہ.(ص:۷۹۷)(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفینہ کے مثل دابہ ہونے میں اختلاف ہے،صاحب ہدایہ وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کو مثل دابہ نہیں سمجھتے اوراس میں نماز بلاعذر جائز ہےاور دیگر علمانے تصریح کی ہے کہ وہ مثل دابہ کے ہےاوراس میں نماز بلاعذر جائز نہیں اورراجح یہ ہے کہ وہ مثل دابہ کے ہے۔جب یہ معلوم ہوگیا تواب سمجھنا چاہیے کہ الامداد میں جولکھا گیا ہے (رفع اشتباہ)اس جہاز کو مثل دریائی جہاز کے نہ سمجھا جاوے؛ کیوں کہ وہ بواسطہ پانی کے مستقر علی الارض ہےاوراس کا استقرار پانی پراور پانی کا استقرارارض پر بالکل ظاہر ہے،آہ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ظہوراستقرار کی وجہ سے اس کو اگر مثل دابہ نہ کہا جاوے؛ بلکہ اس کو مثل سریر سمجھا جاوے تو گو یہ مرجوح ہے؛مگراس کی گنجائش ہے،جیسا کہ ظاہر ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے،برخلاف ہوائی جہاز کے کہ وہاں یہ گنجائش نہیں۔

فاتضح فائدة هٰذا الکلام واندفع ما أورد علیه بقوله بهٰذا ظهرأن کون السفینة علی الماء و الماء علی الأرض ممالاینتج نتیجة تفید حکما من الأحکام،آہ.

التماس: اب ناظرین علما سے اس کی تنقید کرلیں۔فقط

۴/ذی الحجہ۱۳۳۶ھ(ترجیح خامس،ص:۹۲)(امدادالفتاویٰ جدید:۱/۵۶۸-۵۷۲)

ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم:

سوال: ریل میں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کے لیے بھی جگہ نہ مل سکے تو نماز کیسے ادا کی جائے؟ نیز گاڑی کا رخ بدلنے کے ساتھ ساتھ خود کا بدلنا بھی ضروری ہے، پانی نہ ملنے کی صورت میں بعض اوقات طہارت کاملہ نہیں رہتی،ایسی صورت میں قضا کرنا چاہیے،یا اسی حالت میں نماز ادا کرے؟

(۱) رد المحتار،باب صلاة المریض،مطلب فی الصلاة فی السفینة: ۲/ ۱۰۱،دار الفکر بیروت،انیس

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جب تک بیٹھنے کی جگہ نہیں تو آخر وقت میں اشارہ سے نماز پڑھ لے، پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے۔(۱) پانی نہ ہونے کے وقت تیمّم کرے، قضا نہ کرے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۰/۷)

ٹرین وبس میں نماز پڑھنے کا طریقہ:

سوال: اگر ٹرین، یا بس میں نہ پانی میسر ہو، نہ رکوع وقیام کی گنجائش ہو تو تیمّم کر کے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی جاسکتی ہے، یا قضا کردی جائے، بعد میں پڑھی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر ٹرین میں پانی نہ ہو اور رکوع وسجود کی بھی بھیڑ کی وجہ سے گنجائش نہ ہو اور یہ بھی توقع نہ ہو کہ وقت کے اندر اندر کسی اسٹیشن پر پہنچ جائے گی، جہاں پانی میسر آجائے گا اور نماز کے لیے جگہ بھی مل جائے گی تو تیمّم کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر پانی اور جگہ ملنے پر وضو کر کے پورے طریقے پر دوبارہ نماز پڑھ لی جائے۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۱/۷)

---

(۱) مسافر لايقدر أن يصلي على الأرض ... يصلي بالايماء إذا خاف فوت الوقت، آه". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب في القادر بقدرة الغير: ۴۱/۲، سعيد)

"الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج ... لأن هٰذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر ان كا من قبل اللّٰه تعالىٰ لا تجب الاعادة، و إن كا ن من قبل العبد وجبت الاعادة، آه". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۲۴۸/۱، رشيد)

(۲) (ومن عجز) ... (عن استعمال الماء) ... (لبعده) ...(ميلا) ... (تيمم) لهٰذه الأعذار كلها". (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۲۳۲/۱-۲۳۶، سعيد)

فمنها أن لايكون واجدا للماء قدرما يكفي لطهارته في الصلاة التي تفوت إلى خلف وماهو من اجزاء ها لقوله تعالىٰ: ﴿فلم تجدوا ماء فتيمموا﴾[النساء: ۴۳] وغير الكافي كالمعدوم، وهذا عندنا". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۲۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۳) وفي الخلاصة وفتاوى قاضي خان وغيرهما: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة، يتيمم ويصلي بالايماء، ثم يعيد إذا خرج ...؛ لأن هٰذا عذر جاء من قبل العباد، فلايسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه ان العذر إن كان من قبل اللّٰه تعالىٰ، لاتجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة. (البحر الرائق، باب التيمم: ۲۴۸/۱، دار الكتب العلمية)

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ:

سوال: سفر میں ریل گاڑی کے اندر قیام اور جہت قبلہ ضروری ہے، یا نہیں؟ کیا بیٹھ کر، یا جس طرف بھی منہ ہو، پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

قیام اور استقبال قبلہ پر قدرت کے باوجود ان دونوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی۔ سفر میں ہو، یا حضر میں، ریل میں ہو، یا جہاز میں، سب کا یہی حکم ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیو بند، ۲۰/۱۱/۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۳۱-۵۳۲) ☆

اگر قیام ممکن ہو تو چلتی ٹرین میں نماز کا قیام فرض ہے:

سوال: چلتی ٹرین میں اگر نمازی نے کھڑے ہو کر تکبیر اولیٰ کہہ لی اور بقیہ نماز بیٹھ کر ادا کی تو قیام ادا ہو گیا، یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی نقص تو واقع نہیں ہوا؟

(۱) ثم الشرط (هي) ستة ... والسادس (استقبال القبلة) حقيقة أو حكمًا كعاجز، والشرط حصوله لاطلبه، وهو شرط زائد للابتداء يسقط للعجز. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، سعيد)

(ومنها القيام) ... (في فرض) ... (لقادر عليه) وعلى السجود. (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۵، سعيد)

☆ **ریل گاڑی میں نماز کس طرح پڑھے؟ جبکہ پانی تک پہنچنے پر قادر نہ ہو:**

سوال: بعض اوقات دوران سفر ریل گاڑی میں اتنا زیادہ رش ہوتا ہے کہ بیت الخلاء جانا تو درکنار ایک سیٹ سے دوسری سیٹ تک جانا دشوار ہو جاتا ہے تو ان حالات میں ایک تو آدمی کی وضو، یا طہارت تک پہنچ نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ نماز ادا کرنے کے لیے موزوں جگہ کا ملنا ناممکن ہوتا ہے اور خاص کر جبکہ گاڑی کا رخ کعبہ کی طرف ہو، یا کعبہ سے مخالف سمت (مثلاً کراچی آنے جانے والی ریل گاڑیاں)؛ کیوں کہ اس حالت میں اگر سیٹ پر جگہ مل بھی جائے تو نمازی سجدہ نہیں کر سکتا تو حضور! ان مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز کا وقت ہونے پر نمازی نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــ

ایسی مجبوری کی حالت کبھی شاذ ونادر ہی پیش آسکتی ہے، عام طور پر گاڑیوں میں رش تو ہوتا ہے، لیکن اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے تو آدمی کسی بڑے اسٹیشن پر نماز پڑھ سکتا ہے، بہر حال! اگر واقعی ایسی حالت پیش آجائے تو اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ نماز قضا کی جائے، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ طہارت اور وضو حد امکان سے خارج ہو، یعنی نماز پڑھنا کسی طرح ممکن ہی نہ ہو۔ (والمحصور فاقد) الماء والتراب (الطهورين) بأن حبس في مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده وقالا يتشبه بالمصلين وجوباً.

وفي ردالمحتار: تحت (قوله يؤخرها عنده) لقوله عليه السلام: "لاصلاة إلا بطهور" إلخ. (الدر المختار مع ردالمحتار، باب التيمم: ۱/۲۵۲، دار الفكر بيروت، انيس) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۱۰۱-۱۰۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اگر قیام ممکن ہو تو پوری نماز میں قیام فرض ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۹/۴)

کیا ریل میں سیٹ پر بیٹھ کر کسی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں:

سوال: اخبار جہاں میں بعنوان کتاب وسنت کی روشنی میں، ایک مسئلہ لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

''(سوال) اکثر وبیشتر دیکھا گیا ہے کہ ریل گاڑی اور بسوں میں بوقت نماز نمازی لوگ سیٹ پر بیٹھ کر جس طرف بھی منہ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟ (جواب) نماز ہو جاتی ہے''۔

اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے اور قیام بشرط قدرت فرض ہے،(۲) فرض اور شرط فوت ہو جانے سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ اخبار جہان کا لکھا ہوا مسئلہ غلط ہے، ریل میں کھڑے ہو کر قبلہ رخ نماز پڑھنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۰/۴)

ٹرین میں ازدحام کی وجہ سے بیٹھ کر نماز:

سوال: سفر میں ٹرین پر بھیڑ کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر ٹرین میں رش اور ازدحام زیادہ ہو، کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو اور نماز کا وقت ختم ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کر لی جائے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۴/۳/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۶۷/۲)

(۱) ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر (للقادر عليه). (الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة: ٦٩/١)

(۲) (ومنها القيام) وهو فرض في صلاة الفرض والوتر "للقادر عليه". (الفتاوىٰ الهندية: ٦٩/١، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة في الفصل الأول)

أيضًا: ثم الشرط (هي) ستة ... و السادس (إستقبال القبلة) حقيقة أو حكمًا كعاجز والشرط حصوله لا طلبة، وهو شرط زائد للابتلاء ويسقط للعجز. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٤٢٧/١، باب شروط الصلاة)

أيضًا: ومن أراد أن يصلي في سفينة فرضًا أو نفلاً فعليه أن يستقبل القبلة متىٰ قدر علىٰ ذلك، وليس له أن يصلي إلىٰ غير جهتها ... ومحل كل ذلك إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلى المكان الذي يصلي فيه صلاة كاملة، ولا تجب عليه الإعادة، ومثل السفينة القطر البخارية البرية والطائرات الجوية ونحوها. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة للجزائري، مبحث صلاة الفرض في السفينة وعلى الدابة ونحوها: ١٨٧/١، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (ومن تعذر عليه القيام)... (صلىٰ قاعدا). (الدر المختار، باب صلاة المريض: ٩٥/٢-٩٦، دار الفكر، انيس)

ٹرین میں بیٹھ کر نماز:

سوال: ٹرین میں کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنی ضروری ہے، یا بیٹھ کر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(سید عظمت علی، محبوب نگر)

الجواب

ٹرین اگر کسی جگہ رکی ہوئی ہو، تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور ایسی صورت میں اس پر کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ یہ زمین کے حکم میں ہے۔ چلتی ہوئی ٹرین میں بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ فقہانے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ (**ولو صلی الفرض في فلک**) جارٍ (**قاعدًا بلاعذر صح**) **لغلبة العجز** (وأساء) وقالا **لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر**. (۱) لیکن بہتر ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنے پر قادر ہو تو کھڑے ہوکر ہی پڑھے کہ صاحبین کا مسلک یہی ہے اور بعض فقہانے اسی کو ترجیح دیا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۷)

ریل وغیرہ میں محل سجدہ نہ ملنے کے وقت اشارے سے سجدے کا حکم:

سوال: پٹری بوجہ کثرت آدمیوں کے جگہ نہیں ہے کہ دوسری پٹری پر سجدہ ہوسکے، مثلا وہ لوگ دوسرے فرقہ کے ہیں، کہنے سے جگہ دیں، یا نہ دیں تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؛ یعنی ان سے درخواست کی جاوے، یا نہ کی جاوے؟ اگر نہ کی جاوے، یا مانگنے سے بھی وہ لوگ جگہ نہ دیں، یا ایسی گنجائش ہی نہ ہو تو نماز اشارہ سے پڑھی جاوے، یا کیا؟

الجواب

درخواست کی جاوے اور جب جگہ نہ دیں تو تختہ کے نیچے نماز کا موقع نکالے، اگر کسی طرح ممکن نہ ہو تو پھر سجدہ اشارہ سے کرلے۔ (۲)

۱۸ رمحرم ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ: ۶۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۸۶)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۲/۱۰۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) اس مسئلہ میں اقوال فقہا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اشارہ سے نماز پڑھ لے؛ مگر پھر اس کا اعادہ لازم ہے۔ البحر الرائق میں ہے:
في الخلاصة وفتاویٰ قاضي خان وغيرهما: الاسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالايماء ثم يعيد إذا خرج ... كالمحبوس؛ لأن طهارة التيمم لم تظهر في منع وجوب الاعادة ... فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالیٰ لاتجب الإعادة وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة. (بحر: ۱/۱۴۹) (البحر الرائق، باب التيمم: ۱/۲۴۸، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

اسی طرح اگر ریل میں جگہ کم ہو تو اس وقت بیٹھ کر نماز پڑھ لے؛ لیکن بعد میں اس کا اعادہ لازم ہوگا۔ بندہ محمد شفیع عفی عنہ

سفر کی حالت میں ریل کی سیٹی کی وجہ سے نماز توڑنے کا حکم:

سوال: کس مقدار کے نقصان پر فریضہ، یا نوافل، یا سنن کی نیت توڑ دینی چاہیے اور اگر بعد نیت کر لینے کے ریل سیٹی دیوے روانگی کی تو کیا کرے؟

الجواب

چار آنہ کے نقصان پر نماز کی نیت توڑ دینا درست ہے اور ریل کی سیٹی پر بھی نماز توڑ دینا درست ہے، اگر سفر نہ کرنے سے کچھ حرج ہو۔(۱)

(حوادث :۱،۲/ص:۲۲)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۵۶۴)

ریل وبس میں سفر کے چند ضروری مسائل:

سوال: مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں:

عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا:

(۱) کسی عذر کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے، اگر کی جاسکتی ہے تو عذر کس انتہا کو پہونچا ہوا ہو کہ اس کو عذر کہا جائے؟

ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا:

(۲) ایک شخص ریل میں ہے، ''تھرڈ کلاس'' میں سفر کر رہا ہے اور بھیڑ اتنی شدید ہے کہ عادۃً وعرفاً واقعی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ ایسی حالت میں وہ نماز مؤخر کر سکتا ہے، یا نہیں؟

ریل میں استقبال ممکن نہ ہو تو کیا کیا جائے:

(۳) ریل میں ڈبے کے کئی کمرے ہوتے ہیں، اس میں تمام سیٹیں بنی رہتی ہیں، معمولی سی جگہ راستے کے لیے چھٹی رہتی ہے، ریل میں نماز پڑھنے کے لیے بڑی دشواری ہوتی ہے کہ کبھی کبھی سمت کے مطابق جگہ نہیں ملتی ہے، مثلاً

---

(۱) ۴/آنہ سے مراد قدر درھم چاندی کی قیمت ہے۔

ویباح قطعها لنحو قتل حية وند دابة،وفور قدر وضياع ما قيمته قدهم(الدر المختار وفي الرد قوله:ويباح قطعها أي ولو كانت فرضاً.(الدر المختار على رد المحتار،باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ١/٦٥٤،دار الفكر،انيس)

اور درھم کا وزن تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہے۔(اوزان شرعیہ،ص:۱۳)لہٰذا اتنی چاندی کی ہر زمانہ میں جو قیمت ہوگی وہی ۴ سے مراد ہوگی۔(سعید احمد پالنپوری)

ریل مشرق ومغرب کے رخ چلنے کے بجائے کچھ ترچھی سمت میں جارہی ہے، اس صورت میں صحیح طور پر جہت قبلہ کو پالینا ذرا مشکل ہوتا ہے تو اس حالت میں آیا اس کے لیے کوئی گنجائش ہے؟

چلتی ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(۴)　چلتی ریل پر اگر چہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن ہے؛ لیکن گرنے کا اندیشہ باقی رہتا ہے، اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہوئے ریل چل پڑے تو نماز توڑ دی جائے، یا نہیں:

(۵)　ریل سے اُتر کر پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری ہوئی ۔۔۔ نہیں تھی کہ ریل چل پڑی، نماز پوری کرتا ہے تو ریل جاتی ہے اور ریل پکڑتا ہے تو نماز جیسی اہم عبادت کا ابطال لازم آتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر نماز توڑنا جائز ہے تو اس کو کیا چارہ ہے، جس حالت میں ہو، خواہ رکوع میں ہو، یا سجدہ میں ہو توڑ دے، یا اس کو کسی حد تک رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے؟

بس میں نماز کس طرح پڑھی جائے:

(۶)　بس میں یہ پریشانی خصوصاً پیش آتی ہے کہ وضو ہونے کے باوجود بھی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ ایسی صورت میں کیا کرے؟ بیٹھا بیٹھا، یا کھڑا کھڑا نماز پڑھ لے؟

بس میں نماز پڑھنے کے لیے ایک امکانی صورت:

(۷)　بس اسٹاپوں پر بسیں رکتی ہیں؛ لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب تک رکیں گی، کبھی فوراً دو چار منٹ کے بعد چل دیتی ہے، کبھی گھنٹوں بعد اتفاق سے جاتی ہے؛ لیکن آدمی ہر لمحہ اسی گومگو میں پڑا رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے نہیں کرتا کہ کہیں میں ادھر اُتروں اور ادھر وہ گاڑی چل دے۔ ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ جب کہ اس کے لیے وضو کرنے کا مسئلہ بھی ہو اور نماز پڑھنے کا حکم بھی؟ یہ صورت امکانی نکالی جاتی ہے کہ کسی جگہ اُتر کر جلدی سے وضو کرلے اور کسی جگہ جلدی سے نماز پڑھ لے؛ لیکن یہ انتہائی بے اطمینانی اور بدسکونی کا عالم ہوتا ہے، جس پر عادۃً عمل محال کہا جاتا ہے۔ بتلائیں کہ کیا حکم ہے؟

ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھنا افضل ہے، یا بیٹھ کر:

(۸)　ریل میں طبیعت کبھی اس بات سے جھجکتی ہے کہ آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر نماز کی جگہ نکالی جائے، دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ میں کہوں اور کوئی انکار کر جائے تو کیا اس صورت میں نماز کو افضل حالت

سے چھوڑ کر ارذل حالت میں پڑھا جاسکتا ہے؟ یعنی سوال کے بعد جگہ نکالنے پر جس درجے کی نماز پڑھی جاسکتی تھی، اس سے کم درجہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، مثلاً کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر؟

ریل میں تیمّم کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کیا جائے:

(۹) ریل پر ایک معذور سفر کررہا ہے، ریل پر تو تیمّم کے لیے کوئی چیز مل نہیں سکتی، اگر ریل کے ڈبے کی زمین پختہ ہے بھی تو امکان نجاست غالب ہی نہیں؛ بلکہ اغلب ہے؛ اس لیے کہ وہ ۲۴ر گھنٹے جوتوں سے روندی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ نماز کو مؤخر کرے؟

عین مغرب کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والا عصر کی نماز دو رکعت پڑھے، یا چار:

(۱۰) ایک شخص عین سورج غروب ہونے کے وقت سفر سے واپس ہوکر اپنے وطن میں داخل ہوا، عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھی تھی۔ اب اس پر دو رکعت قضا واجب ہے، یا چار رکعت؟

بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے آدمی مسافر ہوجاتا ہے یا حدود شہر کو پار کرکے:

(۱۱) لکھنؤ، دہلی، بنارس، آلہ آباد، وغیرہ اس طرح کے شہر کوئی ایک دو کوس کے ہوتے نہیں؛ بلکہ ان کا سلسلہ کئی کئی کوسوں تک ہوتا ہے، ایسے مقامات میں آدمی کہاں سے مسافر شمار ہوگا، آیا اپنے محلے ہی سے نکلتے ہی مسافر ہوجائے گا، یا حدود شہر کو پار کرنے کے بعد مسافر شمار ہوگا؟ شہروں میں مسافرت کا معیار کیا ہے؟

ریل میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل کے لیے کیا کیا جائے:

(۱۲) ریل میں بیت الخلا تو ہوتا ہے لیکن غسل خانہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو رات میں احتلام ہوجائے تو کیا کرے؟ گرمی کا معاملہ کچھ اہون ہے لیکن سردی کا تو بہت کٹھن ہے۔ اگر کوئی ہمت کرکے بیت الخلاء میں نہانا بھی چاہے تو طبیعت کو ایک طرح کا انقباض ہوتا ہے اس لئے محل نجاست ہے دوسرے یہ کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہوتا ہے کہ سارا بدن شل ہوسکتا ہے، تیسرے یہ کہ دوران غسل میں پانی ختم ہوسکتا ہے اس لئے کہ اس میں زیادہ پانی نہیں ہوتا ہے۔ ان مجبوریون کے پیش نظر اس کو کیا کرنا چاہئے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

(۱) وقت مستحب سے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مکروہ وقت تک تاخیر نہ ہو۔(۱) سفر میں پانی نہ

(۱) (والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (باسفار والختم به) ... (إلا لحاج بمزدلفة) ... (وتأخير ==

ہوتو تیمّم اس کا بدل ہے؛لیکن پانی ملنے کی توقع ہوتو مؤخر کرنا چاہیے۔(۱)

(۲) مؤخر کرکے قضا نہ کردے،انتہائی کوشش کے بعد جگہ نہ ملے تواشارہ سے نماز پڑھ لے، پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے۔(۲)

(۳) معمولی فرق ہو(شمال وجنوب کا فرق نہ ہو) تو گنجائش ہے۔(۳)

(۴) جوشخص اتنا ضعیف ہوکہ گر جانے کا ظن غالب ہو،وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔(۴)

(۵) ریل کے چلے جانے کی وجہ سے اگر حرج قوی ہوتو ناتمام چھوڑ کر ریل میں سوار ہوجائے ،رکوع سجود کی اس حالت میں پابندی نہیں۔(۵)

(۶) نمبر:۲ کی صورت اختیار کرے۔(۶)

== ظهر الصيف) ... (مطلقًا) ... (وجمعة كظهر أصلاً واستحبابًا) ...(و) تأخير(عصر) ... (مالم يتغير ذكاء) بأن لاتحار العين فيها في الأصح، (و) تاخير(عشاء إلى ثلث الليل) ... (و) أخر(العصر الى اصفرار ذكاء) ... (و)... (المغرب إلى اشتياك النجوم):أي كثرتها(كره تحريمًا)الا بعذرٍ كسفرٍ.(الدرالمختارعلى هامش رد المحتار،كتاب الصلاة: ١/٣٦٦-٣٦٩،سعيد)

"ولايفرط في التأخير حتى لاتقع صلاة في وقت مكروه".(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم،مطلب في الفرق بين الظن فغلبة الظن: ١/٢٤٩، سعيد)

(١) (وندب لراجيه)رجاء قويًا(آخر الوقت) المستحب،ولو لم يؤخر وتيمم وصلى،جاز إن كان بينه وبين الماء ميل،وإلالا".(الدرالمختارعلى هامش رد المحتار،كتاب الطهارة،باب التيمم: ١/٢٤٩،سعيد)

(٢) وفي الخلاصة وغيرها:الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم ويصلي بالايماء، ثم يعيد إذا خرج".(البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم:١/٢٤٨،رشيدية)

(٣) "كذا قال التفتازاني في شرح الكشاف: "فيعلم منه انه لو انحرف عن العين انحرافا لاتزول منه المقابلة بالكلية،جاز،ويؤيده ماقال في الظهيرية:إذا تيامن أو تياسر ،تجوز؛لأن وجه الإنسان مقوس؛لأن عند التيامن أوالتياسريكون أحد جوانبه إلى القبلة".(ردالمحتار، باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة: ١/٤٢٨،سعيد)

(٤) قال رحمه اللّٰه: ولوصلى في (فلک قاعدًا بلا عذر،صح) وهذا عند أبي حنيفة،وقالا:لايصح إلا من عذر؛ لأن القيام مقدورعليه فلا يجوزتركه وله أن الغالب فيه دوران الرأس وهو كالمتحقق لكن القيام أفضل؛لأن أبعد عن شبهة الخلاف، والخروج أفضل إن أمكنه ؛لأنه أسكن لقلبه.(تبيين الحقائق،باب صلاة المريض: ١/٤٩٥، دارالكتب العلمية،بيروت)

(٥) "رجل قام إلى الصلوة فسرق منه شئ قيمته درهم، له ان يقطع الصلوة ويطلب السارق سواء كانت فريضة أو تطوعًا؛ لأن الدرهم مال،امرأة تصلي ففار قدرها،جازلها قطع الصلاة لإصلاحها، وكذا المسافرإذا ندت دابته أوخاف الراعي على غنمه الذئب اهـ"(الفتاوىٰ الهندية،الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها،الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة،وما لا يكره ومما يتصل بذلك مسائل : ١/١٠٩،رشدية)

(٦) حوالہ نمبر:۲

(۷)　ڈرائیور، یا کنڈکٹر سے دریافت کرلے کہ یہاں کتنے منٹ بس ٹھہرے گی، گومگو میں نہ رہے،(۱) پھر کسی جگہ وضو کرے، کسی جگہ نماز پڑھ لے اگر چہ سکون تام میسر نہ ہو، سکون تام تو کسی کسی کو میسر ہوتا ہے، جو حالت سکون کی سمجھی جاتی ہے اس میں بھی ذہن میں افکار کا ہجوم رہتا ہے اور سمندر کی طرح موجوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے، اس کی وجہ سے نماز ترک کی نہیں جا سکتی، عین حالت جہاد میں بھی صلوۃ خوف مشروع ہے۔(۲)

(۸)　یہ جھجک بے محل ہے، قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء پہونچنے کے واسطے بھی بسا اوقات جگہ مانگنا پڑتی ہے، سوار ہونے، بیٹھنے، سامان رکھنے کے لیے بھی جگہ طلب کی جاتی ہے اور جھجک محسوس نہیں کی جاتی، جگہ طلب کرلے اور کوشش کے باوجود کسی نے انکار کر دیا اور قلب کو اذیت ہوئی تو اجر میں اضافہ ہوگا۔

(۹)　وہ بھی مؤخر نہ کرے، ریل میں بعض دفعہ کھڑکیوں سے اتنا غبار آجاتا ہے کہ تیمّم کے لیے کافی ہو جاتا ہے، اگر وہاں کی مٹی یقیناً ناپاک ہے (موہوماً نہیں) اور پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو (مرض کہ وجہ سے) تو آخر **فاقد الطهورين** کا مسئلہ بھی موجود ہے۔(۳)

(۱۰)　اگر وقت عصر ختم ہونے پر وطن میں داخل ہوا تو قصر کرے گا، ورنہ اتمام کرے گا۔(۴)

(۱۱)　محلّہ سے نہیں؛ بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا۔(۵)

---

(۱)　عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: "أن لاتشرك بالله شيئًا وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدًا، فمن تركها متعمدًا فقد برئت منه الذمة، ولاتشرب الخمر، فإنها مفتاح كل شر". (رواه ابن ماجة) (مشكوة المصابيح، الفصل الثالث: ۵۹/۱، قديمي) (سنن ابن ماجة، باب الصبر على البلاء، رقم الحديث: ۴۰۳۴، انيس)

(۲)　قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ﴾ (سورة النساء، ۱۰۲)

(۳)　(والمحصور وفاقد) الماء والتراب (الطهورين) بأن حبس في مكان نجس، ولايمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض (يؤخرها عنده، وقالا: يتشبه) بالمصلين وجوبًا، فيركع ويسجد إن وجد مكانًا يابسا، وإلا يؤمى قائمًا، لم يعيد كالصوم، (به يفتي، وإليه صح رجوعه): أي الامام، كما في الفيض. (الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب التيمم: ۲۵۲/۱-۲۵۳، سعيد)

(۴)　(والمعتبر في تغيير الفرض آخر الوقت) وهو قدر مايسع التحريمة، (فإن كان) المكلف (في آخره مسافرًا، وجب ركعتان، وإلا فأربع)؛ لأنه (أي آخر الوقت) المعتبر في السببية عند عدم الأداء قبله. (الدرالمختار)

وفي الرد تحت "(قوله: وجب ركعتان): أي وإن كان في أوله مقيمًا وقوله: وإلا فأربع: أي وإن لم يكن في آخره مسافرًا بأن كان مقيمًا في آخره، فالواجب أربع. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، سعيد)

(۵)　(من خرج من عمارة موضع إقامته) من جانب خروجه، وإن لم يجاوز من الجانب الآخر... (قاصدا) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها). (الدرالمختار)　==

(۱۲)　　طبعی انقباض تو نا قابل التفات ہے، اول اس جگہ پر پانی بہا دے پھر تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر غسل کرے، ہاں اگر پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ بدن شل ہو جائے تو تیمم کرلے، پھر جب قابل برداشت پانی مل جائے تو غسل کرلے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۸/۷-۵۴۴)

بس میں اشارہ سے نماز پڑھنا:

سوال:　　عموماً بس کے سفر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ بس اپنے مقام پر اس وقت پہونچتی ہے، جب کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بس میں نماز پڑھنا بھی ناممکن ہے تو کیا ایسی شکل میں اشارہ سے نماز پڑھ لینا درست ہوگا، یا مؤخر کر دی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصليًا

ایسی مجبوری کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر منزل پر پہنچ کر اعادہ کرلے؛ کیوں کہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے:

"وفي الخلاصة وفتاویٰ قاضي خان وغيرهما: الاسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة،يتيمم ويصلي بالإيماء،ثم يعيد إذا خرج، .... لأن هٰذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه،فعلم منه أن العذر إن كان من قبل اللّٰه تعالیٰ،لاتجب الإعادة،وإن كان من قبل العبد،وجبت الإعادة"آه. (البحر الرائق: ۲٤۸/۱، والدر المختار: ۱٥٦/۱، وشرح منية الكبير، ص: ۷۲)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۷/۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۲/۷-۵۳۳)

==　　**وفي الرد تحت(قوله: من جانب خروج،إلخ) قال في شرح المنية: فلا يصير مسافرًا قبل أن يفارق عمران ماخرج منه من الجانب الذي خرج،حتیٰ لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به،لايصير مسافرًا مالم يجاوزها.(رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲،سعيد)**

(۱)　　**(من عجز)(عن استعمال الماء) ... (لبعده) ... (ميلاً) ... (أولمرض) ... (أوبرد) يهلك الجنب أويمرضه ولوفي المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولامايدفئه تيمم لهذه الأعذار كلها.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب التيمم: ۲۳۲/۱-۲۳٤،سعيد)**

(۲)　　**البحر الرائق،باب التيمم: ۲٤۸/۱،رشيدية/ردالمحتار،باب التيمم: ۲۳٥/۱،سعيد/الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۷٥،سهيل اكادمي لاهور**

ڈرائیور بس نہ روکے تو کیا سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں:

سوال: بس میں سفر کرتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ڈرائیور بس نہ روکے کہ مجھے وقت مقررہ پر اگلی منزل پہنچنا ہے، ایسی صورت میں سیٹ پر بیٹھے ہوئے اشارے سے نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

الجواب

بس پر بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی، (۱) یا تو ڈرائیور سے پہلے طے کر لیا جائے کہ وہ نماز کے لیے بس کو کسی ایسی جگہ روک دے گا، جہاں وضو اور نماز ممکن ہو۔ یوں بھی ڈرائیور حضرات دوران سفر وقفہ ضرور کرتے ہیں، اس وقفے میں اگر نماز کا وقت ہو جائے تو نماز پڑھ لی جائے۔ بہر حال اگر بس میں بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس لوٹانا ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۲/۴) ☆

چلتی کار میں نماز پڑھنا درست نہیں، مسجد پر روک کر پڑھیں:

سوال: ایک مرتبہ مجھے اور بھائی کو کام تھا، مغرب کی نماز میں بہت دیر تھی، پھر بھی میں نے بھائی سے پوچھا کہ کام میں کتنی دیر لگے گی؟ کہنے لگے کہ اذان سے پہلے گھر آجائیں گے؛ اس لیے ہم چلے گئے؛ لیکن وہاں پہنچ کر گھر ڈھونڈنے میں بہت دیر ہو گئی اور مغرب کی اذان ہو گئی، ہمارا گھر اس جگہ سے کافی دور تھا اور رش بھی بہت تھا؛ اس لیے نماز کے ٹائم تک گھر پہنچنا ناممکن تھا، میں نے بھائی سے کہا تو کہنے لگے چلتی کار میں نماز پڑھ لوں، میں نے کہا: نہ وضو ہے اور سمت بھی بار بار بدل رہی ہے تو میں کیسے پڑھوں گا؟ مگر وہ یہی کہتے رہے کہ نماز تو ہر حال میں پڑھنی ہے اور یہ تو مجبوری ہے، تم ایسے ہی پڑھ لو اور کار نہیں روکی۔ اب آپ بتائیں کہ کبھی ایسا موقع ہو اور ہم اس بات پر قادر نہیں کہ گاڑی رکوا سکیں، جب کہ اندرون شہر ہی میں ہوں تو ہم کیا کر دیں؟

(۱) (ومنها القيام) وهو فرض في صلاه الفرض والوتر "للقادر عليه". (الفتاویٰ الهندية: ۶۹/۱، الباب الرابع في صفة الصلاة في الفصل الأول)

☆ **نماز کے لیے بس روکنے والا ڈرائیور اگر نماز نہ پڑھے تو کیا حکم ہے:**

سوال: میں ڈرائیور ہوں، ہر نماز کے وقت گاڑی روکتا ہوں، اور لوگوں کو کہتا ہوں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، لوگو! نماز ادا کر لو۔ تقریباً ۵۰ مسافر ہوتے ہیں، کچھ مسافر نماز ادا نہیں کرتے، جتنے لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کا مجھے بھی ثواب ملتا ہے، تو میرے ایک کے نماز نہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں ہوتا، مجھے تو ۵۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

ماشاء اللہ! آپ کو تمام نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (ان شاء اللہ) باقی اپنی نماز کسی صورت میں ترک نہ کریں؛ کیوں کہ وہ اپنی جگہ فرض ہے۔ (إن الصلاة كانت على المومنين كتبًا موقوتًا. (سورة النساء: ۱۰۳) أيضاً: عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: أن لا تشرك بالله شيئًا وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة معتمدًا، فمن تركها متعمدًا فقد برئت منه الذمة ولا تشرب الخمر فانها مفتاح كل شرٍ. (مشكاة المصابيح: ۵۹/۱، كتاب الصلاة، قديمي) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۲/۴-۱۰۳)

الجواب

کار میں بغیر وضو نماز کیسے ہوسکتی ہے؟(۱) آپ کسی مسجد کے پاس گاڑی روک کر آسانی سے نماز پڑھ سکتے تھے؛ مگر شاید آپ کے بھائی کو نماز کی اہمیت معلوم نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۰۳/۴)

گھوڑے پر نماز کا حکم:

سوال: اگر گھوڑے پر سوار ہے اور کوئی آدمی ساتھ نہیں اور نہ کوئی باندھنے کی چیز ہے اور خوف فرار بھی، یا رات ہو جانے کا خوف ہے تو نماز فرض گھوڑے پر پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار، باب النوافل: (فهي صلاة على الدابة فتجوز في حالة العذر) المذكور في التيمم ... وذهاب الرفقاء ودابة لاتركب إلا بعناء أو بمعين.

وفي ردالمحتار تحت (قوله: المذكور في التيمم): بأن يخاف علىٰ ماله أو نفسه، إلخ. (۲)

پس صورت مسئولہ میں جب اترنے سے گھوڑے کے بھاگ جانے کا خوف ہے اور رات ہو جانے سے جان کا اندیشہ ہے تو فرض نماز گھوڑے پر درست ہے۔ یہ حکم تو اس صورت میں ہے کہ گھوڑے کے چلے جانے کا بہت غالب گمان ہو اور اگر ویسے ہی شبہ ہے تو گھوڑے پر نماز نہ پڑھے؛ بلکہ زمین پر اتر کر شروع کرے، پھر اگر گھوڑا بھاگنے کو ہو تو نماز قطع کر کے اس کو پکڑ لے۔

فی الدرالمختار، آخر مکروهات الصلاة: ويباح قطعها لنحو قتل حية وند دابة وفور قدر وضياع ما قيمته درهم له أو لغيره، آه. (۳) والله تعالىٰ أعلم.

ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۶۳/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۷۳/۱-۵۷۴)

کجاوہ میں نماز کا حکم:

سوال: شغدف پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: فهي صلاة على الدابة فتجوز في حالة العذر المذكور في التيمم (لا في غيرها) ومن

---

(۱) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتقبل صلاة بغير طهور ولا صدقة من غلول. (سنن الترمذي: ۳/۱، كتاب الطهارة، طبع دهلي)

(۲) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۴۰/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۵۴/۱، دار الفكر بيروت، انيس

العذر المطروطين يغيب فيه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لاتركب إلا بعناء ... حتٰى لو كان مع أمه مثلا في شقي محمل وإذا نزل لم تقدرتركب وحدها جازله أيضا كما أفاده في البحرفليحفظ،آه. (۱)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ شغدف میں بعذر فرض پڑھنا جائز ہے اور اگر اتر نا اور قافلہ کی معیت سب سہل ہو تو شغدف میں پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

۲۰ رشعبان ۱۳۲۱ھ (امداد: ۱/۳۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۶۴)

بہلی میں نماز:

سوال: بہشتی زیور اختری: ۲/۵۰ کھڑی ہوئی بہلی (۲) پر نماز پڑھنا ممنوع لکھا ہے، (۳) اس کی کیا وجہ ہے؟ صلوٰۃ علی الراحلۃ کی ممانعت تو اس صورت میں ہے، جب کہ محمل پوری طرح جانور کی پیٹھ پر ہی ہو۔ اگر کجاوہ کسی لاٹھی وغیرہ سے اس طرح ٹیک دیا جاوے کہ کجاوے کا سرا زمین سے اوپر ہو جائے تو اس صورت میں نور الایضاح وغیرہ میں جائز لکھا ہے۔ (۴) بہلی میں تو لاٹھی لگاؤ سے زیادہ کہیں زیادہ لگاؤ ہے، پھر اس میں کیوں جائز نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

قطع نظر دیگر بحث سے ایک بات یہ ہے کہ بہلی میں قیام ترک ہوتا ہے، اس میں اتنی جگہ نہیں ہوتی۔ (۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۳۴)

مسافت قصر درسفر ہوائی جہاز:

سوال: اس زمانہ میں جو ہوائی جہاز ایجاد ہوا ہے، اس پر سفر کرنے میں رفتہ رفتہ ترقی ہو رہی ہے۔ اب سوال یہ ہے

---

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۰ ـ ۴۱، دار الفكر، بيروت، انيس

(۲) بیل گاڑی جس کو دو بیل چلاتے ہیں۔

(۳) چلتی ہوئی بہلی میں نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر بہلی ٹھہرالی؛ لیکن جوا بیلوں کے کندھوں پر رکھا ہوا ہے، تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔ (بہشتی زیور، مسافرت کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۶۰، دار الاشاعت کراچی)

(۴) (والصلاة في المحمل) (على الدابة كالصلاة عليها) (سواء كانت سائرة أو واقفة، ولو) (جعل تحت المحمل خشبة) (حتٰى بقى قراره) : أي المحمل (إلى الأرض) (كان) (بمنزلة الأرض، فتصح الفريضة فيه قائماً) لا قاعداً بالركوع والسجود. (مراقي الفلاح علٰى حاشية الطحطاوي، فصل في صلاة الفرض و الواجب على الدابة، ص: ۴۰۸، قديمي)

(۵) من فرائضها ... (ومنها القيام) ... (لقادرعليه) وعلى السجود. (الدرالمختارعلٰى هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۴۵، سعيد)

کہ اس سفر کو علاوہ سفر بری و بحری کے ایک تیسری قسم سفر ہوائی کی قرار دینا چاہیے، یا سفر بری و بحری میں سے کسی ایک قسم میں داخل کرنا چاہیے؟ جس طرح سفر ریل کا حال ہے کہ جس شخص نے پیدل رفتار سے شب وروز کی مسافت کو بذریعہ ریل دوڈھائی گھنٹہ میں طے کرلیا ہے تو اس کو مسافر کا حکم دیا جاتا ہے تو ہوائی جہاز پر سفر کرنے میں کس مسافت پر قصر صلوٰۃ کا اعتبار کریں؛ یعنی تین شب وروز کی مسافت ہوائی جہاز کے اعتبار سے، یا درمیان میں اگر سمندر پڑتا ہو تو بحری جہاز کی تین شب وروز کی مسافت کا لحاظ کریں، یا خشکی پڑتی ہو تو تین شب وروز کی مسافت پیدل رفتار کے لحاظ سے اعتبار کریں؟

الجواب

قواعد سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں محاذاۃ کا اعتبار ہوگا؛ یعنی جتنا سفر بر کی محاذاۃ میں ہوا ہے، وہ سفر برّی کے حکم میں ہوگا اور جتنا بحر کی محاذاۃ میں ہوا ہے، وہ سفر بحری کے حکم میں ہوگا۔ شریعت میں اس کی نظیر بھی ہے کہ حج کے جو مواقیت (۱) ہیں، جو لوگ مواقیت سے دور دور گزرتے ہیں کہ مواقیت ان کے طریق میں نہیں پڑتے، وہاں مواقیت کی محاذاۃ کا اعتبار ہے؛ یعنی ان مواقیت کے محاذی مقامات ان مواقیت کے حکم میں ہیں۔ واللہ اعلم

۲۴؍محرم ۱۳۵۱ھ (النور بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ، ص: ۷) (امداد الفتاویٰ: ۱/۵۹۱-۵۹۲)

سوال: ہوائی جہاز میں اگر کوئی سفر کرے تو کتنی مسافت میں نماز کا قصر کرنا چاہیے؟

الجواب

جس وقت احکام شرعیہ سفر کے متعلق موضوع ہوئے ہیں، اس وقت سفر فی البر والبحر والجبل واقع تھا، فی الہوا نہ تھا اور احکام تابع واقعات ہی کے ہوتے ہیں؛ اس لیے شریعت میں نصاً یہ مسکوت عنہ ہے؛ لیکن شریعت میں اس کی ایک نظیر وارد ہے، پس اس پر قیاس کر کے اس میں حکم دیا جاوے گا اور چوں کہ قیاس مظہر ہے نہ کہ مثبت؛ اس لیے اس حکم کو بھی حکم وارد فی الشرع کہا جاوے گا، وہ نظیر یہ ہے کہ حج میں جو مواقیت متعدد ہیں، ان میں اہل نجد کے لیے قرن مقرر فرما دیا گیا ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ وبصرہ فتح ہوا تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ قرن ہماری راہ سے ہٹا ہوا ہے اور وہاں جانے میں مشقت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے محاذی مقام کو دیکھ لو، چناں چہ ذات عرق مقرر ہوا۔ (رواہ البخاری) (۲) اور گو اس باب میں احادیث مرفوعہ بھی ہیں؛ مگر اول تو وہ متکلم فیہا ہیں۔ دوسرے اس

(۱) عن نافع عبد اللّٰہ بن عمر قال: لما فتح ہٰذان المصران أتوا عمر فقالوا یا أمیر المؤمنین ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حد لأہل قرنا وہو جور عن طریقنا وانا ان أرد قرن شق علینا. قال فانظروا خذوہا من طریقکم فحدلہم ذات عرق. (الصحیح لبخاری، کتاب الحج، باب ذات عرق لأہل العراق: ۲۰۷/۱، قدیمی، انیس)

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ المِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ، فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا، وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا، قَالَ: فَانْظُرُوا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ، فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ. (صحیح البخاری، باب ذات عرق لأہل العراق، رقم الحدیث: ۱۵۳۱، انیس)

اجتہاد کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ تھی تو اتنا تو ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اجتہاد سے کام کیا، چناں چہ اسی جواز اجتہاد کی بنا پر ہمارے فقہا نے فرمایا ہے کہ!

ومن کان فی بحر أوبر لایمر بواحد من المواقیت المذکورة فعلیه أن یحرم إذا حاذٰی آخرها ویعرف بالاجتهاد فعلیه أن یجتهد فإن لم یکن بحیث یحادی فعلٰی مرحلتین من مکة. (۱)

پس اسی طرح یہاں اس مسافت ہوائی کے محاذی کو دیکھیں کہ بحر ہے، یا برّ یا جبل اور اس محاذی کی مسافت قصر کو دیکھیں گے اور اسی کا اعتبار اس مسافت ہوائی میں کر کے اس کے موافق حکم دیں گے۔ احتیاطاً اس میں دوسرے علما سے بھی رجوع کرلیا جاوے۔

۷/ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ (حوادث خامس، ص: ۱۰) (امداد الفتاویٰ: ۵۹۲/۱-۵۹۳)

جہاز وٹرین وغیرہ کے ملازم کے لیے نماز قصر کرنا:

سوال (۱) ایک شخص جہاز میں نوکر ہے، آج یہاں کل وہاں، ایسا شخص قصر پڑھے، یا پوری نماز؟ ایک شہر میں جاتا ہے، دو دن جہاز وہاں ٹھہرتا ہے، پھر وہاں سے لوٹتا ہے۔ غرض جہاز کی ہی نوکری ہے اور یہی کام ہے۔

(۲) موٹر میں سیر کرنے کے لیے سو پچاس میل تک جاتے ہیں اور چار پانچ گھنٹے میں جاتے اور اسی مقدار میں لوٹتے ہیں، راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو قصر پڑھیں، یا پوری؟ خواہ سیر کی غرض سے جائیں، یا کسی کام سے؟

الجواب

ان دونوں صورتوں میں قصر نماز پڑھنی چاہیے؛ کیوں کہ مسافت قصر کا ارادہ کر کے نکلنا قصر کے ثبوت کے لیے کافی ہے، (۲) خواہ وہ نکلنا دوامی طور پر ہو، یا گاہے گاہے اور خواہ ملازمت کے صیغے میں ہو، یا تجارت وسیاحت کے اور خواہ وہ مسافت کئی گھنٹے میں طے ہو جائے، جیسے کہ ریل اور موٹر وغیرہ کے ذریعے سے دنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے ہو جاتی ہے۔ **وهٰذا کله ظاهر والله أعلم و علمه أتم وأحکم**

کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۷۳/۳) ☆

---

(۱) فتح القدیر، کتاب الحج، فصل فی المواقیت: ۴۳۲/۲-۴۳۳، دار الکتب المعرفة بیروت، انیس

(۲) ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أیام حتٰی یترخص برخصة المسافرین. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، ط: ماجدیة)

☆ **ہوائی جہاز کے اڑتے وقت اس میں نماز کا حکم:**

سوال: ہوائی جہاز میں جس وقت کہ وہ ہوا میں ہو، خواہ چلتا ہو، یا ٹھہرا ہو، اس میں نماز فرض جائز ہے، یا نہیں؟ ==

ہوائی جہاز کے اڑنے کے دوران، یا ہوا میں رُکے رہنے کے دوران نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: برہوائی جہاز درحالت طیران اویا وقوف اودر ہوا سجدہ کردن یا نماز فرضے خواندن جائز است، یانہ؟ بینوا توجروا۔

== الجواب

(ہوائی جہاز میں اڑان کے دوران ،فرض یا واجب نماز پڑھنا جائز ہے، یانہیں؟ جب کہ کوئی عذر بھی نہ ہو اور نہ ہی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور نماز ادا بھی کامل کی جائے؛ یعنی رکوع سجدہ، قیام اور استقبال قبلہ کے ساتھ پڑھی جائے؟

حضرت رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ عدم جواز کا ہے، لہذا کسی نے ہوائی جہاز میں نماز پڑھ لی تو اس کا اعادہ واجب ہوگا، عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کے لیے ماتھے، یا چہرے کا زمین پر رکھنا شرط ہے، جو ہوائی جہاز میں ممکن نہیں (یہ واضح رہے کہ صلوۃ علی الدابہ پر یہ مسئلہ متفرع نہیں ہے، جیسا کہ خود حضرت ہی نے اسی جواب میں ارقام فرمایا ہے)

اب شبہ یہ رہتا ہے کہ دریائی جہاز میں تو نماز جائز ہے، حالاں کہ وہاں بھی مذکورشرط متحقق نہیں ہے۔ حضرت قدس اللہ سرہ العزیز نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ پانی کا جہاز پانی کے واسطہ سے زمین پر مستقر ہے اور ہوائی جہاز ہوا کے واسطہ سے زمین پر مستقر نہیں ہے؛ کیوں کہ ہوا کا مادۂ رقیقہ ہوائی جہاز کے ثقل کا معاوق (روکنے والا) نہیں ہوسکتا۔

لیکن درحقیقت یہ فرق صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ پانی کا جہاز بھی پانی پر مستقر نہیں ہے، پانی بھی اپنی رقت کی وجہ سے پانی کے جہاز کے لیے معاوق نہیں ہوسکتا، ہم دیکھتے نہیں کہ معمولی وزن کا ڈھیلا بھی پانی پر رکھا جاتا ہے تو فوراً ڈوب جاتا ہے، پھر یہ ہزاروں ٹن کا جہاز پانی پر کیسے مستقر ہوسکتا ہے؟ درحقیقت پانی کے جہاز کو پانی پر ٹھہرانے والی چیز جہاز کی ایک مخصوص ہیئت پر بناوٹ ہے اور یہ بہت ممکن ہے کہ مستقبل میں ہوائی جہاز کی کوئی ایسی ہیئت ایجاد ہوجائے، جس کی وجہ سے وہ بھی ہوا پر رکا رہے۔

علاوہ بریں سجدہ میں پیشانی، یا چہرے کو زمین پر رکھنے کی شرط کوئی منصوص شرط نہیں ہے؛ بلکہ اہل لغت کے اقوال سے مستنبط کردہ ہے اور اہل لغت ظاہر ہے کہ اپنے گردوپیش کے احوال سامنے رکھ کر ہی لغات کے معانی بیان کرتے ہیں، پس یہ اتنی قوی دلیل نہیں ہوسکتی کہ مسئلہ کی بنیاد اس پر کھڑی کی جائے؛ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ جس طرح رکوع ایک خاص ہیئت کا نام ہے، اسی طرح سجدہ بھی ایک مخصوص ہیئت کا نام ہے اور اس کے تحقق کی صورتیں ہر مکان کے اعتبار سے جدا جدا ہوں گی۔

حضرت العلام جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ نے معارف السنن شرح ترمذی شریف (۳/۳۹۵-۳۹۷) (أما الطيارات حالة طيرانها في جو السماء أو عند وقوفها في الفضاء فيصلي فيها قائما بركوع وسجود مستقبلاً للقبلة عند القدرة على القيام كما يمكن ذلك في الطيارات الكبيرة إذا خاف خروج الوقت قبل هبوطها الأرض وإن لم يخف فيؤخرها حتى ينزل فيكون حكمها حكم المحل الموضوع على ظهر الدابة وان لم يمكنه القيام فيصلي ايماءً إلى أى جهة توجهت به الطيارة. (معارف السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة على الدابة حيث ما توجهت به: ۳/ ۴۹۵، انیس) میں اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے، آپ کی رائے پہلے جواز نماز کی تھی، پھر عدم جواز کی ہوگئی، مفید اور قابل ملاحظہ بحث ہے۔ علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (۱/۲۰۶) میں ہوائی جہاز کو پانی کے جہاز کے حکم میں رکھا ہے، موصوف لکھتے ہیں: ومثل السفينة القطر البخارية والطائرات الجوية و نحوها، آه. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الصلاة، مبحث صلاة المريض في السفينة: ۱/۱۸۷، دار الكتب العلمية بيروت، انيس) ==

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب قال العلامة القهستاني في شرح مختصر الوقاية: والسجود لغة

== احقر کے ناقص خیال میں یہی رائے درست ہے، لہٰذا ہوائی جہاز میں اگر کامل نماز رکوع، سجدہ، قیام اور استقبال قبلہ کے ساتھ ادا کی جاوے تو نماز صحیح ہوجاوے گی اور اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم علمہ اتم واحکم (سعید احمد پالنپوری)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

في ردالمحتار: هو (أي السجود) لغة الخضوع، قاموس، وفسره في المغرب بوضع الجبهة في الأرض وفي البحر: حقيقة السجود وضع بعض الوجه على الأرض، إلخ. (١/٤٦٥) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مبحث الركن الأصلي والركن الزائد: ١/٤٤٧، دار الفكر بيروت، انيس)

وفيه تحت قول الدرالمختار: (وأن يجد حجم الأرض) ما نصه: تفسيره أن الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلك فصح على طنفسة وحصير وحنطة وشعير وسرير وعجلة إن كانت على الأرض لا على ظهر حيوان كبساط مشدود بين أشجار إلخ. (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب في اطالة للجائي: ١/٥٠٠، دار الفكر بيروت، انيس)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں وضع جبہہ، یا وضع وجہ ارض پر شرط ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز مستقر علی الأرض ہو، وہ بحکم ارض تبعاً ہے، دو شرط سے، ایک وجدان حجم بالتفسیر المذکور اور اسی واسطے بساط مشدود بین الاشجار پر جائز نہیں اور دوسرے یہ کہ وہ چیز جاندار نہ ہو؛ کیوں کہ جاندار میں بوجہ متحرک بالارادہ ہونے کے ایک گونہ استقلال ہے، وہ مثل جمادات کے تابع للارض نہیں ہے؛ اس لیے حیوان پر بلا عذر جائز نہیں اور سریر وعجلہ وغیرہ میں تبعیت مع دونوں شرطوں کے پائی جاتی ہے، اس پر جائز ہے۔ پس یہاں چار چیزیں نکلیں: (۱) ارض (۲) سریر وعجلہ وغیرہ (۳) بساط مشدود ودومثلہ (۴) حیوان اوّلین پر جائز ہے اور آخرین پر ناجائز، **إلا بعذر في الحيوان.**

بعد اس تمہید کے سمجھنا چاہیے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز ارض تو ہے نہیں اور بساط مشدود بین الاشجار کی مثل بھی نہیں بوجہ تفاوت وجدان وعدم وجدان حجم کے اب دو احتمال رہ گئے: ایک یہ کہ مثل عجلہ کے ہو تو دوسرے یہ کہ مثل حیوان کے ہو تو گو ظاہراً مثل عجلہ کے معلوم ہوتا ہے کہ بواسطہ ہوائے مستقر علی الارض کے وہ بھی مستقر علی الارض ہے؛ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ ہوا پر مستقر ہے اور نہ ہوا ارض پر مستقر ہے، چناں چہ ہوا کا میلان الی المحیط ظاہر ہے تو وہ ارض پر کیسے مستقر ہے اور اتصال اور چیز ہے اور ہوا کا مادہ رقیقہ بھی جہاز کے ثقل کا معاوق نہیں ہوسکتا، چناں چہ اگر اس میں سے گیس نکل جاوے تو فوراً زمین پر گر پڑے، پس وہ حقیقتاً ارض پر غیر مستقر ہوا اور حیوان جو کہ حقیقتاً مستقر تھا؛ مگر حکماً مستقر نہ تھا، جب اس پر بلا عذر نماز جائز نہیں تو جہاز پر جو کہ حقیقتہً غیر مستقر ہے، کس طرح نماز جائز ہوگی؟ **إلا بعذر معتبر في الصلاة على الحيوان** ۔ حاصل جواب یہ نکلا کہ جن عذروں کے سبب اونٹ گھوڑے وغیرہ پر نماز جائز ہے، اگر وہی عذر پائے جاویں، مثلاً نزول میں خوف ہلاک وغیرہ ہو، یا نزول پر قادر نہ ہو (اور یہ عذر اخیر جہاز رانوں کے لیے جو کہ اس کے اتارنے، یا ٹھہرانے پر قادر ہیں، متحقق نہ ہوگا) تب تو اس پر نماز جائز ہے اور بدون ایسے عذر کے جائز نہیں۔ (رفع اشتباہ) رفع اشتباہ کے مضمون پر نقد اور اس کا جواب (بقلم مولانا حبیب احمد صاحب) پہلے سوال: ۴۹۹ کے آخر میں درج ہوا ہے۔ سعید احمد) اس جہاز کو مثل دریائی جہاز کے نہ سمجھا جاوے؛ کیوں کہ وہ بواسطہ پانی کے مستقر علی الارض ہے اور اس کا استقرار پانی پر اور پانی کا استقرار ارض پر بالکل ظاہر ہے۔

تنبیہ: یہ جواب قواعد سے لکھا گیا ہے، علماء سے امید ہے کہ اگر یہ جواب صحیح نہ ہو تو براہ نصح دین احقر مجیب کو مطلع فرماویں، سمجھنے کے بعد اپنے جواب سے رجوع کرکے اس کو شائع کردوں گا۔

۲۴/ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ (حوادث رابعہ: ۴ص ۷۴) (امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۸۷-۵۹۰)

هو الخضوع وشرعًا وضع الجبهة على الأرض وغيرها،انتهٰى،وفى البحر شرح الكنز تحت قوله: وكره بأحدهما أو بكور عمامة،من فصل إذا أراد الدخول فى الصلاة فى أثناء ما بسطه: والأصل أنه كما تجوز السجدة على الأرض تجوز علٰى ما هو بمعنى الأرض مما تجد جبهته حجمه وتستقر عليه وتفسير وجدان الحجم أن الساجد لو بالغ يتسفل رأسه أبلغ من ذلك انتهٰى،وفى الوقاية فى آخر باب صفة الصلاة:فإن سجد علٰى كور عمامته أو فاضل ثوبه أو شيئ يجد حجمه و تستقر عليه الجبهة جاز وإن لم تستقر لا يجوز انتهٰى فالمركب الهوائى إن كان مركباً من أشياء صلبة بحيث تستقر عليه الجبهة ولا تتسفل بالتسفيل تجوز السجدة عليه والظاهر أنه ملحق بالدابة كالسفينة السائرة والموقوفة بالشط الغير المستقرة على الأرض فإنها ملحقة بالدابة كما يستفاد من رد المحتار قبيل سجدة التلاوة:فالصلاة المكتوبة على المركب الهوائى لا تجوز بدون العذر كما هو حكم الصلاة على الدابة والسفينة السائرة وهل يلزم التوجه إلى القبلة ههنا كما فى السفينة أو لا كما فى الدابة والظاهر أنه يلزم؛لأن المركب الهوائى بمنزلة البيت كالسفينة فإن لم يمكنه يمكث عن الصلاة إلا إذا خاف فوت الوقت لما تقرر من أن قبلة العاجز جهة قدرته (وما من حادثة إلا ولها ذكر فى كتاب من الكتب المعتبرة أما بعينها أو بذكر قاعدة كلية تشتملها)والله تعالٰى أعلم

(ترجیح خامس:۹۲)(امداد الفتاویٰ:۱/۵۹۰-۵۹۱)

ہوائی جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اور کھانے کی میز پر سجدہ کرنا:

سوال: ہوائی جہاز میں لوگ سیٹ پر بیٹھ کر کھانے کی ٹیبل پر سجدے کرتے ہیں،اس طرح نماز درست ہے؟

الجواب

جہاز میں بھی کھڑے ہوکر اور قبلہ رخ معلوم کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے،سیٹ پر بیٹھ کر اور کھانے کی میز پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔(۱)(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۹۵)

(۱) ومنها القيام وهو فرض فى صلاة الفرض والوتر "للقادر عليه".(الفتاوىٰ الهندية: ٦٩/١،الباب الرابع فى صفة الصلاة،الفصل الأول فرائض الصلاة)

أيضا: ثم (هى) ستة ...(و)السادس (استقبال القبلة)حقيقة أو حكمًا كعاجز والشرط حصوله لا طلبه،وهو شرط زائد للابتلاء يسقط للعجز.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة: ٤٢٧/١)

(ومنها القيام) ... (فى فرض) ... (لقادر عليه)وعلى السجود.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ٤٤٥/١،دار الفكر بيروت،انيس)

جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: جہاز میں بغیر لرزش کے بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

چلتے ہوئے جہاز میں بلا عذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا بموجب قول راجح جائز نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: **(صلى الفرض في فلك) جارٍ (قاعدًا بلا عذر صح) لغلبة العجز (وأساء) وقالا: لا يصح إلا بعذر وهو الأظهر.** (۱)

پس صاحبین کا قول جو راجح ہے، اس کے بموجب عدم جواز کا حکم ہے اور امام صاحب کا قول جواز صلوٰۃ غلبۂ عجز پر مرتب ہے؛ لیکن اس زمانہ میں کہ دخانی جہاز چلتے ہیں، ان میں یہ علت متحقق نہیں، لہذا بالاتفاق بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہ ہوا۔ فقط

حررہ خلیل احمد عفی عنہ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۹۷)

ہوائی جہاز میں نماز:

سوال: میں حج فرض ادا کر چکا ہوں اور آئندہ عمرہ، یا نفل حج کا ارادہ ہے، ہمارے یہاں افریقہ سے پانی کا جہاز جدہ تک نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سواری اختیار کرنا پڑتا ہے، اب دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں دوران سفر دو، یا تین نمازیں آجاتی ہیں، علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا نہیں ہوتی؛ اس لیے کہ نماز ادا کرنے کے لیے زمین ہونا شرط ہے تو لامحالہ نمازیں قضا ہوں گی تو کیا میرے لیے مناسب ہے کہ میں نفلی حج کے لئے سفر کروں؟

نوٹ: نماز فرض ہے اور میرا سفر نفلی حج، یا عمرہ کے لیے ہوگا۔

الجواب حامدًا ومصليًا

ہوائی جہاز میں نماز فرض ادا کرلیں، قضا نہ کریں، پھر زمین پر اگر اعادہ کرلیں تو اس میں ان علما کے رائے بھی محفوظ رہے گی، جو ہوائی جہاز میں نماز کو جائز نہیں فرماتے۔ (۲)

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المريض: ۲/۱۰۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) "ومن أراد أن يصلي في سفينة فرضًا أو نفلاً، فعليه أن يستقبل القبلة متٰى قدر علٰى ذلك، وليس له أن يصلي إلٰى غير جهتها، حتٰى لو دارت السفينة، وهو يصلي، وجب عليه أن يدور إلٰى جهة القبلة حيث دارت... ومحل كل ذلك إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلٰى المكان الذي يصلي فيه صلاة كاملة، ولا تجب عليه الاعادة، مثل السفينة القطرة البخارية البرية، والطائرات الجوية، و نحوها". (كتاب الفقه على المذهب الأربعة، كتاب الصلاة، بحث صلاة الفرض في السفينة وعلى الدابة ونحووها: ۱/۱۹۷، دار الفكر، بيروت)

(الاستعلام) کیا وہاں حج نفل، یا عمرہ کے لیے فوٹو لازم نہیں ہے؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۳/۷)

پانی کے جہاز میں سفر حج کریں تو کیا قصر کریں گے:

سوال: کیا حج کا سفر بھی قصر کہلاتا ہے؟ پانی کے جہاز سے ہم سفر کریں تو نماز قصر کرنی ہوگی؟

الجواب

سفر کے دوران نماز قصر ہوگی۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۰/۴)

ملازمین جہاز کے لیے قصر، یا اتمام کا حکم:

سوال: جو لوگ آگبوٹ جہاز میں نوکری کرتے ہیں اور ان کا دائمی پیشہ یہی ہے، بعض ان میں سے ایسے ہیں، جو ہفتوں میں واپس جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو مہینوں میں واپس آتے ہیں اور بعض ایسے ہیں، جو برسوں میں واپس آتے ہیں، ان میں بعض آگبوٹ تو ایسے ہیں، جو ایک ملک سے براہ راست دوسرے ملک کو چلے جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں، جو ملک در ملک شہر در شہر آدمیوں کو اتارتے چڑھاتے اور مال لیتے دیئے جاتے ہیں اور کہیں ہفتہ بھر کہیں اس سے کم وزیادہ ٹھیرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ لوگ ذی اختیار نہیں، جب تک کپتان مالک آگبوٹ، یا اس کا قائم مقام ٹھہرے، تب تک یہ بھی ٹھہرتے ہیں، جب وہ چلے یہ بھی چلتے ہیں، آیا یہ لوگ مسافر ہیں، یا مقیم؟ اگر مسافر ہیں تو اپنی نمازوں کو قصر کریں اور روزہ افطار کریں، یا نہیں؟ فقط

الجواب

جہاز، گھر یعنی وطن کے حکم میں تو نہیں ہے، پس اس کا حکم کوئی جدا نہیں ہے، جو اور مسافر کا ہے، وہی اس کا یعنی یہ لوگ جب اپنے وطن اصلی، یا وطن اقامت سے (یعنی جہاں پندرہ روز کے قیام کا قصد ہو) چلتے ہیں، چلنے کے وقت دیکھنا چاہیے کہ کس قدر مسافت قطع کرنے کا ارادہ مصمم ہوتا ہے، اگر بقدر مسافت تین ایام کے (یعنی دریا میں اعتدال ہوا کی حالت میں کشتی (۲) تین دن میں جس قدر جاتی ہے ارادہ ہو تو قصر کرے گا اور اگر اس سے کم کا ہو نہ کرے گا۔ (هكذا في كتب الفقه) والله أعلم

۹/محرم ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۲۹) (امداد الفتاویٰ: ۵۷۹/۱-۵۸۰)

---

(۱) قال محمد رحمه الله: يقصر حين يخرج من مصره ويخلف دور المصر كذا في المحيط. (الهندية: ۱۳۹/۱، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

(۲) کشتی سے بادبانی کشتی مراد ہے، اسٹیمر مراد نہیں ہے۔ دیکھئے سوال: ۵۱۵ (سعید احمد)

سوال: ہمارے ہاں شہر مولمین میں بہت دور دراز ملکوں سے لوگ آتے ہیں اور کمائی کر کے لے جاتے ہیں۔اب ان کے پیشہ میں فرق ہے کوئی تو خشکی کے کام کرتا ہے، جیسے بزازی، لوہاری، درزی وغیرہ اور کوئی پانی کے کام کرنے والا ہے (جیسے شہر دہلی کے پورب کی طرف جمنا ندی بہتی ہے، ایسے ہمارے شہر مولمین کے داہنی طرف ایک ندی بہتی ہے، جو رفتہ رفتہ سمندر سے جا ملی ہے، جس کے سبب سے دوسرے ملکوں سے اور دوسرے شہروں سے ہمارے ہاں جہاز اور کشتی منور سوداگری کے آیا کرتے ہیں) یعنی کوئی تو ایسے جہاز کی نوکری کرتا ہے، جو دور دور شہروں سے تجارتی چیزیں لینے آیا کرتے ہیں اور کوئی چھوٹے چھوٹے جہازوں میں کام کرتا ہے، جو ایک پار سے لوگوں کو دوسری پار لے جاتے ہیں، یا ایک دن یا دو دن کے راستے پر مال لینے جایا کرتے ہیں، رات کے وقت ہمیشہ جہاز ہی میں لنگر انداز کر کے سو جاتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں جو چھوٹی چھوٹی کشتی چلاتے ہیں، بڑے بڑے جہازوں سے جو ندی کے بیچ میں لنگرانداز ہوتے ہیں، مال نکال کر چھوٹی کشتیوں میں لاد کر کنارہ پر لاتے ہیں اور بعض کشتی والے اس پار کے لوگوں کو اس پار لے جاتے ہیں اور بعض کشتی والے دو تین روز کے راستہ میں بھی کرایہ لے کر جاتے ہیں، پھر وہاں سے شہر میں چلے آتے ہیں اور سب جہاز والوں کے لیے اور کشتی والوں کے لیے اپنی اپنی کشتی لنگر کرنے کو ایک جگہ مقرر ہے، وہاں آ کر رات کو لنگر کر کے اسی کشتی، یا جہاز میں سو جاتے ہیں، ان کے واسطے وطن اصلی اور وطن اقامت یہی ہے، یہ لوگ ایسے کچھ دن سفر کر کے کچھ کما کر کے پھر اپنے اپنے ملکوں کو چلے جاتے ہیں، شہر سے یا کنارہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں، ہاں کوئی چیز خریدنے کو، یا کوئی کرایہ دیکھنے کنارہ پر، یا شہر میں آیا کرتے ہیں، ورنہ ہمیشہ ان کے رہنے سہنے کی جگہ وہ کشتی، یا جہاز ہے، یہ لوگ مسافر کہلاویں گے، یا مقیم؟ اس مسئلہ میں یہاں علما دو فریق ہو گئے، فریق اول یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب تک اپنا ملک چھوڑ کر رہیں گے (کشتی، یا جہاز میں) مسافر کہلائیں گے اور احکام سفر کے ان پر جاری ہوں گے؛ کیوں کہ ان کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، کشتی یا جہاز اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور جس جگہ لنگر انداز ہوتے ہیں، وہ بھی کوئی نیت اقامت کرنے کے لائق جگہ نہیں ہے اور اگر شہر مولمین میں اقامت کی نیت کریں، یہ بھی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ وہ شہر میں یعنی کنارہ پر خشکی میں نہیں رہتے، ہمیشہ دریا میں رہتے ہیں، یہ نیت ان کی کیوں کر صحیح ہوگی، پس یہ لوگ ہمیشہ مسافر ہیں، مقیم نہیں ہوسکتے اور فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ جب نیت اقامت کی کریں صحیح ہے، جب وہ ارادہ کریں ایک برس، یا دو برس اس شہر مولمین میں رہنے کا اور اسی شہر کے پتہ سے خط وکتابت ہوتی رہتی ہے اور وہ ندی جس میں وہ لوگ کشتی، یا جہاز رانی کرتے ہیں، شہر کے تحت میں ہے، جب یہ لوگ شہر کے قریب ندی میں لنگر انداز ہو کے رہتے ہیں، گویا شہر میں رہتے ہیں، گویا کہ ان کا وطن اقامت شہر مولمین ہے، جس پتہ سے ان کی خط وکتابت ہوتی رہتی ہے، پس نیت اقامت ان کی صحیح ہے، اگر چہ یہ لوگ جہاز، یا کشتی میں اکثر وقت رہیں، یہ لوگ مقیم ہیں، جب تک ملک جانے کا ارادہ کریں۔فقط، اب آرزو ہے کہ حضور اس مسئلہ کو کچھ دلیلوں کے ساتھ فیصلہ فرما کر سرفراز فرماویں؟

الجواب

فی الدر المختار :(أوینوی) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) واحد (صالح لها) من مصر أوقرية أوصحراء دارنا وهومن أهل الأخبية (فيقصرإن نوٰی) الإقامة (فی أقل منه) أی من نصف شهر(أو)نوٰی فيه (لكن فی غيرصالح) كبحرأوجزيرة،الخ.

فی ردالمحتار(قوله: كبحر):قال فی المجتبیٰ:والملاح مسافرإلا عند الحسن وسفينته أيضا ليست بوطن،آه،بحر،وظاهره ولوكان ماله وأهله معه فيها ثم رأيته صريحاً فی المعراج.(۸۳۳/۱)(۱)

وفی الدرالمختار :(بخلاف أهل الأخبية) كعرب وتركمان نووها فی المفازة فإنها تصح(فی الأصح)وبه يفتی إذا كان عندهم من الماء والكلاء مايكفيهم مدتها؛لأن الاقامة أصل.

فی ردالمحتارتحت(قوله: كعرب) المناسب قول غيره كأعراب لما فی المغرب العرب هم الذين استوطنوا المدن والقریٰ العربية والأعراب أهل البدو ... (قوله؛لأن الاقامة أصل)علة لقوله فإنها تصح أی نيتهم الاقامة قال فی البحروظاهر كلام البدائع أن أهل الاخبية لايحتاجون إلیٰ نية الاقامة فانه جعل المفاوزلهم كالأمصاروالقرٰی لأهلها،إلخ.(۸۳۵/۱)(۲)

فی الهندية:الصحيح ماذكرأنه يعتبرمجاوزة عمران المصرلاغيرالا إذاكان ثمة قرية أو قرٰی متصلة بربض المصرفحينئذٍ تعتبرمجاوزة القری بخلاف القرية التی تكون متصلة بفناء المصر فإنه يقصرالصلاة وإن لم يجاوزتلک القرية،كذا فی المحيط.(۸۹/۱)(۳)

وفيها:و لايصيرمقيمًا بنية الإقامة فيها(أی فی السفينة)وكذلک صاحب السفينة والملاح إلا أن يكون السفينة بقرب من بلدته أوقريته فح يكون مقيمًا باقامته الاصلية كذا فی المحيط ... وفی العتابية ولوكان مسافرأوشرع فی الصلاة فی السفينة خارج المصرفجرت السفينة حتیٰ دخل المصريتم أربعًا،كذا فی التتارخانية.(۹۲/۱)(۴)

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) *کشتی،یا جہاز خود موضع صالح للا قامۃ نہیں،اگرچہ مال واہل بھی پاس ہوں،پس اس میں اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہ ہوگا،اگراس کے قبل اس پر شرعا وصف مسافر کا صادق آچکا ہے تو وہ مسافر ہی رہے گا،البتہ اگر*

---

(۱) الدر المختارمع رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲-۱۲۶،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) الدر المختارمع ردالمحتار،باب صلاة المسافر: ۱۲۷/۲،دار الفكر بيروت،انيس

(۳) الفتاویٰ الهندية،باب صلاة المسافر،الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر: ۱۳۹/۱،انيس

(۴) الفتاوٰی الهندية،الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر: ۱٤٤/۱،انيس

ابھی مسافر شرعاً نہیں ہوا تو اقامت اصلیہ سے وہ مقیم رہے گا، نہ کہ اقامت فی السفینہ سے، (۲) البتہ جس کشتی، یا جہاز پر لنگر انداز ہوتا ہے، وہ کنارہ اگر کسی شہر، یا قریہ سے متصل ہے؛ یعنی شہر سے وہاں تک سلسلہ آبادی کا متصلاً چلا آتا ہے، درمیان میں کھیت، یا باغ، یا کوئی بڑا میدان وجنگل حائل نہیں تو وہ کنارہ بھی حکم مصر میں ہوگا، اس صورت میں وہاں نیت اقامت کی معتبر ہو جاوے گی، کما فی المصر والقریۃ اور اگر اس طرح سے متصل نہیں ہے تو وہ حکم مصر میں نہ ہوگا اور وہاں نیت اقامت کی معتبر نہ ہوگی۔

كما في ردالمحتار: أراد بالعمارة ما يشمل بيوت الأخبية؛ لأن بها عمارة موضعها، قال في الإمداد: فيشترط مفارقتها ولو متفرقة ... يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كربض المصر وهو ماحول المدينة من بيوت ومساكن فإنه في حكم المصر وكذا القرى المتصلة بالربض في الصحيح بخلاف البساتين ولو متصلة بالبناء؛ لأنها ليست من البلدة ولو سكنها أهل البلدة وجميع السنة أو بعضها ولايعتبر سكنى الحفظة وإلا كرة اتفاقاً، إمداد. (۸۱/۱)(۱)

ان ہی روایات سے دلائل قائلین **بكونها محلا صالحا للاقامة** کا جواب بھی نکل آیا کہ محض شہر کے تحت، یا تعلق میں ہونا اس کے لیے کافی نہیں، جب تک آبادی کا اتصال نہ ہو اور شاید کوئی اہل اخبیہ کی حالت سے اس پر استدلال کرنے لگے تو اہل اخبیہ کی حقیقت مذکورہ فی الروایات السابقہ کے معلوم ہونے کے بعد وہ استدلال بھی نہ رہے گا؛ کیوں کہ اہل اخبیہ کا تو کوئی گھر ہی نہیں ہوتا بخلاف ان کے۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ کشتی وجہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں، جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کا موقع آبادی سے متصل نہ ہو۔

۸ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ: ۱۲) (امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۸۰-۵۸۴)

جہاز کے ملازمین کے لیے قصر کا حکم:

سوال: جہاز کے ملازمین میں سے بعض لوگ کہیں باہر نہیں جاتے ان میں سے بہت سے لوگ قصر پڑھتے ہیں، اور وہ یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگ جس کی نوکری کرتے ہیں نہ معلوم کب اس کی طرف سے ایسی خبر آجائے جس سے مسافت کی راہ کوچ کرنا پڑے، اور ہمارے جہاز کا پیندا یعنی نیچے کا حصہ مٹی سے یعنی کنارے سے ٹیک لگی نہیں ہوتی، اگر جہاز کا حصہ کنارے سے لگا ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنی کمپنی سے خبر کب صادر ہوگی، اس سے بھی واقف نہیں اور نہ کمپنی نے ایسا کہا کہ فلاں تاریخ کو تمہیں فلانی جگہ جانا ہوگا اور کمپنی کے دل میں کون سی بات گذرتی ہے اور کون سی بات گذرے گی، اس کا علم تو

(۱) رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲، دار الفکر بیروت، انیس

اللہ تعالیٰ کو ہے اور اگر ایسا خیال ہے کہ ہر وقت آمد ورفت ہوئی تو بلا تردد نماز قصر پڑھنی چاہیے۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں ہماری کمپنی کے اس رنگون کے علاوہ اور بھی بہت سی جگہ کارخانہ ہے، اس جگہ ایک دو بار گیا بھی تھا۔ اب کوئی متعین وقت جانے کے لیے نہیں اور نہ جانے کا ارادہ ہے؛ لیکن مالک کی کوئی خبر آئے گی کہ نہیں، اس کا علم تو خدا کو ہے۔

اب تیسری گزارش یہ ہے کہ ہم لوگ جہاز میں شب وروز رہتے ہیں اور اسی میں خورد ونوش کا بھی انتظام ہے؛ بلکہ جہاز میں ہماری قیام گاہ ہے، اب اگر مالک کی طرف سے کوئی آرڈر ایسا آپڑے، جس سے مسافرت کی راہ طے کرنی پڑے تو اس حالت میں ہم لوگوں پر نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ بشرطیکہ جہاز ہماری قیام گاہ ہے اور مع جہاز کے جگہ میں پہنچ جاؤں گا۔ سو اس پر آپ کی کیا رائے ہے؟ اس مضمون پر خیال فرما کر نور ضیاء بخشے اور کتاب کا حوالہ بھی ضرور دیجئے اور جو مضمون عربی میں ہو، اس کا ترجمہ اردو زبان میں تحریر کیجئے؟ اس مسئلہ کے بارے میں جہازی آدمیوں میں بڑا فساد برپا ہو رہا ہے، کوئی عالم کہتے ہیں کہ نماز قصر پڑھنی چاہیے اور کوئی اس کے برخلاف۔ اب ہم لوگ حیران ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہیں؟

الجواب

جو لوگ رنگون میں رہ کر قصر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم کو خبر نہیں کہ مالک جہاز کی طرف سے کب حکم آجاوے، اس کا حکم یہ ہے کہ شرع میں وہم وخیال کا اعتبار نہیں، ظن غالب کا اعتبار ہے۔ اگر ان کو کمپنی کی طرف سے حکم سفر آنے کا ظن غالب ہو، جس کا معیار یہ ہے کہ اکثر ہر مہینے میں ان کو حکم سفر آتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی ایسا موقع نہیں ملتا کہ اپنے ارادہ واختیار سے دس پندرہ دن قیام کر سکیں، یہ حالت ہو تو ان کا رنگون میں قصر کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہ ان کا وطن اصلی نہ ہو اور اگر ظب غالب نہیں، محض خیال ووہم ہی ہے کہ شاید حکم سفر آجائے تو اس کا اعتبار نہیں، اس صورت میں اگر یہ لوگ رنگون میں نیت اقامت کر لیں، یا ظن غالب سے کبھی یہ معلوم ہو کہ پندرہ دن تک ابھی کہیں دور جانا نہیں ہے تو مقیم ہو جائیں گے اور نماز پوری پڑھنا چاہیے اور گذشتہ ایام میں اگر کبھی ایسا ہوا ہو کہ ظن غالب سے پندرہ دن تک کہیں جانا ان کو متحقق نہ تھا، یا پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کر لی تھی اور ظن غالب سے نیت کے پورا ہونے کی امید تھی اور اس وقت میں غلطی سے یہ لوگ قصر کرتے رہے تو ان ایام کی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

قال في الدر: (أو دخل بلدة ولم ينوها) أی مدة الإقامة (بل ترقب السفر) غدا أو بعده (ولو بقی) علٰی ذلک (سنين) "يقصر" "إلا أن يعلم تاخر القافلة نصف شهر كمامر، آه. (۱)

قلت اشارة إلٰی قوله سابقاً (أو ينوی) ... (اقامة نصف شهر) حقيقة أو حكمًا لما فی البزازية:

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۶/۲، دار الفكر بيروت، انيس

لـو دخـل الـحـاج الشـام وعـلـم أنــه لايـخـرج الامـع الـقافلة فی نصف شوال أتم؛لأنـه كناوی الاقامة،آه. (۸۲۳/۱)(۱)

قلت: وقد تقرر أن غلبة الظن فی حكم العلم شرعًا والله أعلم

۳/ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (امدادالاحکام: ۳۲۹/۲)

کشتی اور جہاز پر رہنے والے قصر نماز پڑھیں:

سوال: جو جہاز خلیج میں رات کو کنارہ پر مربوط رہتے ہیں اور دن کو تین مرتبہ نصف ساعت کی مقدار میں اس پار سے اس پار کو آتے جاتے ہیں، آیا اس جہاز کے ملازمین نماز قصر کریں گے، یا پوری پڑھیں گے؟ اور وطن اصلی ان لوگوں کا تین روز کا فاصلہ ہے اور یہ لوگ جہاز ہی میں رہتے ہیں، کھانا پینا اور سونا جہاز ہی میں ہوتا ہے؟

الجواب

جو لوگ دور سے آ کر جہاز کی ملازمت کرتے ہیں، مثلاً تین دن کی مسافت، یا زیادہ طے کر کے آ کر جہاز میں ملازم ہو جاتے ہیں اور پھر برابر دریا میں جہاز چلاتے رہتے ہیں، کسی موضع صالح للإقامة میں پندرہ دن کے قیام کی نیت سے قیام نہیں کرتے تو وہ مسافر ہیں، نماز قصر پڑھیں۔

درمختار میں ہے:

(فيقصـر إن نـوىٰ) الإقامة (فی أقل منه) أی من نصف شهر (أو) نوىٰ (فيه لكن فی غير صالح) كبحر أو جزيرة، إلخ. (الدر المختار)

وفی الـرد تـحـت (قـولـه: كبحر): قال فی المجتبیٰ: والملاح مسافر إلا عند الحسن وسفينته أيضاً ليست بوطن، آه. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۷۵/۴-۴۷۶)

جہاز کا ملازم جسے معلوم نہیں کہ کہاں کتنے دن رہنا ہو، قصر کرے:

سوال: میں مال جہاز میں ملازم ہوں، جہاز ہمیشہ دور دراز ممالک میں پھرتا رہتا ہے، کبھی ایک جگہ دس پندرہ دن، مہینہ دو مہینہ کھڑا رہتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ کب وہاں سے روانہ ہوگا اور بعض جہاز ایک مقام مقرر سے دوسرے مقام مقرر تک جاتا ہے اور ہم کو چھ، سات، یا نو دس مہینہ کے بعد، یا برس دو برس میں مکان جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو ایسی حالت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا پوری؟

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۵/۲-۱۲۶، ظفير

الجواب

اس صورت میں جب تک اپنے وطن میں پہنچا نہ ہو نماز کو برابر قصر کرنا چاہیے اور جب وطن پہنچو، اس وقت نماز پوری پڑھو اور جو جہاز مقرر جگہ سے مقرر جگہ تک جاتا ہے۔ اس کے ملازم کا بھی یہی حکم ہے کہ برابر بحالت سفر نماز قصر کرے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۶۳-۴۶۴)

جہاز کے ملازم کے احکام:

سوال (۱) بعض آدمی دور پردیس مثلاً رنگون وغیرہ جا کر ایسے جہازوں میں نوکری کرتے ہیں، جن کا اپنے شہر و بندر کے علاوہ دوسرے شہروں میں آنا جانا نہیں ہوتا؛ بلکہ اسی شہر میں ایک دوسرے جہازوں کی آمد و رفت کے لیے راستہ صاف کرنے کا کام کرتے ہیں۔

جو لوگ ہمیشہ گھاٹ پر رہا کرتے ہیں:

(۲) اور بعض لوگ ایسے جہازوں کی ملازمت کرتے ہیں، جو ہمیشہ گھاٹ ہی پر مربوط رہتے ہیں اور برابر اپنی جگہ پر ثابت رہتے ہیں۔

جو برابر سفر میں رہے:

(۳) بعض لوگ تجارتی جہازوں میں نوکر ہوتے ہیں، جن کا کام فقط انتقال من مصر الی مصر ہے، کہیں قیام کا اطمینان نہیں۔ ہاں کبھی کبھی شہر میں ماہ ڈیڑھ ماہ کا قیام بھی ہو جاتا ہے؛ لیکن ملازم اس بارے میں افسر کے تابع ہوتے ہیں؛ بلکہ ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ جہاز کب تک ٹھہرے گا اور کب چھوٹے گا۔

ان تینوں صورتوں میں ملازمین جہاز کو نماز قصر کرنی چاہیے، یا پوری پڑھنی چاہیے، یا کچھ فرق ہے باہم صورتوں میں؟

الجواب

(۱-۲) پہلی اور دوسری صورت میں وہ لوگ مقیم ہیں، پوری نماز پڑھیں گے؛ کیوں کہ جب وہ کسی شہر رنگون وغیرہ میں بغرض ملازمت گئے اور وہاں پندرہ دن، یا زیادہ کی اقامت کی نیت کی اور پھر ایسے جہازوں میں نوکری کر لی کہ جو سفر نہیں کرتے تو وہ مسافر نہیں ہوئے، لہٰذا پوری نماز پڑھیں گے۔

(۱) (أو دخل بلدة ولم ينوها) أى مدة الإقامة (بل ترقب السفر) غدًا أو بعده (ولو بقي) على ذلك (سنين). (الدر المختار) وفي الرد تحت (قوله: ولم ينوها) وكذا إذا نواها وهو مترقب للسفر كما في البحر؛ لأن حالته تنافي عزيمته. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۶، دار الفكر بيروت، ظفير)

(۳) اور تیسری صورت میں وہ مسافر ہیں، نماز قصر کریں گے۔

پہلی دونوں صورتوں میں اتمام صلوٰۃ کی دلیل عبارت درمختار ہے:

(حتٰی يدخل موضع مقامه) ... (أوينوى) ... (إقامة نصف شهر) ... (بموضع) واحد (صالح لها) من مصر أو قرية، إلخ. (۱)

اور تیسرے مسئلہ کی دلیل یہ ہے:

(فيقصر إن نوٰى) الإقامة (فى أقل منه) أى من نصف شهر (أو) نوٰى (فيه لكن فى غير صالح كبحر أو جزيرة ... (أولم يكن مستقلاً برأيه) كعبد وامرأة. (الدر المختار)

وفى الرد تحت (قوله: أولم يكن مستقلاً برأيه) عطف علٰى قوله إن نوٰى أقل منه وصورته نوى التابع الإقامة ولم ينوها المتبوع أولم يدر حاله فإنه لايتم. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/ ۴۴۷-۴۴۸)

سمندری جہاز اگر بارہ میل کے اندر سفر کرتا ہے تو وہ شخص مقیم ہے:

سوال: جو آدمی سمندر میں ہمیشہ جہاز پر نوکری کرتے ہیں اور ان کے واسطے کوئی گھر مقرر نہیں ہے اور جہاز بارہ میل کے اندر اندر روزانہ دورہ کرتا ہے اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب ان کو اس جگہ سے بدل کر دوسری جگہ لے جاوے تو وہ نماز قصر پڑھیں گے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بارہ میل کے اندر ہی دورہ رہتا ہے تو ہمیشہ مقیم ہیں، کبھی مسافر نہ ہوں گے، مسافر ہونے کے لیے ایک دم چھتیس میل کے سفر کا ارادہ کرنا ضروری ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳/ ۳۷۹)

الجواب

از مولانا سید عمیم الاحسان صاحب مجددی، سنی دارالافتا، جامع مسجد ناخدا کلکتہ

ہو الموفق مجیب صاحب کو جواب میں غلط فہمی ہوگئی کہ انہوں نے دریا کو محل اقامت سمجھا، حالاں کہ دریا محلّہ اقامت نہیں۔ درمختار میں ہے: **(فيقصر إن نوٰى) الاقامة (فى أقل منه نصف شهر (أو) نوٰى فيه (لكن فى**

(۱) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۲۴-۱۲۵، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۲۵-۱۲۶، دار الفكر بيروت، ظفير

(۳) (من خرج من عمارة موضع اقامته) ... (قاصداً) ... (مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) من أقصر أيام السنة ... (صلى الفرض الرباعى ركعتين). (الدر المختار علٰى رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱-۱۲۲، ط: سعيد)

غیر مصالح) کبحر ،انتھیٰ. (۱) لہٰذا صحیح یہ ہے کہ جہاز پر نوکری کرنے والے ملاح وغیرہ جن کی رہائش بھی جہاز پر ہی ہوتی ہے، ہمیشہ قصر پڑھیں گے، خواہ بارہ میل کے اندر جہاز ہے، یا ایک ہی جگہ کچھ زیادہ مدت تک رہنے کا اتفاق ہو، جہاز کی روانگی کی تاریخ معلوم ہو، یا نہ ہو، چناں چہ ردالمحتار، جلد: ا/ص: ۷۴۷:

قال فی المجتبی: والملاح مسافر إلاعند الحسن وسفینته أیضاً لیست بوطن، آه،بحر، وظاهره ولو كان ماله وأهله معه فيها ثم رأيته صريحًا فی المعراج انتهی. (۲) **والله أعلم**

کتبہ السید محمد عمیم الاحسان المجد دی عفا اللہ عنہ، ۲۹ ر رمضان ۱۳۵۵ھ

جواب ـــــــــــــــــــــــــــ الجواب

ازحضرت مفتی اعظمؒ

میرے جواب کا مدار تو اس امر پر تھا کہ جب تک مسافر قرار پاکر قصر کی شرط پوری نہ کرے، کوئی شخص نماز قصر نہیں پڑھ سکتا اور مسافر قرار پانے اور قصر کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ تین دن کی مسافت قطع کرنے کی یک دم نیت کرے، اگر یک دم تین دن کی مسافت قطع کرنے کی نیت نہ ہو تو چاہے ساری عمر چلتا رہے اور ساری دنیا کا سفر کرلے گا؛ مگر نہ وہ مسافر قرار پائے گا، نہ اس کے لیے قصر جائز ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے:

واما الثانی (أی شرط القصر) فهو أن يقصد مسيرة ثلاثة أيام فلو طاف الدنيا من غير قصد إلٰى قطع مسيرة ثلثة أيام لايترخص، انتهٰى. (۳)

سوال میں بھی اس امر کی تصریح تھی کہ جن لوگوں کے متعلق سوال ہے، وہ سمندر میں روزانہ بارہ میل کے اندر سفر کرتے ہیں اور میں نے جواب میں بھی اس صورت کو صراحۃً ذکر کردیا تھا کہ اگر بارہ میل کے اندر ہی دورہ رہتا ہے تو وہ ہمیشہ مقیم ہیں۔

جہازوں کے ملازم جو گودیوں میں کام کرتے ہیں اور جہازوں پر دس دس بارہ بارہ میل تک روزانہ آتے جاتے ہیں، وہ ملازمت کے وقت بھی مسافر ہوتے ہوں تو محل تعجب نہیں؛ لیکن ایسے ملازمین کی بڑی تعداد ایسی بھی ہوتی ہے، جو ملازمت ملنے کے وقت مسافر نہیں ہوتے، مثلاً کلکتہ کے باشندے، یا کلکتہ کے گرد ونواح (مسافت سفر کے اندر) کے باشندے کلکتہ کی گودی میں اگر ملازم ہوں اور ان کو ان جہازوں میں جو کنارے پر کھڑے ہوتے اور ہمیشہ کھڑے رہتے ہیں اور ملازمین کی رہائش کے لیے ہی استعمال کئے جاتے ہیں، جگہ دے دی گئی اور وہ اس میں رہنے لگے اور

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵-۱۲۶، دارالفکر بیروت، انیس
(۲) باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ط: سعید
(۳) البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۱۳۹، ط: بیروت لبنان

جہازوں پر کام کرنے لگے اور روزانہ دس بارہ میل کے اندر جانے آنے لگے تو ایسے لوگ کسی وقت مسافر نہیں ہوئے، اور ان کو ہمیشہ نماز پوری پڑھنی چاہیے اور تاوقتیکہ وہ کسی وقت یک دم تین دن کی مسافت کا قصد کر کے نہ چلیں، نہ مسافر ہوں گے اور نہ ان کو قصر پڑھنا جائز ہوگا۔ میرے جواب کا یہی مطلب تھا اور میں اسی کو صحیح سمجھتا ہوں؛ لیکن اگر مولانا عمیم الاحسان ان لوگوں کو بھی محض اس وجہ سے کہ وہ سمندر میں اور جہاز میں رہتے ہیں، بغیر اس کے کہ وہ مدت سفر کی نیت کر کے چلیں، مسافر قرار دیتے ہیں تو یہ بات میرے خیال میں صحیح نہیں ہے۔ دریا کے کنارے کشتی میں رہنا حکم سفر لگانے کے لیے کافی نہیں ہے۔

وأشار المصنف إلٰى أن النية لابد أن تكون قبل الصلاة ولذا قال في التجنيس: إذا افتتح الصلاة في السفينة حال إقامته في طرف البحر فنقلها الريح وهو في السفينة ونوى السفر يتم صلاة المقيم عند أبي يوسف خلافًا لمحمد؛ لأنه اجتمع في هٰذه الصلاة ما يوجب الأربع وما يمنع فرجحنا ما يوجب الأربع احتياطاً. (۱)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ محض کشتی میں چلا جانا کسی کو مسافر بنانے کے لیے کافی نہیں، ورنہ اس شخص پر جو کشتی میں نماز شروع کرے، قصر لازم ہوتا، خواہ مزید سفر کی نیت کرے، یا نہ کرے، حالاں کہ اس جزئیہ میں اس کی نیت سفر جو اثنائے نماز میں کی گئی، غیر معتبر قرار دے کر پوری نماز اس پر لازم کردی گئی۔

اور تمام فقہا نے مسافر بننے کے لیے تین دن کی مسافت کا قصد کرنے کے بیان میں بھی مسافت فی البر و فی البحر دونوں کا ذکر کیا ہے۔

من جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطاً ثلاثة أيام في بر أو بحر أو جبل، انتهى. (۲)

یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ کشتی میں جانا اور رہنا ہی مسافر بنانے کے لیے کافی نہیں، ورنہ سمندر میں تین دن کی مسافت کی شرط جواز قصر کے لیے نہ ہوتی۔ (مسودہ ناتمام) (کفایت المفتی: ۳/۳۷۹-۳۸۱)

وطن اصلی سے اگر کسی شہر میں اقامت کی، پھر کشتی یا جہاز میں ملازم ہوگیا تو کیا کرے:

سوال: بعض جہازراں اور کشتی بان اپنے وطن اصلی سے آکر شہر، یا گاؤں میں اولاً کسی جگہ بہ نیتِ اقامت مقیم ہوجاتے ہیں، پھر کچھ دنوں تلاش وکوشش کے بعد کسی جہاز، یا کشتی میں ملازم ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ بلانیتِ

(۱) البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۷، ط: دار الفكر بيروت، لبنان

(۲) قصر فرض الرباعي.

كنز الدقائق، باب صلاة المسافر، ص: ۱۸۷، دار البشار الاسلامية بيروت، انيس

اقامت کسی جگہ ٹھہر جاتے ہیں، بعدہ ملازم ہوکر اپنے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ان حالات میں ان پر قصر واجب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

جولوگ دور دراز مسافت سے آئے اور کسی جگہ انہوں نے نیتِ اقامت پانزدہ یوم نہ کی اور پھر ملازم جہاز وکشتی ہوکر سفر کرتے رہے، خواہ قلیل، یا کثیر وہ برابر مسافر ہی رہیں گے اور قصر کریں گے، **لعدم علة الإتمام** اور جولوگ کہیں مقیم تھے، یا باہر سے آ کر مقیم ہوگئے اور پھر تین دن کے سفر کے ارادہ سے نہیں نکلے، وہ پوری ہی نماز پڑھیں گے، قصر نہ کریں گے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۶۷/۴)

کشتی کا محل اقامت کا لائق نہ ہونا:

سوال: زید آبی ملک میں ایک مسقّف کشتی میں مع اپنے نوکر چاکر واہل وعیال کے رہتا ہے اور جس گاؤں میں وعظ کرتا ہے، اس کے قریب دریا میں کشتی جالگاتا ہے، دن میں وعظ کر کے رات کو واپس کشتی میں آتا ہے اور کبھی کشتی سے باہر موضع میں بھی پانچ سات روز گزارتا ہے؛ مگر مقیم کشتی ہی میں رہتا ہے تو کیا اس صورت میں اہل اخبیہ میں داخل ہوکر پوری نماز پڑھے گا، یا قصر؟ مالا بدمنہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز پڑھے گا، (اور جو کہ ہمیشہ میدان میں رہا کرتے ہیں اور کسی جگہ اقامت نہیں کرتے ہیں؛ مگر دس پانچ روز تو ان لوگوں کو حکم ہے کہ ہمیشہ نماز اقامت کی پڑھیں قصر نہ کریں۔ہاں! جس وقت یک بارگی ۴۸؍میل چلنے کا ارادہ کریں تو اس وقت قصر پڑھیں) مگر اہل اخبیہ میں اور مقیم فی السفینۃ میں اتنا فرق ہے کہ اہل اخبیہ مثل کنجر بنجارے بدو کے ہمیشہ بیابان میں آبادی سے دور رہتے ہیں اور مقیم فی السفینہ کبھی قریب موضع کے متصل اور کبھی بفاصلہ ایک میل کبھی دو تین میل وعلیٰ ہٰذا تو پس اس میں وہ واعظ اور نوکر اس کے کیا قصر پڑھیں گے، یا کامل؟ عالمگیری میں متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف بیان کیا ہے)۔

الجواب

قصر کرے گا۔

فی الدر المختار: (فیقصر ان نویٰ) الاقامة (فی أقل منه) أی من نصف شهر (أو) نویٰ فیه لکن فی غیر صالح کبحر، إلخ.

(۱) ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتٰى يترخص برخصة المسافرين وإلالايترخص أبدًا ولوطاف الدنيا جميعها إلخ ولايزال علٰى حكم السفر حتى ينوى الإقامة فى بلدة أوقرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، انيس)

وفی ردالمحتار تحته: قال فی المجتبی: والملاح مسافر إلا عند الحسن وسفینته أیضًا لیست بوطن آه بحر. وظاهره ولو کان ماله وأهله معه فیها ثم رأیته صریحا فی المعراج.(۱)

اور چوں کہ اہل بحر کا حکم مثل اہل اخبیہ کے نہیں، لہذا عالمگیری میں جو اہل اخبیہ کے باب میں اختلاف منقول ہے، یہاں اس سے کچھ تعلق نہیں۔

۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۹۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۵۷۴-۵۷۵)

جہاں جہاز دو تین ماہ رک جائے، وہاں اقامت کی نیت سے مقیم ہوگا، یا نہیں:

سوال (۱) بعض تجارتی جہاز دور دراز ملکوں سے آ کر کسی بندرگاہ میں دو تین ماہ تک مقیم ہو جاتے ہیں، ایسی حالت میں ان کے اہلکار نیت اقامت سے مقیم بن سکتے ہیں، یا نہیں؟

مال بوٹ کے ملازم مقیم نہیں:

(۲) بعض مال بوٹ اکثر بندرگاہوں کے پل پر بطور مال گودام کے ہمیشہ بندر رہتا ہے، اس کے اہل کار جو ممالک غیر کے باشندے ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس میں بود و باش رکھتے ہیں، مقیم کہلائیں گے، یا مسافر؟

الجواب

(۱) شامی میں ہے:

والملاح مسافر الا عند الحسن وسفینته أیضاً، لیست بوطن آه (بحر) وظاهره ولو کان ماله وأهله معه فیها ثم رأیته صریحًا فی المعراج.(۲)

پس معلوم ہوا کہ وہ اہل کار مقیم نہ ہوں گے، مسافر ہی رہیں گے اور نماز قصر کریں گے۔

(۲) مسافر رہیں گے۔ (کما مر) فقط (فتاویٰ دار العلوم: ۴/۴۶۷-۴۶۸)

ملاح مقیم ہیں، یا مسافر:

سوال: ایک جماعت ملاحوں کی ہے، جس کا دستور ہے کہ کسی بڑی آبادی شہر کی پناہ میں بازار کے متصل ندی کے کنارے جگہ خرید لیتے ہیں، گورنمنٹ کو اس جگہ کا خراج ادا کرتے ہیں، ایک مکان خواہ کرایہ کا خواہ ذاتی لیتے ہیں، جس میں ان کا سردار اور سامان رہتا ہے، وہیں ان کی مسجد ہوتی ہے، جس میں نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، اگر کوئی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵-۱۲۶، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر (تحت قوله: کبحر): ۲/۱۲۶، دار الفکر بیروت، ظفیر

مرجاتا ہے، اسی شہر میں دفن کفن کرتے ہیں اور ندی کے اندر کشتیاں باندھ دیتے ہیں، خود عموماً کشتیوں کے اندر رہتے ہیں اور آنے جانے والوں سے کرایہ لے کر کشتی میں بٹھلا کر آٹھ دس میل تک پہنچا دیتے ہیں اور اسی جگہ واپس آجاتے ہیں، خط و کتابت بھی مکان سے اسی پتہ سے آتی جاتی ہے، اسی طرح دو چار برس، یا زیادہ روزگار کر کے گھر واپس آتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو شرعاً مقیم کا حکم دیا جائے گا، یا مسافر؟ اور نماز پوری ادا کریں، یا قصر کریں؟ یہاں پر علماء کا اختلاف ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ایسے لوگ اگر پندرہ یوم اس جگہ پر ٹھہریں، وہ جگہ ان کے لیے وطن اقامت ہے، جب تک کم از کم تین یوم کی مسافت کی نیت سے وہاں سے نہیں چلیں گے، اس وقت تک اتمام کریں گے، قصر نہیں کریں گے،(۱) البتہ اگر کسی جگہ ان کو جانا ہو جو کم از کم تین یوم کی مسافت پر ہے، (یعنی کشتی ہوا معتدل ہونے کے وقت آرام کے ساتھ تین یوم میں وہاں پہنچتی ہے) تو یہ لوگ قصر کریں گے، اگر اتنی مسافت سے کم سفر کریں گے تو یہ شرعی سفر نہیں، اس میں قصر نہیں کریں گے۔

"**وأقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام، كذا في التبيين... والمعتبر في البحر ثلثة أيام في ريح مستوية، غير غالبة وولا ساكنة**". (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۵۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۵/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۴۸۹-۴۹۰)

بحری جہاز کا عملہ مسافر ہے، شہری بندرگاہ پر وہ مقیم بن سکتا ہے:

سوال: میں ایک بحری جہاز میں چیف انجینئر ہوں، زندگی کا بیشتر حصہ سمندروں میں سفر پر گزرتا ہے، مجھے اور میرے دوسرے ساتھیوں کو حسب عہدہ رہائش، خوراک کی جملہ ضروریات (مجوزہ قانون کے تحت) میسر ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ہمیں بعض دفعہ لگاتار بغیر رکے دو دو ماہ تک سفر میں رہنا پڑتا ہے، چند دن کسی بندرگاہ پر رکے اور پھر سفر شروع ہو جاتا ہے، جہاز کسی بھی بندرگاہ پر پندرہ دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا (بعض دفعہ ایک ماہ بھی رک جاتا ہے)۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باجماعت اور بعض دفعہ اکیلے جیسا بھی موقع ہو، اپنی نمازیں فقہ حنفی کے تحت اہل سنت والجماعت کے طریقے پر ادا کرتا ہوں۔ ہم سب اپنے آپ کو مسافر تصور نہیں کرتے: (کیوں کہ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کی کہ ہمیں رہائش وخوارک اور پرسکون ماحول حسب عہدہ میسر ہے۔) چند دن ہوئے ہمارے ایک نئے ساتھی

---

(۱) ولا يزال علٰى حكم السفر حتٰى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر، كذا فى الهداية. (الفتاوٰى الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹، رشيدية)

(۲) الفتاوٰى الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۸-۱۳۹، رشيدية

نے جو کیپٹن کے عہدے پر فائز ہوکر ہمارے جہاز کے عملے میں آ شامل ہوئے ہیں، ہماری نماز ادائیگی پر اعتراض کیا ہے اور اپنے اعتراض کے جواز میں ایک مولانا صاحب کا تحریری فتویٰ بھی دکھایا ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ ''بحری جہازوں کے عملے اور کارکنوں کو اپنی نمازیں بحیثیت مسافر کے ادا کرنی چاہئیں؛ (یعنی اختصار کے ساتھ فرض نماز آدھی) بصورت دیگر وہ سنت نبوی کے منکر ہوں گے''۔ مولانا صاحب! آپ ہمیں مندرجہ بالا حالات کے تحت جو درج کئے گئے ہیں، شش و پنج سے نکالیں، کیا بحری جہاز کے عملے/کارکن کو پوری سہولتیں میسر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسافر تصور کرنا چاہیے؟ یا اپنی نمازیں مکمل طور پر ساکن کے تصور پر پڑھنی چاہئیں؟ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، مسافر کو اختصار کے ساتھ ادا کرنے کا حکم (سنت نبوی اور حکم خداوندی کے تحت) دیا جانا، سفر کی تکالیف اور مشکلات کی وجہ سے ہے۔ مولانا صاحب! اس بات کا کیا جواز ہے کہ مسافر سہولت کی خاطر فرض نماز تو اختصار کے ساتھ پڑھے ، جب کہ بقیہ نماز کی سنتیں اور نوافل پورے ادا کرے؟ میرے عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ مسافر کو اگر سہولت ہی لینی ہے تو صرف فرض نماز کے لیے کیوں، پوری نماز کے لیے کیوں نہیں؟ سنتیں اور نوافل پورے ادا کرنا اگر آسان ہوسکتا ہے تو فرض نماز پوری ادا کرنے میں کیا مشکل ہوسکتی ہے؟ حضرت! شریعت محمدی اور قرآن پاک کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب دے کر ہمیں ذہنی کوفت اور پریشانی سے نجات دلائیں، اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا؟

الجواب

آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ بحری جہاز کا عملہ تمام تر سہولتوں کے باوجود مسافر ہے،(۱) البتہ جہاز جب کسی شہر میں لنگر انداز ہو اور بندرگاہ شہر کا ایک حصہ تصور کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن کا یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کی جائے گی۔(۲) آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ ''سفر میں نماز قصر کا حکم دیا جانا سفر کی تکالیف اور مشکلات

(۱) اور مسافر کو قصر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

عن عائشة أم المومنين رضي الله عنها قالت: فرض الله الصلاة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر والسفر، فأقرت صلاة السفر، وزيد في صلاة الحضر. (صحيح البخاري: ۵۱/۱، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء)

وقال عمران بن حصين: مارأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في السفر إلا ركعتين، وصلى بمكة ركعتين (شرح مختصر الطحاوي: ۹۳/۲، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنها قال: إن الله تعالىٰ فرض الصلاة علىٰ لسان نبيكم على المسافر ركعتين وعلى المقيم أربعًا وفي الخوف ركعة (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها: ۲۴۱/۱، قديمي)

ولايزال علىٰ حكم السفر حتىٰ ينوى الاقامة في بلدة أوقرية خمسة عشريومًا أوأكثر. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، صلاة المسافر)

کی وجہ سے ہے''۔لیکن چوں کہ سفر میں عموماً تکلیف ومشقت پیش آتی ہے؛اس لیے شریعت نے قصر کا مدار مسافت پر رکھا ہے، ورنہ لوگوں کو یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آتی کہ اس سفر میں تکلیف ومشقت ہے، یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ حکم کی اصل علت تو تکلیف ومشقت ہی ہے؛مگر اس کا کوئی پیمانہ مقرر کرنا مشکل تھا؛اس لیے شریعت نے احکام کا مدار خود تکالیف پر نہیں رکھا؛ بلکہ سفر پر رکھا، خواہ اس میں مشقت ہو، یا نہ ہو؛ اس لیے آپ لوگوں کو نماز قصر ہی کرنی ہوگی۔ قصر صرف فرض رکعات میں ہوتی ہے، سنتوں اور نفلوں میں نہیں؛ کیوں کہ سفر میں سنتیں، نفل کی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں اور ان کا پڑھنا اختیاری امر بن جاتا ہے؛(۱) تاہم اگر سفر میں فراغت واطمینان ہو تو سنن ونوافل ضرور پڑھنے چاہئیں ؛مگر فرض نماز قصر ہی ہوگی ، پوری پڑھنا جائز نہیں۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۹۶/۴-۹۷)

بیڑے باندھنے والے جو دریا میں رہتے ہیں، قصر کریں، یا پوری نماز پڑھیں:

سوال: پنجاب کے آدمی جمنا وغیرہ دریا میں بیڑے باندھتے ہیں؛یعنی لکڑیاں کڑیاں ٹور وغیرہ جنگلوں میں سے باندھ کر دریا میں بہا کر دوسرے شہروں میں دریا کے راستہ سے لے جاتے ہیں اور غالباً نو مہینہ اسی سفر میں رہتے ہیں، کہیں دس روز کہیں بیس روز اور کہیں اس سے کم وزیادہ رہنا پڑتا ہے۔دریا میں ان کا سفر ہوتا ہے،لکڑیوں پر بیٹھے چلے جاتے ہیں،جس جگہ لکڑیاں باندھتے ہیں، وہاں زیادہ قیام ہوتا ہے۔دریا سے باہر آکر کھانا وغیرہ پکا لیتے ہیں،ان کے لیے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟اور ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

ان کو نماز قصر کرنی چاہیے، جب کہ سفر ان کا تین منزل، یا اس سے زیادہ ہے اور نماز حتی الوسع وقت پر پڑھنی چاہیے اور بہتر ہو کہ جس طرح کھانے وغیرہ کی ضرورت سے کنارہ اتر کر یہ کام کرتے ہیں، اسی طرح نماز کے لیے ایسا کریں،(۲) اور ان کی کڑیوں اور تختوں وغیرہ مجتمعہ پر بھی چلتے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ کشتی میں۔(۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴۵۷/۴)

(۱) قوله صلى الفرض الرباعي ركعتين)واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعي عن الفجر والمغرب (قوله وجوباً)فيكره الاتمام عندما.(رد المحتار،باب صلاة المسافر:۱۲۳/۲،دار الفكر بيروت،انيس)

(ويأتي) المسافر(بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار وإلا)بأن كان في خوف وفرار(لا)يأتي بها هو المختار.(الدر المختار مع رد المحتار:۱۳۱/۲،باب صلاة المسافر،طبع سعيد)

(۲) وإن نوىٰ الإقامة أقل من خمسة عشر يومًا قصر.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر:۱۳۱/۱،ظفير)

(۳) أما الصلاة في السفينة فالمستحب أن يخرج من السفينة للفريضة إذا قدر عليه وإذا صلى قاعدًا في السفينة وهي تجري مع القدرة على القيام تجوز الكراهة.(الفتاوىٰ الهندية،الباب الخامس عشر في صلاة المسافر:۱۴۳/۱،ظفير)

ملاحوں کے لیے نماز قصر پڑھنے کی تحقیق، فناء مصر کی تعریف اور بندرگاہ پر نیت اقامت کا حکم:

سوال: تمہید مسائل ذیل، رسالہ الامداد ۱۳۳۴ھ کے جمادی الاولی کے نمبر میں ایک فتوی محررہ حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم، متعلق مسافر سفینہ کے شائع ہوا تھا، ایک صاحب نے رنگون سے اس پر کچھ شبہات مع اپنی تحقیق کے لکھ کر بھیجے۔ یہاں سے ان شبہات کا جواب اور اس تحقیق پر تنقید لکھی گئی، جو ذیل میں اس ترتیب سے منقول ہیں۔ اول خط، ثانیا وہ تحقیق بصورت فتوی، ثالثا وہ تنقید۔

خط آمدہ از رنگون ---

---------------------------------حضرت والا آپ کا فتوی مندرجہ رسالہ الامداد ماہ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ احقر گذرا، آپ نے جواب ارقام فرمایا ہے، اس کے متعلق عاجز کے ذہن میں چند شبہات پیدا ہو گئے ہیں، امید کہ آپ تشفی فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ''کشتی و جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے، جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ موقع آبادی سے متصل نہ ہو''، یہ تو آپ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ کشتی و جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے؛ لیکن جب کشتی آبادی کے متصل کھڑی ہو تو نیت اقامت درست فرماتے ہیں۔ اب گذارش یہ ہے کہ آپ نے یہ حکم کہاں سے اخذ کیا ہے۔

(۱) اگر آپ نے فناء مصر پر قیاس کیا ہے تو قیاس مع الفارق معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ فناء مصر محل اقامت ہے، لہذا اس کو مصر کے ساتھ ملحق کر دیا گیا؛ لیکن جب کشتی و جہاز اقامت کی صلاحیت نہیں رکھنے اور دریا محل اقامت نہیں ہے تو ابادی کے قرب کی وجہ سے ان میں کیوں کر صلاحیت پیدا ہوگی،؟

(۲) اگر آپ نے فقہا کی تصریح اس بارے میں دیکھی ہے تو اس سے مطلع فرمائیے؛ تا کہ دفع خلجان ہو؟

(۳) اس بارے میں آپ نے جو عبارات فقہیہ تحریر فرمائی ہیں، ان سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ جب کشتی آبادی کے متصل ہو تو نیت اقامت درست ہے، ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ دریا کا کنارہ جب کہ سلسلہ آبادی کا وہاں تک متصل چلا گیا ہو، فناء مصر میں داخل ہے؛ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دریا بھی فناء مصر میں داخل ہے؟

(۴) جب مصر اور فناء مصر کے درمیان کوئی باغ، یا بڑا میدان، یا جنگل حائل ہو، اس وقت وہ مصر کے حکم سے خارج ہو جاتا ہے تو جہاز اور کشتی جو دریا میں لنگر انداز ہوتی ہے، اس میں بہ تبعیت مصر کیوں کر اقامت درست ہو سکتی ہے، حالاں کہ فناء مصر اور باغ اور میدان و جنگل کے درمیان قطعِ مسافت ہے، کوئی شے مانع نہیں ہے اور جہاز اور خشکی کے مابین پانی کا حصہ آمد و رفت سے مانع ہے اور بغیر حیلہ و علاج کے عبور عادۃ ناممکن ہے۔

(۵)　جب یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بحر و کشتی محل اقامت نہیں ہے تو جب تک اس کے خلاف فقہا کی کوئی تصریح نہ ملے، اس کے خلاف حکم دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

(۶)　عالمگیری سے بحوالہ عتابیہ آپ نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ تو اس شخص کے حق میں ہے کہ جو اپنے وطن اصلی سے سفر کرتا ہو، ظاہر ہے کہ کشتی لوٹنے کے بعد وہ اپنے وطن اصلی میں پہنچ گیا ہے۔ پس اس کی اقامت بسبب وطن اصلی کے ہے، فقط۔ فی الحقیقت یہاں ان لوگوں کے متعلق بحث ہے، جو مسافت بعیدہ سے آ کر یہاں کام کرتے ہیں، جو دریا کے متصل کسی قریہ، یا آبادی میں مقیم نہ ہوں، ان لوگوں کے متعلق نہیں ہے، جو کسی مصر، یا قریہ میں مقیم ہونے کے بعد جہاز میں ملازم ہوئے ہوں؛ کیوں کہ ان کی اقامت کی صحت وطن اصلی، یا وطن اقامت کی وجہ سے ہے، جس کی تفصیل فتوی میں جو اس کے ساتھ منسلک ہے موجود ہے۔

(۷)　دریا فناء مصر میں شامل ہے کہ نہیں۔

(۸)　البحر الرائق کی اس عبارت (**لأن نية الاقامة لاتصح في غيرهما فلا تصح في مفازة ولا جزيرة ولا سفينة، آه**) (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر اور کشتی محل اقامت نہیں۔ شامی وغیرہ کی عبارت میں بھی بحر کو سفینہ پر عطف کیا گیا ہے، جس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ کشتی اگر چہ کنارہ پر آبادی کے متصل کھڑی ہو تو بھی اس میں اقامت درست نہیں ہے۔ بحر پر سفینہ کا عطف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں سے دو چیزیں مراد ہوں؛ کیوں کہ بحر میں بجز کشتی کے اقامت کی کوئی صورت نہیں، پس اس پر سفینہ کو عطف کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سفینہ سے یہ مراد ہو کہ جب وہ کنارہ پر آبادی کے متصل کھڑی ہو تو بھی اس میں اقامت درست نہیں ہے، حقیقت سے مجاز کی طرف رجوع کرنا بدون قرینہ صارفہ کے صحیح نہیں ہے، فی الجملہ فقہا کی تصریحات سے مترشح ہوتا ہے کہ بحر اور سفینہ محل اقامت نہیں ہے، پس اس کے حکم کے خلاف حکم دینے کے لیے صریح دلیل کی ضرورت ہے۔ دست بستہ عرض ہے کہ ان شبہات کے دفعیہ کی طرف توجہ مبذول فرماویں؟ جناب کا وہ فتوی جو رسالہ الامداد ماہ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ میں مندرج ہے، دستیاب ہونے سے قبل میں نے یہ فتوی لکھا تھا، اگر قبل اس کے آپ کا فتوی ملتا تو بغیر جواب تحریر کئے محض شبہات کو آپ کی خدمت میں بھیج دیتا، اب گذارش ہے کہ از راہ نوازش جواب تحریر فرما کر تسکین فرمائیں؟

تحقیق صاحب خط:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمکم اللہ تعالیٰ، ان جہاز رانوں اور کشتی بانوں کے حق میں کہ جن کے جہاز اور کشتی اپنے بنادر اور قرار گاہوں سے کہیں دور دراز فاصلہ اور مسافت طویلہ میں جاتے ہیں، جس سے مقدار مدت سفر

(۱)　البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/ ۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

قائم نہیں ہوتی؛ بلکہ اکثر مقامات قریبہ ومضافات غیر بعیدہ میں روزانہ دورہ کرتے رہتے ہیں اور عموماً رات کو بعد اختتام کام حسب معمول اپنی اپنی قرارگاہ میں آ کر لنگر انداز ہوتے ہیں، مندرجہ بالا جہاز اور کشتی کے ملازمین اور اہل کار جو غیر ممالک کے باشندے ہوتے ہیں، انھیں جہاز اور کشتیوں میں رہتے ہیں، ان کا کھانا پینا سونا ودیگر حوائج ضروریہ کے لیے پورا انتظام جہاز اور کشتی ہی میں ہوتا ہے، تتبع واستقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق الذکر جہاز اور کشتی کے ملازمین واہل کار تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک وہ کہ اپنے وطن سے آ کر شہر، یا گاؤں میں اولاً کوئی جگہ اقامت کی نیت کر کے مقیم ہوجاتے ہیں، پھر کچھ دنوں کوشش تلاش کے بعد کسی جہاز، یا کشتی میں ملازم ہوجاتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ وطن سے آ کر بحیثیت ملازم قدیم براہ راست اپنی منصب پر مامور ہوجاتے ہیں اور انہیں کسی غیر جگہ پر اقامت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ تیسرے وہ کہ بہ جستجوئے ملازمت کسی شہر، یا گاؤں پر بلا نیت اقامت تا حصول ملازمت ٹھہر جاتے ہیں اور بعدہ ملازم ہوکر کسی جہاز، یا کشتی میں جا کر اپنے کام میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو پوری نماز پڑھنی چاہیے، یا قصر؟ اس بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ واللّٰہ الموفق للصواب

اول الذکر لوگوں کو پوری نماز ادا کرنی ہوگی؛ کیوں کہ بوجہ نیت اقامت وعدم موانع حکم سفر ان کا باطل ہوگیا اور وہ لوگ مقیم ہوگئے۔

لما فی الکبیر: "ثم لایزال المسافر علٰی حکم السفر حتٰی یدخل وطنه أوینوی إقامة خمسة عشر یومًا بموضع واحد من مصر أوقریة". (۱) "وفی البحر عن المجتبٰی لایبطل السفر إلابنیة الاقامة" اور "دخول الوطن أوالرجوع قبل الثلاثة، آه" (۲)

اگر چہ یہ لوگ جہاز ہی میں رہتے ہیں اور دوسرے کسی مسکن سے تعلق نہیں رکھتے ہیں؛ مگر بہ سبب اس کے کہ اقامت ان کی صحیح اور ثابت ہوگئی ہے، تاوقتیکہ مدت سفر کی مسافت میں نہ جائیں، اقامت ان کی باطل نہ ہوگی، وہ ہمیشہ مقیم کہلائیں گے۔ ہاں اگر کبھی تین دن، یا اس سے زیادہ کی مسافت میں سفر کریں تو وطن اقامت ان کا باطل ہوجائے گا، پھر بعد مراجعت بدون نیت اقامت کے مقیم نہیں ہوسکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

"ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الأصلی". (۳)

وفی شرح الوقایة: وأما وطن الاقامة فإنه یبطل بوطن الاقامة إلٰی قوله لم یبق الموضع الأول

(۱) الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۵۳۹، انیس

(۲) البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب المسافرین: ۱۳۱/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۳) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۴۲/۱، انیس

وطن الاقامة حتّٰی لو دخله لایصیر مقیمًا إلابالنیة وکذا إن سا فرعنه،إلخ". فی الجملہ ان کا مقیم کہلانا از جہت صحت اقامت فی السفن کے نہیں ہے؛ بلکہ بسبب اس اقامت ثابتہ کے ہے، جو قبل ملازمت کسی شہر، یا گاوں میں جولب دریا آباد ہیں، وقوع میں آئی ہے، **کما یدل علیه ما فی الفتاویٰ الهندیة: ولایصیر مقیمًا بنیة الاقامة فیهاوکذلک صاحب السفینة والملاح إلا أن تکون السفینة بقرب من بلدته أوقریته فح یکون مقیماً باقامته الأصلیة،آه.** (۱)

دوسرے اور تیسرے قسم کے لوگوں کو تا بقائے قیام فی السفن نماز قصر کرنی ہوگی؛ کیوں کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ کسی جہاز، یا کشتی میں ملازم ہوں، شہر یا گاؤں میں کسی جگہ مقیم نہیں ہوئے؛ اس لیے مسافرت ان کی باطل نہیں ہوئی، جب تک نیت اقامت بمحل صالح اقامت ان سے وقوع میں نہ آئے، حکم سفر ان پر ہمیشہ جاری رہے گا، **کما فی الوقایة: ولو رخص تدوم وإن کان عاصیا فی سفره حتّٰی یدخل بلده أوینوی اقامة نصف شهر ببلدة أوقریة خمسة عشر یومًا،إلخ.**

جہاز اور کشتی موضع صالح اقامت نہیں ہے، جو شرط ہے صحت اقامت کے لیے، لہٰذا اس میں نیت اقامت کرنے سے بھی اقامت شرعی ثابت نہیں ہوتی، بنابریں متذکرہ بالا تین قسم کے لوگوں میں سے قسم دوم وسوم کے ملازمین کا شمار ہمیشہ مسافرت ہی میں رہے گا؛ اس لیے ان کے حق میں صلوٰۃ رباعیہ میں قصر واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

والحاصل أن شروط الإتمام ستة: النیة والمدة واستقلال الرائی وترک السیر واتحاد الموضع وصلاحیته،آه،وفی الهندیة: ونیة الاقامة إنما تؤثربخمس شرائط ترک السیر حتّٰی لونوٰی الاقامة وهویسیر لم تصح وصلاحیة الموضع حتّٰی لونوٰی الاقامة فی فی برأوبحر أو جزیرة لم یصح واتحاد الموضع والمدة والاستقلا ل بالرائی،آه. (۲)

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت وروشن ہے کہ جہاز اور کشتی قابل اقامت اور صالح سکونت نہیں ہے؛ اس لیے نیت اقامۃ شرعاً اس میں صحیح نہیں ہے۔ پس اگر کوئی شخص معہ اپنے اثاث البیت اور اہل وعیال کے جہاز، یا کشتی میں سکونت اختیار کر لے تو بھی وہ شخص شرعاً مقیم نہیں ہوسکتا ہے، بہ نسبت نیت اقامت کے۔ **کما فی الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح: (قوله: لا تصح نیة الاقامة فی مفازة)مثلها الجزیرة والبحروالسفینة والملاح مسافر وسفینته لیست بوطن إلا عند الحسن.** (۳)

---

(۱) الفتاوٰی الهندیة،کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ۱/۱٤٤،انیس

(۲) الفتاوٰی الهندیة،کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۹،انیس

(۳) حاشیة الطحطاوی،کتاب الصلاة،باب صلاة المسافر،ص: ٤۲٦،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

وکما فی رد المختار: قال فی المجتبی والملاح مسافر إلاعند الحسن وسفینته أیضاً لیست بوطن، آہ، بحروظاهره ولوکان ماله وأهله معه فیها ثم رأیته صریحاً فی المعراج، آہ. (۱) وفی البحر: وقید بالبلد والقریة؛ لأن نیة الاقامة لاتصح فی مفازة ولا جزیرة ولا بحر ولا سفینة، آہ.

نوٹ: وہ لوگ جو قبل ملازمت جہاز کے کسی گاؤں، یا شہر میں مقیم ہو جاتے ہیں اور اقامت کی نیت کر لیتے ہیں اور بعد قیام ملازمت جہاز اختیار کر کے تین روز سے کم کی مسافت میں سفر کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو نماز پوری پڑھنی ہوگی، خواہ وہ جہاز ہی میں رہتے ہوں، البتہ اگر کبھی تین روز، یا اس سے زیادہ کی مسافت میں سفر کریں تو وطن اقامت ان کا باطل ہو جائے گا، بعد مراجعت بدون نیت اقامت کے مقیم نہیں ہو سکتے، جب تک جہاز میں رہیں نماز ... قصر کرنی ہوگی، جو لوگ وطن سے آ کر سیدھے جہاز میں قیام کرتے ہوں، یا پندرہ یوم سے کم کسی گاؤں، یا شہر میں بغیر نیت اقامت ٹھہر کر جہاز میں نوکری اختیار کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے قصر واجب ہے۔ واللہ اعلم وعلم احکم

نمقہ محمد یعقوب غفرلہ

الکلام علی الجواب المذکور إجمالا من جامع امداد الاحکام

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جہاز رانوں اور ملاحوں کے لیے بنادر اور قرار گاہیں متعین ہیں، جہاں وہ رات کو عموماً دورہ ختم کر کے لنگر انداز ہوتے ہیں، پس یہ بنادر ان لوگوں کے حق میں ایسے ہیں، جیسے ملازمان ریلوے کے لیے اسٹیشن تو اگر یہ بنادر کسی شہر، یا قریہ کے متصل ہیں، یا متصل نہیں؛ مگر حوائج بلد، یا قریہ کا تعلق اس سے ہے، تب تو یہ بمنزلہ فناء مصر، یا متعلقات قریہ ہونے کے موضع اقامت ہونے کے قابل ہیں اور اگر کسی مصر، یا قریہ کے متصل نہیں، نہ ان کے حوائج کا بنادر سے تعلق ہے تو چوں کہ اہل جہاز کے مصالح ان بنادر سے متعلق ہیں؛ اس لیے یہ ان کے حق بمنزلہ صحراء کے ہیں رعاۃ کے لیے، لہٰذا بنادر کو ان کے لیے موضع اقامت کہنا صحیح ہے، بشرطیکہ بنادر پر انہوں نے خیمے اور جھونپڑے وغیرہ قائم کر لیے ہوں، یا کوئی عمارت ان کی ضروریات کے واسطے بنی ہوئی ہو۔ پس یہ جہاز راں اور ملاح جس وقت بنادر پر پہونچیں گے مقیم ہوں گے، اور جب بنادر سے انتقال کریں گے تو اگر تین دن کی مسافت یا زیادہ کا قصد کریں تو وقت سیر سے مسافر ہو جائیں گے؛ (یعنی جبکہ اپنے بندر کے حد سے نکل جائیں) اور جب بندر پر واپس ہوں گے مقیم ہو جائیں گے، اس حکم میں تینوں قسم کے آدمی برابر ہیں، جن کا ذکر سوال میں ہے اور ان لوگوں کا کشتی میں رہنا مانع عن

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲۳۲/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس

(۲)

(۳)

الاقامۃ نہیں؛ کیوں کہ فقہا کے کلام سے یہ بات صراحۃ مفہوم ہوتی ہے کہ سفینہ جب موضع اقامت میں پہونچے تو راکب سفینہ مقیم ہوجائے گا اور یہ جو فقہا نے فرمایا ہے کہ سفینہ صالح للاقامۃ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ سفینہ سائرہ محل اقامۃ نہیں؛ یعنی سفینہ سائرہ میں ۱۵، ۲۰/دن، یا زیادہ قیام کی نیت سے راکب مقیم نہ ہوگا۔

قال في الهندية: ولايصير مقيما بنية الاقامة فيها وكذالک صاحب السفينة والملاح إلا أن تكون السفينة بقرب من بلدته أوقريته فحينئذ يكون مقيماً باقامته الأصلية كذا فى المحيط وفى الولوالجية افتتح الصلاة فى السفينة حال إقامته فى طرف البحر، فنقلتها الريح وهوفى السفينة فنوى السفر يتم صلاة المقيم عند أبي يوسف، وفى الحجة: الفتوى علىٰ قول أبي يوسف احتياطا، وفى العتابية ولوكان مسافراً وشرع فى الصلاة فى السفينة خارج المصرفجرت السفينة حتىٰ دخل المصر تيم أربعًا، آه. (۹۲/۱)(۱)

الكلام عليـــــــــــــــه تفصيلا

تــنـبـيـــه: اس جگہ چند امور محتاج دلیل ہیں: (۱) یہ کہ جب بندر وساحل بحر متصل کسی شہر، یا قریہ کے ہو تو وہاں نیت اقامت جائز ہے، یا نہیں؟ اور وہ موضع صالح للاقامۃ ہے، یا نہیں؟ (۲) کشتی اور جہاز جب بندر پر کھڑا ہو اور بندر قریب شہر، یا قریہ کے ہے تو اس حالت میں خود کشتی، یا جہاز موضع اقامت ہے، یا نہیں؟ (۳) اگر بندر متصل شہر وقریہ کے نہیں، اس حالت میں اس کا صالح للاقامۃ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے اور کیا وہ مطلقاً صالح للاقامۃ ہے، یا بندر پر خیمے اور جھونپڑے وغیرہ نصب کرنا بھی شرط ہے؟

جــواب اول: بندر جب متصل شہر وقریہ کے ہو، اس طرح کہ آبادی کا سلسلہ وہاں تک ممتد ہو، یا متصل نہ ہو؛ مگر آبادی والے وہاں کپڑے وغیرہ دھوتے ہوں، یا ان کے اور حوائج بندر سے متعلق ہوں، اس صورت میں بحکم فناء مصر وفناء قریہ کے ہے اور فناء مصر وفناء قریہ کا حکم وہی ہے، جو خود مصر وقریہ کا حکم ہے؛ اس لیے وہاں اقامت کی نیت درست ہوگی۔

قال فى الدر: أو فناء ه وهو ماحوله اتصل به أو لا، لأجل مصالحه، آه. قال الشامي: نص الأئمة علىٰ أن الفناء ما أعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغيرذلک وأى موضع يحد بمسافة يسع عساكر مصرويصلح ميدانا للخيل والفرسان ورمى النيل والبندق البارود واختبار المدافع وهٰذا يزيد على فراسخ، آه.

(وفيه أيضا: اعتبر بعضهم (فى تعريف الفناء) قيد الاتصال وقد خطاء ه صاحب الذخيرة قائلاً: فعلىٰ قول هٰذا القائل لاتجوز إقامة الجمعة ببخارى فى مصلى العيد؛ لأن بين المصلى وبين المصر

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱٤٤/۱، انيس

مزارع ووقعت هٰذه المسئلة مرة وأفتٰى بعض مشائخ زماننا بعدم الجواز ولكن هٰذا ليس بصواب فإن أحدا لم ينكر جواز صلاة العيد فى مصلى العيد ببخارىٰ لا من المتقدمين ولا من المتأخرين وكما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة فهو شرط جواز صلاة العيد،آه. (۸۳۷/۱)(۱)

غرض فنا کے لیے اتصال آبادی بھی شرط نہیں؛ بلکہ اس کے متعلقات بلد وجبانہ مصر ہونا کافی ہے،اسی طرح قریہ کے متصلات میں شمار ہونا بس ہے اور یقیناً جب فنا بحکم مصر وقریہ ہے تو ان کی طرح یہ بھی ضرور صالح للا قامت ہوگا؛ کیوں کہ جمعہ اسی موضع میں جائز ہے، جو صالح للا قامت ہو، مفازہ وبریہ میں اتفاقا جمعہ صحیح نہیں باقی، جواز قصر کے لیے مجاذات فنا کا شرط نہ ہونا دوسری وجہ سے ہے،اس کا مبنی یہ نہیں کہ فناء صالح للا قامت نہیں۔

قال فى الكفاية:فإن قيل فناء المصر فى حق صلاة الجمعة والعيدين فى حكم المصر حتىٰ جازت فيه مع كون المصر شرطًا لجواز هٰذه الصلاة فكيف أعطى الفناء حكم غير المصر فى حق القصر للمسافر قلنا إنما يلحق بالمصر فيما كان من جوائج أهل المصر فلا يلحق الفناء بالمصر فى حق هٰذا الحكم،آه. (۱۹۵/۱)

پس صلاحیت نیت اقامت کے لیے فنا کی وہ تعریف لی جائے گی، جو صحت صلوٰۃ جمعہ کے لیے فناء مصر کی تعریف عند الحنفیہ ہے، یا فناء قریہ کی تعریف عند الشافعیہ ہے؛ کیوں کہ دونوں کے نزدیک صحت جمعہ کے لیے اس کا موضع صالح للا قامت ہونا شرط ہے اور وہ معنی فنا کے نہ لیے جائیں گے، جس کی مجاوزت سے قصر صحیح ہوجاتا ہے۔ فافہم

وفى الاملاء عن أبى يوسف إن نزلوا(عسكر المسلمين)بساتينهم وأكنافهم(أى البغاة) للمسلمين منعة صحت اقامتهم ولا يصح إذا نزلوا عليهم فى خيا مهم. (البناية: ۹٦۸/۱)(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ بساتین بلد وجوانب بلد محل اقامۃ ہیں، حالاں کہ مسافر کو قصر کے لیے مجاوزت بساتین شرط نہیں، پس جب بندر سے مصالح مصر وقریہ کا تعلق ہو گو اتصال نہ ہو، وہ موضع صالح للا قامۃ ضرور ہوگا۔

جواب ـــــــــــــ شق دوم

جب کشتی، یا جہاز بندر پر کھڑا ہو اور بندر فناء شہر، یا قریہ ہے تو اس صورت میں کشتی، یا جہاز کا بھی وہی حکم ہے، جو ساحل بحر کا حکم ہے، جس طرح ساحل بحر موضع صالح للا قامت ہے، اسی طرح کشتی، یا جہاز واقف ومشدود بالساحل بھی صالح للا قامت ہے۔

قال فى الدر:(والمربوطة فى الشط)كالشط فى الأصح،آه.

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة،كتاب الصلاة،باب الجمعة: ۱۳۹/۲،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) البناية، كتاب الصلاة،باب صلاة المسافر: ۲۵/۳،دار الفكر بيروت،انيس

قال الشامی: وإن كان الإمام فی سفينة واقفة والمقتدون على الشط فإن بينهما طريق أو قدر نهر عظيم لم يصح، بحر، آه. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان میں طریق وقدر نہر عظیم نہ ہوتو اقتدا صحیح ہے اور یقیناً اقتدا کے لیے اتحاد موضع امام ومقتدی شرط ہے۔ معلوم ہوا کہ سفینہ واقفہ مشدودہ بھی محل اقامت ضرور ہے، **لاتحاده بالساحل، فافهم.**

وفی العتابية: ولو كان مسافرًا شرع فی الصلاة فی السفينة خارج المصر فجرت السفينة حتىٰ دخل المصر يتم أربعًا، آه. (۲)

قلت: ومعناه فجرت السفينة حتىٰ دخل المصر وهو فيها؛ کیوں کہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ وہ شخص نماز شروع کرنے کے وقت مسافر تھا اور نماز شروع کرنے کے بعد اثناء صلوٰۃ میں کشتی مصر میں پہونچ گئی تو یہ شخص کشتی کے اندر ہی مقیم ہوگیا، پس یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ وہ کشتی سے اتر کر شہر میں داخل ہوجائے تو مقیم ہوگا؛ کیوں کہ اثناء صلوٰۃ میں اس عمل کثیر کی کوئی گنجائش نہیں، پس ثابت ہوا کہ دریا کا وہ حصہ جو متصل بلد، یا داخل بلد ہو، وہ حکم بلد میں ہے اور کشتی کا اس موضع میں پہونچ جانا اقامت کے لیے سبب ہوسکتا ہے، پس اسی طرح جو لوگ بندر پر مقیم ہیں اور بندر بوجہ فناء مصر، یا فناء قریہ ہونے کے صالح للا قامت ہے تو جب وہ لوگ کشتی کے اندر بیٹھے ہوئے بندر پر پہونچ جائیں اور کشتی، یا جہاز بندر پر لنگر انداز ہوجائے تو یہ لوگ مقیم ہوجائیں گے؛ کیوں کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ سفینہ مشدودہ بالشط بحکم شط ہے۔

قال فی الهندية: وإذا وقف على الاطلال يقتدی بالإمام فی السفينة صح اقتداءه إلا أن يكون أمام الإمام، كذا فی المحيط، آه. (۱۹۲/۱)(۳)

الغرض سفینہ کی چار حالتیں ہیں: **واقف على الشط، واقف فی لجة البحر، سائر بقرب الشط، سائر فی لجة البحر (يعنی بعيد عن الشط)**، پس واقف علی الشط بحکم شط ہے اور جب شط صالح للا قامۃ ہو، سفینہ بھی صالح للا قامۃ ہے اور **واقف فی لجة البحر** بحکم بحر ہے، وہ **صالح لنية الاقامة** نہیں؛ یعنی انشاء قامت کا محل نہیں، گو بقائے اقامت کا محل ہوسکتا ہے۔ مثال: پہلے سے شہر، یا قریہ میں مقیم ہے اور کشتی میں سوار ہوکر نہ سفر کی نیت کی، نہ تین دن کی مسافت قطع کی، یہ شخص سفینہ واقفہ فی لجۃ البحر با قامت سابقہ مقیم رہے گا اور سائر بقرب الشط، یا بعیداً عن الشط بھی موضع انشاء اقامت نہیں، البتہ جو شخص پہلے سے مقیم علی الشط ہو، وہ کشتی میں بہ نیت سفر سوار ہوکر اس وقت مسافر ہوگا جب کہ سفینہ اس کے بندر کی حد سے نکل جاوے۔

قال فی البناية: وإن كان فی سفينة فحين يركبها (أی يصير مسافرًا بركوبها) إلا أن يكون فی

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المريض: ۱۰۱/۱-۱۰۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲-۳) الفتاوىٰ الهندية، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱۴۴/۱، انيس

وسط المصر فیعتبر أن یجاوز البیوت، آہ. (۱) **قلت: فلما کان سیر السفینة فی المصر لایکفی لابتداء سفر أهله بدون المجاوزة عن البیوت فکذا سیرها علی الشط لایکفی لابتداء السفر لأهل الشط حتٰی یجاوز حدوده. فافهم**

پس فقہا کا یہ قول "**فلا تصح نیة الاقامة فی مفازة ولا بحر ولا سفینة، آہ**" اس میں اقامۃ فی البحر سے اقامت فی السفینۃ الواقفۃ فی لجۃ البحر مراد ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ بحر میں بجز سفینہ کے اقامت ممکن نہیں اور اقامت فی السفینہ سے مراد اقامت فی السفینہ السائرہ ہے؛ کیوں کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ سفینہ واقفہ علی الشط فقہا کے نزدیک بحکم الشط ہے، پس اس سے مطلقاً یہ سمجھنا کہ سفینہ کسی حال میں محل اقامت نہیں، غلط ہے۔ علاوہ ازیں ہم کو یہ بھی تسلیم نہیں کہ اقامت فی البحر بدون اقامت فی السفینہ کے مقصود نہیں؛ بلکہ کرامت کے طور پر اقامت فی البحر بدون سفنیہ کے ہو سکتی ہے؛ **لأن بعض الأولیاء یمشی علٰی وجه الماء ویقیم فی البحر أیامًا** اور فقہاء صور بعیدہ کا حکم بھی بیان فرما دیا کرتے ہیں، کما لا یخفی، پس مجیب سلمہ کا یہ استدلال کہ عطف بحر علی السفینہ تغائر پر دلالت کرتا ہے اور بحر میں بجز سفینہ کے اقامۃ کی کوئی صورت نہیں، پس سفینہ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کنارے پر آبادی کے متصل کھڑی ہو، تب بھی اس میں اقامت درست نہیں، الخ، بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ دوسرے سفینہ سے سفینہ واقفہ علی الشط مراد لینا کیا یہ حقیقت کے موافق ہے؟ یقیناً یہ بھی مجاز ہے تو اس مجاز کا کیا قرینہ ہے، بخلاف اس کے کہ سفینہ سے سفینہ سائرہ اگر مراد لیا جائے تو یہ حقیقت کے قریب ہے؛ کیوں کہ متبادر اطلاق سفینہ سے باب مسافر میں یہی ہے۔ **فافهم حق الفهم**

جواب ــــــــــــــــ شق سوم

اگر بندر فناء شہر و قریہ نہیں ہے، اس صورت میں ظاہر روایت پر وہ صالح للاقامۃ نہیں، مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک صالح للاقامۃ ان لوگوں کے حق میں معلوم ہوتا ہے، جن کے حوائج وکاروبار بندر سے متعلق ہیں۔ پس اگر جہاز راں وملاح وغیرہ کسی ایسے بندر پر جو فناء شہر، یا قریہ نہیں ہے، خیمے یا جھوپڑے ڈال لیں اور اس کو اپنی قرارگاہ ومرکز متعین کر لیں تو وہ ان کے لیے محل اقامت ہو جائے گا اور اگر خیمے وجھوپڑے کچھ نہیں ڈالے، اس صورت میں کسی کے نزدیک انشاء اقامت کے لیے صالح نہ ہوگا؛ یعنی جو سفر کر کے وہاں پہونچے، وہ اس حالت میں نیت اقامت سے مقیم نہ ہوگا اور جو پہلے سے مقیم ہو وہ با قامت سابقہ مقیم رہے گا، جب تک نیت سفر، یا قطع مسافت سفر سے اقامت سابقہ باطل نہ ہو۔

قال فی الکفایة: قوله: حتٰی ینوا الاقامة فی بلدة أو قریة، إلٰی قوله: وهو الظاهر: أی الظاهر من الروایة وهٰذا احتراز عما روی عن أبی یوسف أن الرعاة إذا نزلوا موضعًا کثیر الکلاء والماء واتخذوا المخابز والمعالف والأواری وضربوا الخیام ونووا الاقامة خمسة عشر یومًا والکلاء والماء یکفیهم لتلک المدة صاروا مقیمین وکذا التراک والأعراب، آہ.

(۱) البنایة، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱٦/۲، دار الفکر بیروت، انیس

ترا کمہ واعراب جو کہ اہل خبا ہیں، جن کا مسکن کوئی متعین ہی نہیں ہوتا، ان کا حکم تو ظاہر ہے؛ مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رعاۃ کا بھی یہی حکم ہے، اگر وہ جنگل میں خیمے ڈال کر قیام کر لیں اور ظاہر ہے کہ رعاۃ کا مسکن کسی بلد، یا قریہ میں متعین ہوتا ہے؛ مگر چوں کہ بوجہ شغل رعی کے ان کے حوائج صحرا سے بہت متعلق ہوتے ہیں؛ اس لیے ان کے حق میں بھی نیت اقامت فی الصحراء وہی حکم رکھتی ہے، جو اہل خبا کے حق میں، پس اسی طرح گو وہ بندر جو فناء مصر وقریہ نہ ہو، عام لوگوں کے لئے محل اقامت نہیں؛ مگر ملازمان جہاز وسفینہ وملاحین کے لیے محل اقامت ہوگا۔ اگر وہ وہاں خیمے وغیرہ قائم کر لیں، ورنہ نہیں اور چوں کہ اہل خبا کے مسئلہ میں قول ابو یوسف مفتی بہ ہے، پس احوط یہ ہے کہ مسئلہ رعاۃ میں بھی ان کا ہی قول لیا جائے؛ مگر ایسے ملازمان جہاز وملاح جوان بندروں پر مدت سفر سے آئے ہیں اور یہاں نیت اقامت کرنے سے مقیم ہوئے ہیں، ایسے لوگوں کے امام نہ بنیں، جو اقامت سابقہ فی بلد، یا اقامۃ فی قریۃ کی وجہ سے مقیم ہیں، (یا بندر ہی پر مقیم ہیں)؛ مگر ان کا وطن اصلی وہاں سے نزدیک ہے، مدت سفر کی مسافت پر نہیں؛ کیوں کہ یہ خلاف احتیاط ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ واحکم

۱۴؍رجب ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۳۱۵-۳۲۶)

بندھی ہوئی کشتی پر نماز کا حکم:

سوال: صلوٰۃ فی السفینہ میں فقہا کے بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے: مربوطہ غیر مستقرہ میں نماز بشرط امکان خروج ناجائز ہے اور بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے، بعض وقت کنارے پر مکان بھی موجود ہوتا ہے اور بعض جگہ آبادی بھی نہیں ہوتی تو دھوپ کی شدت، یا کسی جگہ کیچڑ ہو جاتا ہے تو خروج کا امکان تو ہوتا ہے؛ مگر بہ تکلیف وتکلف پس امکان سے کیا مراد لیا جاوے اور بعض اہل علم کو اکثر مربوطہ میں نماز پڑھتے دیکھا گیا، غالباً ان کا عمل ہدایہ وغیرہ کی روایت پر رہا ہو، اس میں قول فیصل کیا ہے؟ اور گنجائش کی جگہ کہاں تک ہے؟ اگر کوئی سفینہ مربوطہ مستقرہ علی الارض میں قائماً نماز ادا کر چکا ہے، یا اب کرتا ہے تو اس کی نماز بالکل ناجائز قابل اعادہ ہے، یا نہیں؟

الجواب

اختلافیات میں قول فیصل کون لکھے؛ اس لیے اتنا ہی سمجھنا چاہیے کہ جواز اوسع وارفق ہے اور منع احوط ہے، اگر کوئی احوط پر عمل کرے تو اعادہ میں قلیل تک احتیاط بہتر ہے، کثیر میں تکلیف مالا یطاق ہے اور امکان مقابل تعذر کا ہے اور تیسیر (۱) کو بھی شامل ہے۔

۲۳؍ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۹۷) (امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۸۵-۵۸۶)

---

(۱) کذا فی الأصل والصحیح ''تیسیر''، یعنی لفظ ''امکان'' تعذر (دشواری) کا مقابل ہے، لہذا ''مکان'' کے معنی ہوئے دشواری نہ ہونا اور کبھی لفظ ''امکان'' کا اطلاق تیسیر (آسانی) پر بھی ہوتا ہے، لہذا ''امکان'' کے معنی ہوں گے آسانی ہونا۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق عربی زبان میں ایک سوال اور اس کا جواب:

السوال: ما يقول العلماء الكرام والفقهاء العظام فى الصلاة فى السفينة هل يجوز مطلقًا أم فيه تفصيل؟بينوا توجروا.

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ

أقول:إن هٰذه المسئلة علٰى وجوه،فنذكر كلها مع أحكامه.

الوجه الأول:أن تكون السفينة مربوطة فى الشط فإن كانت مستقرة على الأرض بحيث اتصل أسفلها بها فالصلاة فيها جائزة قائمًا لا قاعداً؛لأنها فى حكم السرير علٰى هٰذا التقدير والصلاة على السرير إنما تجوز قائمًا لا قاعدًا فكذا هٰذا وإن كانت غير مستقرة على الأرض فإن أمكنه الخروج منها يجب عليها الخروج للصلاة لكونها فى حكم الدابة علٰى هذا التقدير وإن لم يكن الخروج يصلى فيها قائمًا؛لأن الصلاة فيها علٰى هذا التقدير كالصلاة على الشط والصلاة على الشط لابد لها من القيام فكذا هٰذا.

الوجه الثانى:أن تكون مربوطة فى الوسط فإن استقرت على الأرض فهى فى حكم السرير يصلى فيها قائمًا وإن لم تستقر فإن أمكنه الخروج وهى ساكنة غير متحركة بالريح يصلى فيها قائمًا؛لأن هٰذه الصورة كالواقفة على الشط وقد مرحكمها وإن كانت متحركة بالريح حركة شديدة تجوز الصلاة فيها قاعدًا أيضًا وإن لم يحصل له دوران الرأس بالقيام عند أبى حنيفة لكن على الإساء ة وعندهما لايجوز قاعداً وإن حصل دوران الرأس فيجوز قاعدًا بالاتفاق من غير إساء ة؛لأنها فى هٰذه الصورة فى حكم السفينة السائرة الآتى حكمها.

والوجه الثالث:أن تكون سائرة فى البحر فإن أمكنه الخروج منها بوجه يجب عليه الخروج إن لم يمكنه الخروج تجوز فيها الصلاة فإن حصل له دوران الرأس عند القيام يجوز قاعدًا بالاتفاق من غير إساء ةوإن لم يحصل دوران الرأس فعندهما يجب عليه الخروج للصلاة لكونها فى حكم الدابة على هذاالتقدير وإن لم يمكن الخروج يصلى فيها قائما؛لأن الصلاة فيها على هٰذا التقدير كا لصلاة على الشط والصلاة على الشط لابد من القيام فكذا هٰذا.

فى الدرالمختار:(صلى الفرض فى فلک) جار(قاعدًا بلاعذرصح) لغلبة العجزو(أساء) وقالا:لايصح إلا بعذروهوالأظهر،برهان(والمربوطة فى الشط كالشط) فى الأصح (والمربوطة بلجة البحرإن كان الريح يحركها شديدًا فكالسائرة وإلا فكالواقفة) ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت،انتهى بلفظه.(۱)

(۱) الدرالمختارعلٰى هامش ردالمحتار،باب صلاة المريض: ۱۰۱/۲ـ۱۰۲،دار الفكر بيروت،انيس

قال فی رد المحتار:(قوله:والموبوطة فی الشط كالشط) فلا تجوز الصلاة فيها قاعدًا اتفاقًا وظاهر ما فی الهداية وغيرها الجواز قائمًا مطلقا:أی استقرت على الأرض أولا، وصرح فی الإيضاح بمنعه فی الثانی حيث أمكنه الخروج الحاقا لها بالدابة،نهر،واختاره فی المحيط والبدائع،بحر،وكذا فی الإمداد أيضًا إلٰی مجمع الروايا ت عن المصفی وجزم به فی نور الإيضاح وعلٰی هٰذا ينبغی أن لاتجوز الصلاة فيها سائرة مع إمكان الخروج إلی البر وهٰذه المسئلة الناس عنها غافلون،شرح المنية،انتهٰی بعبارته.(۱)

فقد علم بذلک إن ما يفعله كثيرمن الناس حتٰی بعض الخواص أيضًا من ينتسبون إلی العلم إنهم يصلون فی السفن المربوطة فی الشط مع أنها غير مستقرة علی الأرض وهم قادرون علی الخروج منها وكذا يصلون فی السفن الجارية حالة السيروهم يستطيعون الخروج منها غلط عظيم نشاء من عدم تتبع كتب الفقه لابد لهم أن يخرجوا منها وإن استثقلوا الخروج فعليهم أن يوقفوها فی موضع تستقرعلی الأرض ثم يصلون قائمين فقط والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والماب

حرره العبد الضعيف فيض الله عفی عنه،الجواب صحيح:عزيز الرحمن مفتی دارالعلوم ديوبند،١٦/شعبان١٣٤١ھ،الجواب صحيح:ظفرأحمد عفا عنه،خانقاه إمدادية تهانة بهون

قلت:أما اتصال أسفلها من الأرض فليس بشرط اتصال طرف منها بها يكفی كما يظهر من نورالإيضاح وحاشية للطحاوی ونصه:(فإن صلٰی)فی المربوطة بالشط (قائمًا وكان شیء من السفينة علی قرارالأرض صحت الصلاة) بمنزلة الصلاة علی السرير،آه.(ص:٢٣٨)(۲)

فقوله:شیء من السفينة يعمل الأسفل والمقدم وغيرهما سواء كان قليلاً أوكثيراً هٰذا.والله أعلم

أحقرظفرأحمد،١٩/صفر١٣٤٣ھ۔(امدادالاحکام:۳۲۸/۲)

مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے کتنی رکعت کی نیت کرے:

سوال: امام مقیم ہے مقتدی مسافر تو کیا مقتدی چوگانہ نیت کرے، یا دوگانہ؟

الجواب

مسافر کو اقتدا مقیم کی جائز ہے اور مقتدی مسافر امام مقیم کی اتباع کی وجہ سے چار رکعت پڑھے گا اور چار ہی رکعت کی نیت کرے گا۔ درمختار میں ہے:

(۱) رد المحتار،كتاب الصلاة،باب صلاة المريض:١٠١/٢۔١٠٢،دار الفكر بيروت،انيس

(۲) مراقی الفلاح علٰی حاشية الطحطاوی،فصل فی الصلاة فی السفينة،ص:٤٠٩،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

وأما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لا بعده فیما یتغیر. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۷۹/۴)

مسافر کو مقیم امام کے پیچھے چار کی نیت کرنی چاہیے:

سوال: مسافر کو مقیم امام کے پیچھے نماز ظہر میں چار رکعت کی نیت کرنا چاہیے، یا دو رکعت کی اور جب کہ نماز ظہر میں مقیم کا دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا واجب ہے اور مسافر کا فرض ہے تو کس دلیل سے مسافر کی نماز مقیم کے پیچھے ہو جاتی ہے؟

الجواب

چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے؛ کیوں کہ مسافر پر بھی باقتداء مقیم چار رکعت فرض ہو جاتی ہے اور قعدۂ اولیٰ (اس پر) فرض نہیں رہتا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۰/۴)

مسافر اگر مقیم کے پیچھے پڑھ رہا ہے تو نماز پوری پڑھے:

سوال: مسبوق مسافر اگر مقیم امام کے پیچھے، آخر رکعت التحیات میں ملے تو جس وقت امام سلام پھیرے تو وہ مسبوق مسافر نماز اپنی پوری پڑھے، یا قصر کرے؟

الجواب

نماز پوری پڑھنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۵۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۱) ☆

(۱) الدرالمختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

(۲) وإن اقتدى المسافر بالمقيم فی الوقت أتم أربعاً لأنه يتغير فرضه إلی أربع للتبعية. (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱۴۹/۱، ظفير)

☆ **مقیم امام کے پیچھے مسافر پوری نماز پڑھے گا:**

حضرت نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (سفر میں) امام کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور تنہا پڑھتے تو دو پڑھتے''۔ (عن نافع: "ان ابن عمر كان يصلی وراء الامام أربعاً فاذا صلی لنفسه صلی ركعتين". (أخرجه المؤطا جامع الأصول: ۵۰۸/۵/ الموطأ، باب صلاة المسافر إذا كان إماماً أو كان وراء امام، وسنده صحيح. (إعلاء السنن: ۲۷۴/۷، وكذا فی هامش جامع الأصول: ۷۰۳/۵)

موسیٰ بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ''ہم لوگ مکہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے تو میں نے عرض کیا: ہم لوگ جب آپ کے ساتھ ہوتے (اور نماز پڑھتے) ہیں تو چار رکعت پڑھتے ہیں اور الگ ہوتے ہیں تو دو رکعت پڑھتے ہیں تو فرمایا: یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے''۔ (عن موسیٰ بن سلمة قال: "كنا مع ابن عباس بمكة فقلت: انا اذا كنا معكم صلينا أربعاً واذا ارجعنا صلينا ركعتين فقال: تلك سنة أبی القاسم صلی اللّٰه عليه وسلم. (أخرجه أحمد فی مسنده- إعلاء السنن: ۲۸۳/۷) (مسند أحمد: ۲۱۶/۱، وفی اعلاء السنن: ۲۸۳/۷، موسی بن سلمة من رجال مسلم، وبقية السند علی شرط البخاری، ==

امام مقیم کی اقتدا جب مسافر تیسری رکعت میں کرے، پھر وہ کس طرح نماز پوری کرے:

سوال (۱) امام مقیم ہے، جب امام نے ظہر، یا عشا کی دو رکعت پڑھ لی، تب مسافر تیسری رکعت میں شامل ہوا۔ دو رکعت امام کی ہمراہ اخیر کی پڑھ کر۔ مسافر ہمراہ امام کے سلام پھیر دے، یا اور دو رکعت بھری پڑھ کر سلام پھیرے؟

امام مقیم کی جب مسافر اقتدا کرے تو چار کی نیت کرے، یا دو کی:

سوال: (۲) امام مقیم ہے، مسافر دو رکعت کی نیت کرے، یا چار کی؟

الجواب

(۱) دو رکعت اور پڑھے۔(۱)

(۲) چار کی۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۵۵)

مسافر مقیم کی اقتدا کیسے کرے:

سوال: مسافر اگر مقیم کی اقتدا کرتا ہے تو دو رکعت کی نیت کرے، یا چار کی؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ بغیر تعین رکعات مطلق فرض کی نیت کرے۔ (برجندی)

اور اگر کرے تو دو رکعت کی کرے۔ جامع الرموز میں ہے: ''**لو أراد نية العدد نوى ركعتين**'' انتہٰی.

نوٹ: صحیح مسلک یہ ہے کہ ایسے مسافر کو چار ہی رکعات کی نیت کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۷)

اگر مسافر مقیم کی اقتدا کرے:

سوال: چار رکعت والی نماز میں اگر مسافر قعدۂ اخیرہ میں کسی مقیم امام کی اقتدا کرے تو کیا مسافر کو پوری چار رکعت پڑھنی چاہیے، یا دو رکعت؟ (محمد سیف اللہ، بابا نگر)

الجواب

جو کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہے تو نماز کی نیت کرتے ہوئے یہ بھی ضروری ہے کہ اقتدا کی نیت کرے اور

== **وحسنه النيموى فى آثار السنن: ٦٦/٢) وفى اعلاء السنن (٢٨٣/٧) ولعله لم يصححه لعنعته قتادة، وهو مدلس ولكنه صرف بالتحديث عند مسلم فزالت العلة و صح الحديث، أقول:** روایت ونسائی میں بھی آئی ہے؛ مگر صرف اس قدر حصہ تنہا ہوں تو کیا کروں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو رکعت پڑھو، ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (جامع الاصول: ۵/۷۰۷) ابن ابی شیبہ (۳/۲۹۵-۲۹۷، میں ابن مسعود وابن عباس وغیرہ کے آثار مذکور ہیں) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

(۱) **إن اقتدى مسافر بمقيم أتم أربعاً. (الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ١٣٣/١)**

اقتدا کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ قیام، رکوع، سجدہ، تعداد رکعت اور دیگر اعمال نماز میں امام کی پیروی کرے؛ اس لیے مقیم پر امام کی اقتدا کرنے سے چار رکعت نماز لازم ہوگئی، گو وہ اخیر میں شامل ہوا ہو، چناں چہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"**إن اقتدیٰ مسافر بمقیم أتم أربعًا**". (۱) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۴۷۴-۴۷۵)

مقتدی مسافر کا امام مقیم کے اقتدا میں قصر کی نیت کرنا:

سوال: زید ایک شرعی مسافر ہے اور دوران سفر کسی مقام پر ظہر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے اور زید وہاں کے امام کے پیچھے جو کہ مقیم ہے، مسافر نہیں نماز پڑھتا ہے اور زید مسافر ہونے کی وجہ سے نیت قصر؛ یعنی دو فرضوں کی نیت کرتا ہے اور نماز مقیم امام کے ساتھ پوری پوری پڑھتا ہے چار فرض تو کیا نیت کے اس اختلاف سے زید کی نماز ہوجائے گی، یا نہیں؟ اور اگر زید کو معلوم ہے کہ امام مسافر ہے، نہ کہ مقیم تو کیا نیت کرے؟ اور زید (جو کہ مسافر ہے) اس کے لیے نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مسافر نے دو رکعت کی نیت کر کے بھی اگر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت صحیح طریقہ پر ادا کی ہے، تب بھی اس کی نماز درست ہوگئی، (۲) اگر امام کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ہے تو دو یا چار کی تعیین کی کوئی ضرورت نہیں، محض ظہر کی نیت کافی ہے، عدد رکعات کی تعیین نیت میں مسافر، یا مقیم کسی کے لیے بھی ضروری نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۶/۲۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۲۸-۵۲۹)

مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت کر کے اقتدا کرنا:

سوال: ایک امام مسافر کو امامت کر رہا ہے، دوسرے ایک مقتدی اور مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ امام مسافر ہے، اس نے چار رکعت کی نیت کر لی، امام مسافر نے دوسرا سلام پھیر لیا تو اب بعد والا چار رکعت پوری کرے اور سلام پھیر دے جب کہ وہ بھی مسافر ہے؟

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، انيس

(۲) وإن اقتدیٰ مسافر بمقيم) يصلي رباعية ولو في التشهد الأخير"، (مراقي الفلاح علىٰ حاشية الطحطاوي، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۷، قديمي)

(۳) (دون) تعيين (عدد ركعاته) لحصولها ضمنا فلا يضر الخطأ في عددها (وينوي) المقتدي (المتابعة) لم يقل: أيضا؛ لأنه لو نویٰ الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام ولم يعين الصلاة صح في الأصح". (الدر المختار)

وفي رد المحتار تحت (قوله: فلا يضر الخطأ في عددها) ... "وفي الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له التعيين لا يضر كتعيين مكان الصلاة وزمانها وعدد الركعات". (الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلا: ۱/۴۲۰، سعيد)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جس مقتدی مسافر کو امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت ملی ہے، اس کو چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، امام کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی تھی، اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ (۱)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳۰/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۲۷-۵۲۸)

امام مسافر ہے، یا مقیم معلوم نہ ہو تو اقتدا کس طرح کریں:

سوال: ایک ہوٹل کے پاس عصر کی نماز باجماعت ہو رہی تھی، وہاں ہم سے پہلے ایک گاڑی بھی کھڑی تھی، شاید اسی کی سواریاں ہوں اور خیال نہ آیا کہ ہم پوچھ لیتے کہ امام مقیم ہے، یا مسافر؟ لہٰذا نیت باندھ لی اور دو رکعت امام کے ساتھ پالی، اب ہم امام کے ساتھ سلام پھیر لیں، یا چار پوری کریں؟ آئندہ ایسی صورت کا کیا علاج ہے؟ اور اس کا اعادہ اگر کرنا ہے تو کتنی رکعت کا کروں، جب کہ ہم مسافر تھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سوچ کر اندازہ کرنا چاہیے کہ یہ لوگ مسافر ہوں گے، یا مقیم؟ جس طرف دل مائل ہو، اس کے مطابق نماز کو پڑھ لیا جائے اور سلام پھیرنے کے بعد کسی سے پوچھ لیا جائے اور جو صورت حال سامنے آئے، اس پر عمل کیا جائے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۱۰۵)

مسافر مقتدی جن کو دو رکعتیں ملیں، وہ سلام کے بعد دو رکعتیں کیسے پوری کریں:

سوال (۱) مسافر مقتدی کو ظہر، عصر، یا مغرب کی جماعت میں دو رکعتیں ملیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ رکعتیں کیوں کر پوری کرے؟ ان میں سورہ فاتحہ پڑھے، یا نہیں؟

(۲) مغرب کی نماز سفر میں قصر پڑھی اور رات کو پونے گیارہ بجے اپنے گھر پہنچ گیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی پڑے گی، یا وہ عشار کی پوری نماز پڑھے؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

---

(۱) أنه إذا صلّى في مصر أو قرية ركعتين وهم لا يدرون حاله، فصلاتهم فاسدة وإن كانوا مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من كان في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتّى يتبين خلافه، أما إذا صلّى خارج المصر لاتفسد، ويجوز الأخذ بالظاهر وهو السفر في مثله والحاصل أنه يشترط العلم بحال الإمام إذا صلّى بهم ركعتين في موضع إقامة، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۹-۱۳۰، سعيد)

الجواب

(۱) ہاں دو رکعتیں بھری؛ یعنی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر نماز پوری کرے۔(۱)

(۲) مغرب کی نماز قصر نہیں ہے، اس کی تین رکعتیں مقیم اور مسافر دونوں کے لیے ہیں، (۲) اور جب عشا کے وقت سفر ختم ہو گیا تو عشا کی پوری نماز پڑھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۳۷۷)

مقیم امام کی اقتدا کرنے والا مسافر وضو ٹوٹ جانے پر نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: زید مسافر ہے، جس پر قصر واجب ہے، وہ مقامی امام کے پیچھے چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہے، چوتھی رکعت میں زید کا وضو ٹوٹ گیا، وہ نماز توڑ کر وضو کرنے چلا گیا، جب زید وضو کر کے مسجد میں گیا تو امام سلام پھیر کر نماز پوری کر چکا تھا تو اب زید نماز کس طرح پوری کرے گا؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

زید مسافر کا وضو مقیم امام کی اقتدا میں چوتھی رکعت میں ٹوٹ گیا اور پھر زید وضو کرنے چلا گیا، مذکورہ صورت میں اگر زید وضو کرنے مسجد کے باہر نہ گیا ہو اور نماز کے خلاف کوئی کام نہ کیا ہو تو نماز کی بنا کر لے اور صرف چوتھی رکعت پوری کرے اور اگر زید مسجد سے باہر وضو کرنے چلا گیا، یا نماز کے خلاف کوئی کام کر لیا تو اب زید قصر کرے گا، پوری نماز نہیں پڑھے گا؛ اس لیے کہ چار رکعت امام کی متابعت میں پڑھتا اور اس صورت میں متابعت باقی نہ رہی؛ بلکہ تنہا اپنی نماز پڑھ رہا ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۲۳/۱۱/۱۴۱۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۰-۴۷۱)

---

(۱) وأما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم، لا بعده فيما يتغير. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، ط: سعيد)

(۲) واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعي عن الفجر والمغرب. (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(۳) عن نافع أن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما كان يصلي وراء الامام بمنىٰ فاذا صلىٰ لنفسه صلىٰ ركعتين. (المؤطا للامام مالك، باب صلاة المسافر اذا كان اماما أو وراء امام: ۱/۳۷۳، مكتبة البشرىٰ باكستان، انيس)

(وإن اقتدى مسافر بمقيم في الوقت صحّ وأتمّ) هٰكذا روى عن ابن عباس وابن عمر ولأنه تبع لامامه فيتغير فرضه الى أربع كما يتغير بنية الاقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت وان أفسده يصلي ركعتين، لان لزوم الأربع للمتابعة وقد زالت بخلاف ما لو اقتدى به بنية النفل ثم أفسد حيث يلزمه الأربع لأنه بالشروع التزم صلاة الامام قصدًا وفي مسئلتنا ما لم يلتزم قصدًا وانما قصد اسقاط الفرض عن ذمته وتغير فرضه حكمًا للمتابعة وقد زالت". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۲۱۳، مكتبة امداديه، ملتان، انيس)

مسافر مقتدی کی مقیم امام کے پیچھے نماز ٹوٹ گئی تو دوبارہ کتنی رکعتیں پڑھے:

سوال: کوئی مسافر، مقیم امام کی اقتدا میں چار فرض رکعت پڑھ رہا تھا کہ کسی وجہ سے نماز ٹوٹ گئی، جب امام نماز پڑھ کر سلام پھیر دے، بعد میں مسافر اکیلا نماز فاسد شدہ دوبارہ ادا کرے گا تو کتنی رکعت اس کو پڑھنی ہوں گی؟

الجواب

مقیم کی نماز پڑھے گا؛ یعنی پوری۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۹۴/۴)

امام کے ساتھ فاسد نماز کے اعادہ کے وقت قصر کالازم ہونا:

سوال: مقتدی مسافر ہے امام مقیم ہے، مقتدی نے خیال کیا کہ ہم دو ہی رکعت کے بعد سلام پھیریں گے پس ایسا ہی کیا، بعد کو امام نے اس بات کو انکار کرنے سے وہ چہار رکعت پڑھ دیا۔(۲) معلوم کرنا یہ بات ہے کہ اس مقتدی کو فقط دو رکعت دوبارہ پڑھنی تھی، یا کہ امام کے پیچھے اقتدا کر کے تمام نہ کرنے سے چہار رکعت پڑھنا ٹھیک ہے؟ فقط

الجواب

فی الدر المختار: وأما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم لابعده فیما یتغیر.

وفی رد المحتار تحت (قوله: فیصح فی الوقت ویتم) أی سواء بقی الوقت أو خرج قبل إتمامها لتغیر فرضه بالتبعیة لاتصال المغیر بالسبب وهو الوقت ولو أفسده صلی رکعتین لزوال المغیر، آه. (۸۲۸/۱) (۳)

اس روایت سے دو امر معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسافر کو امام مقیم کے ساتھ نماز تمام کرنا چاہیے تھا۔ دوسرے یہ کہ جب وہ نماز فاسد ہوگئی تو تنہا پڑھنے کے وقت قصر کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۱۶) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۷۸/۱-۵۷۹)

امام مسافر کے پیچھے بھی مقیم مقتدی کو جماعت کی فضیلت ملتی ہے:

سوال: میں دھوراجی میں ایک ادارے میں زیر تعلیم ہوں، اس ادارے کے قریب ہی ایک مسجد ہے، جہاں میں ظہر کی نماز ادا کرتا ہوں، کچھ عرصہ قبل میں حسب معمول نماز ظہر ادا کرنے مسجد ہذا میں پہنچا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، وضو

---

(۱) **إذا اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت صح ولزمه الإتمام ...لو اقتدیٰ به فی الوقت ثم خرج الوقت قبل تمامها؛ لأنه حین اقتدیٰ صار فرضه أربعا للتبعیة مع قبول الصلوة للتغیر وصار کالمقیم فی حق تلک الصلاة وصلاة المقیم لا تصیر رکعتین بخروج الوقت. (الحلبی الکبیر: ۵٤٢/١، فصل فی صلاة المسافر، طبع لاهور)**

(۲) یعنی بعد میں امام کے بتانے پر اس نے دوبارہ نماز پوری پڑھی۔

(۳) **الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، دار الکفر بیروت، انیس**

سے فارغ ہوا تو دوسری رکعت جاری تھی، قریب تھا کہ جماعت میں شامل ہوتا، امام نے دو رکعت کے بعد سلام پھیرلیا۔ دریافت کرنے پر پتہ یہ چلا کہ مسجد میں ایک پیر صاحب آئے ہوئے ہیں، جنہوں نے امامت کی، اعلان کیا گیا؛ کیوں کہ پیر صاحب سفر میں اس لیے انہوں نے چار فرض کے بجائے دو فرض پڑھائے، لہذا تمام نمازی چار رکعت فرض انفرادی طور پر دوبارہ ادا کریں۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ پیر صاحب سفر کے دوران کراچی میں مختصر قیام پر ہیں؛ اس لیے انہوں نے دو فرض پڑھے؛ لیکن مسجد کے نمازی تو مقامی ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ لوگ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے جاتے ہیں، جس کی بڑی تاکید بھی آئی ہے، ان کی جماعتوں کی نماز یک مسافر پیر سے امامت کراکے ضائع کرادینا اور جماعت کی نماز کے فضائل سے محروم کردینا قرآن وسنت کی رو سے کیا جائز ہے؟ نیز جماعت سے نماز نہ ادا کرنے کا وبال کس پر ہوگا، نمازی پر، پیر صاحب پر، یا مسجد کے منتظمین پر؟ میں اس کے بعد وہاں مسجد میں نماز پڑھنے نہیں گیا، بعد میں پتہ چلا کہ تین چار روز تک پانچوں وقت کی نمازیں پیر صاحب نے اسی طرح پڑھائیں۔ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، اس سے بہت شک وشبہات ختم ہوں گے؟

الجواب

اگر امام مسافر ہوتو وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے گا اور اس کے پیچھے جو مقتدی مقیم ہیں، وہ اٹھ کر اپنی دو رکعتیں پوری کرلیں گے۔ (۱) مقتدیوں کو چار فرض انفرادی طور پر ادا کرنے کی ضرورت نہیں اور مسافر کی امامت سے اس کی اقتدا کرنے والے مقیم مقتدیوں کو بھی جماعت کا ثواب پورا ملتا ہے؛ اس لیے آپ کا یہ سوال ہی بے محل ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا وبال کس پر ہوگا؟ کیوں کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گئی؛ اس لیے ترک جماعت کے وبال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ جو مقتدی اپنی سستی کی وجہ سے آپ کی طرح دیر سے آئے اور جماعت سے محروم رہے، ان کا وبال خود انہی کی سستی پر ہے۔ آپ کا آئندہ کے لیے اس مسجد میں جانا ہی بند کردینا بھی غلط تھا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۴/۹۳-۹۴)

مسافر جمعہ میں امام ہوسکتا ہے:

سوال: مسافر جمعہ میں امام ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسافر امام جمعہ ہوسکتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۸۹)

(۱) (وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فإذا قام) المقيم (إلى الإتمام لا يقرأ) ولا يسجد للسهو (في الأصح). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۹، دار الفكر بيروت، انيس)

وإن صلى المسافر بالمقيمين ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم وكذا في الهداية وصاروا منفردين كالمسبوق إلا أنهم لا يقرؤن في الأصح. (الفتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

(۲) ويجوز للمسافر والعبد والمريض أن يؤم في الجمعة. (الهداية، باب الجمعة: ۱/۱۴۹، ظفير)

مسافر امام، مقتدی مقیم، کی نیتوں کا مسئلہ:

سوال: امام مسافر ہے اور دو رکعت کی نیت کرتا ہے، مقتدی مقیم ہیں، امام کی متابعت کی وجہ سے دو رکعت کی نیت کرے، یا چار کی نیت کرے؟ اس مسئلہ کو مشرح و مفصل زیب فرمائیے؟

الجواب

امام دو رکعت پڑھتا ہے؛ اس لیے وہ دو رکعت کی نیت کرے گا اور مقتدی چار رکعت کی نیت کرے؛ اس لیے کہ اس کے ذمہ چار واجب ہیں۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۵۸)

مقیم، مسافر کے پیچھے چار رکعت کی نیت کرے:

سوال: مقیم کو مسافر امام کے پیچھے مثلاً نماز عصر میں چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے، یا دو رکعت کی؟

الجواب

چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے، دو رکعت اپنی امام کے ساتھ اور دو بعد میں پڑھے گا۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۸۱-۴۸۲)

مقیم مقتدی، مسافر امام کے پیچھے نماز کس طرح پوری کرے گا:

سوال: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہیں اور چار رکعت کی نماز ہے، جب امام دو رکعت پوری کر چکا تو اس نے سلام پھیر دیا، اب مقتدی الحمد پڑھے، یا ساکت کھڑے ہو کر رکوع کرے؟

الجواب

جب امام مسافر ہے تو مقتدی بقیہ نماز کو بغیر قرأت و فاتحہ پڑھے، پوری کرے۔ **(وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعده فإذا قام) المقیم (إلی الإتمام لایقرأ).** (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۴۵۸)

مقتدی مقیم، جس نے مسافر کے پیچھے نماز پڑھی، اپنی نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر مسافر امام ہے اور مقیم مقتدی تو چار رکعت والی نماز میں، جب امام دو رکعت کے بعد سلام پھیرے تو مقیم جو اپنی دو رکعت پوری کریں۔ ان میں الحمد پڑھیں، یا نہیں؟

اور اگر کوئی ایسا عمل ہو جاوے، جس سے سجدہ [سہو] لازم ہو، ان دونوں رکعت باقی میں تو سجدہ سہو بھی کریں، یا نہیں؟

(۱-۲) (وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت وبعده فإذا قام) المقیم (إلی الإتمام لایقرأ) ولایسجد للسهو (فی الأصح)؛ لأنه کاللاحق والقعدتان فرض علیه وقیل: لا. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱/۱۲۹، ظفیر)

الجواب

چُپ رہے، کچھ نہ پڑھے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے، وہ حکماً امام کے پیچھے ہیں۔ فقط
(بدست خاص، ص:۱۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۹۱)

مسافر امام نے نماز قصر پڑھائی تو مقیم بقیہ نماز کس طرح پوری کرے:

سوال (۱) امام مسافر ہے، اس نے قصر نماز پڑھی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو مقیم مقتدیوں کو بقیہ دو رکعت کس طرح پوری کرنی چاہیے، سورۂ فاتحہ پڑھے، یا خاموش رہے؟

(۲) سفر میں نماز قضا ہوگئی گھر پہنچ کر قصر کرنی چاہیے، یا پوری نماز پڑھنی چاہیے؟

(۳) سفر میں سنتیں پڑھنی لازمی، یا نہیں؟ اور سنت قصر پڑھے، یا پوری؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

(۱) مسافر امام کے مقتدی مقیم ہوں تو امام کے دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد وہ کھڑے ہو جائیں اور اپنی دو رکعتیں پوری کریں، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں، خاموش کھڑے رہیں۔(۱)

(۲) سفر کی قضا نماز قصر ادا کرنی چاہیے۔(۲)

(۳) سفر میں سنتیں پڑھنی لازمی نہیں، (۳) اگر موقع ہو تو پڑھ لے، سنتوں میں قصر نہیں، چار رکعتوں کی نماز چار رکعتیں ہی پڑھے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفر لہ (کفایت المفتی:۳/۳۷۷-۳۷۸)

---

(۱) (وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فإذا قام) المقيم (الى الاتمام لا يقرأ) ولا يسجد للسهو (في الأصح). (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر:۲/۱۲۹، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) (والقضاء يحكى) أى يشابه (الأداء سفراً وحضراً) لأنه بعد ما تقرر لايتغير غير أن المريض يقضى فائتة الصحة فى بما قدر. (الدر المختار)

وفى الرد تحت (قوله: سفراً وحضراً) أى لو فائتته صلاة السفر وقضاها (لا) فى الحضر يقضيها مقصورة كما لو أداها وكذا فائتة الحضر تقضى فى السفر تامة. (رد المحتار، باب صلاة المريض:۲/۱۳۵، دار الفكر بيروت، انيس)

(۳) سنت لازم نہیں ہوتی اس سے مراد تاکید ہے۔ انیس

(۴) (ويأتى) المسافر (بالسنن) إن كان (فى حال أمن وقرار، وإلا) بأن كان فى خوف وفرار إلخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر:۲/۱۳۱، ط: سعيد)

مسافر امام کی اقتدا کرنے والا مقیم بقیہ دو رکعت نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہیں تو چار رکعت والی نماز میں اس امام نے قصر کرتے ہوئے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب مقتدی مقیم اپنی بقیہ دو رکعت نماز کس طرح پوری کریں گے؟ الحمد شریف پڑھیں گے، یا نہیں؟ یا بالکل خاموش کھڑے ہو کر رکوع وسجدہ کر کے اپنی نماز پوری کریں گے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر امام مسافر ہو اور مقتدی حضرات مقیم ہوں تو امام کے دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد وہ کھڑے ہو جائیں اور اپنی بقیہ دو رکعت بقدر فاتحہ خاموش کھڑے ہو کر پوری کریں، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھیں گے؛ بلکہ چپ کھڑے رہ کر اپنی نماز پوری کریں گے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۲/۱۱/۱۴۱۳ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۶۷) ☆

(۱) (وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فإذا قام) المقيم (إلى الاتمام لايقرأ) ...(في الأصح)؛ لأنه كاللاحق. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، دار الفكر بيروت، انيس)

☆ **مسافر امام قصر کرے گا اور اس کا مقتدی مقیم پوری نماز پڑھے گا:**

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ کیا اور فتح مکہ میں میں آپ کے ساتھ تھا، آپ وہاں اٹھارہ دن رہے اور دو ہی رکعت پڑھتے رہے، آپ نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے: اے اہل شہر چار رکعت پڑھو، ہم لوگ تو مسافر ہیں''۔ (عن عمران بن حصين: "غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الفتح فأقام بمكة ثماني عشرة ليلة لا يصلي الا ركعتين يقول: يا أهل البلد صلوا أربعاً فانا قوم سفر". (رواه أبو داؤد، جامع الأصول: ۷۰۲/۵، أبو داؤد، باب متى يتم المسافر، وفي هامشه: فيه علي بن زيد بن جدعان و هو ضعيف، وقال في إعلاء السنن (۲۸٤/۷): سكت عنه أبو داؤد، أقول: يشهد له حديث عمر وهو قوي و راجع لتخريجه هامش ابن أبي شيبة (۲۹۷/۳-۲۹۸) وعلى بن زيد بن جدعان. من رجال الأربعة وروى عنه البخاري في الأدب المفرد ومسلم له مقروناً ولذا صحح له وحسن الترمذي (راجع باب ماجاء في التسليم اذا دخل بيته من أبواب الاستيذان وباب التقصير في الصلوات من أبواب السفر وباب ما ذكر في الالتفات في الصلوات من أبواب السفر وباب ما ذكر في الالتفات في الصلوات ومن أواخر أبواب الصلاة)

مدت قصر پندرہ دن ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، اس حدیث میں اٹھارہ دن کا معاملہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے سفر کا قصہ ہے، جس میں مکہ کا داخلہ جنگ کے ماحول میں ہوا تھا اور چند دن اس میں لگ گئے تھے؛ اس لیے باقاعدہ قیام کی مدت پندرہ دن سے کم ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری: ۵۶۲/۲، اعلاء السنن: ۲۷۵/۷، ومابعد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو اہل مکہ کو دو رکعت نماز پڑھاتے اور فرماتے: اے اہل مکہ تم نماز پوری کرلو؛ کیوں کہ ہم لوگ مسافر ہیں''۔ (عن ابن عمر: "أن عمر صلى للناس بمكة فلما انصرف قال: يا أهل مكة أتموا صلاتكم فانا قوم سفر". (أخرجه الموطأ، جامع الأصول: ۷۰۸/۵، الموطا، باب صلاة المسافرين إذا كان إماماً، وفي هامش جامع الأصول (۸۰/۵): اسناده صحيح، أقول: وكذا قال الحافظ في الدراية: ۲۳۱/۱) (ماخوذ از احکام نماز احادیث وآثار)

مقیم مقتدی مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھے گا، یا نہیں:

سوال: مسافر امام کے پیچھے اگر مقتدی مقیم نماز پڑھ رہا ہے تو جب امام نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا تو یہ چاروں پوری کرے گا۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ بعد کی رکعتوں میں فاتحہ پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

بعد کی دو رکعت میں کچھ نہ پڑھے؛ بلکہ خاموش کھڑا ہو کر رکوع کر دے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۸۸/۴)

امام قصر پڑھ رہا ہے تو مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے گا، یا نہیں:

سوال: امام اگر قصر پڑھ رہا ہے تو مقتدی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے، یا نہ پڑھے؟

(المستفتی: ۹۷۷، محمد رفیع صاحب سوداگر (ضلع میدنی پور) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ، مطابق ۲۵ر فروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

مقتدی اپنی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، بقدر فاتحہ کے قیام کر کے رکوع کر لے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ (کفایت المفتی: ۳۷۳/۳-۳۷۴)

مقیم مقتدی، مسافر کے پیچھے نماز کی تکمیل میں، سورہ فاتحہ پڑھنے سے گنہ گار ہوں گے:

سوال: اگر مقیم مقتدی اپنی دو رکعت باقی کو ادا کریں اور ان میں الحمد پڑھیں تو وہ گنہ گار بھی ہوتے ہیں، یا نہیں؟ اور اگر الحمد بھی نہ پڑھیں اور مقدار الحمد [للہ] پڑھنے کے قیام بھی نہ کریں، تب بھی گنہ گار ہوتے ہیں، یا نہیں؟ اور ان کی نماز بھی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

پڑھنے سے گنہ ہوگا،(۲) اور قیام قلیل کافی ہے، زیادہ قیام کی حاجت نہیں۔ فقط

(بدست خاص، ص: ۱۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۱)

(۱-۲) (وصح اقتداء المقیم بالمسافر فی الوقت و بعده فإذا قام) المقیم (إلی الإتمام لایقرأ) ولایسجد للسهو (فی الأصح)؛ لأنه کاللاحق والقعدتان فرض علیه وقیل: لا. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) وقال الثوری والأوزاعی فی روایة وأبوحنیفة أبویوسف ومحمد وأحمد فی روایة وعبدالله بن وهب والأشهب: لایقرأ المؤتم شیئًا من القرآن ولابفاتحة الکتاب فی شئ من الصلاة وهو قول ابن المسیب وجماعة من التابعین وفقهاء الحجاز والشام علیٰ أنه لایقرأ معه فیمایجهر به وإن لم یسمعه ویقرأ فیما یسر فیه الإمام، آه. (عمدة القاری شرح البخاری، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم، دارإحیاء التراث العربی بیروت. انیس)

مسافر کی اقتدا کرنے والے مقیم کے ذمہ باقی نماز میں قرأت لازم نہ ہونے پر شبہ کا ازالہ:

سوال: جب کہ امام مقیم، یا مسافر سلام پھیر دیتا ہے تو باقی نماز رہنے والے مقتدیوں کو امام سے اور امام کو ان مقتدیوں سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا، چناں چہ سلام پھیرنے کے بعد امام جو چاہے سو کرے، امام کے فعل سے مقتدیوں کی باقی ماندہ نماز میں کچھ دخل اور اثر نہیں رکھتے اور جب کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کو اپنی باقی ماندہ نماز کی رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھنا لازم ہے اور حدیثوں میں وارد ہے کہ جس رکعت میں الحمد نہ پڑھی ہو، رکعت نہیں، گو یہ حدیث امام اور منفرد کے حق میں تکمیل نماز کے واسطے ہے؛ لیکن پھر کیا سبب کہ امام مسافر کے سلام پھیرنے کے بعد دو یا ایک رکعت باقی رہنے والا مقتدی اپنی باقی رکعتوں میں الحمد اور سورت نہ پڑھے اور تین یا چار رکعت رہنے والا مقتدی، یا کوئی رکعت نہ پانے والا قعدہ میں ملنے والا اپنی باقی رکعت میں الحمد اور سورت ضرور پڑھے، نہ پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جانے کی دلیل حدیث صحیح سے ارقام فرمائیے؟ (۱)

الجواب

چوں کہ بعد سلام امام مسافر کے مقیم مقتدی لاحق ہے اور لاحق بمنزلۂ مؤتم ہے؛ اس لیے اس کے احکام مؤتم کے سے ہوں گے۔

فی الدر المختار فی أحكام اللاحق: وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقراءة ولا سهو ولا يتغير فرضه بنية إقامة ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه وإدراكه وإلا تابعه ثم صلى مانام فيه بلا قراءة ثم ماسبق به بها إن كان. (۲)

اور مؤتم کا قرأت نہ کرنا حدیث سے ثابت ہے اور لاحق کا مثل مؤتم ہونا قیاس صحیح سے ثابت ہے۔ (۳)

یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۵۸-۲۵۹)

جس مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی وہ بقیہ رکعتوں میں تسمیع کہے، یا تحمید:

سوال: مقیم نے مسافر کی اقتدا کی بعد میں اپنی رکعتوں میں صرف تحمید کہے، یا تسمیع، یا دونوں؟

(۱) خلاصۂ سوال: مسبوق پر قرأت ہے اور لاحق پر نہیں ہے، وجہ فرق کیا ہے امام کے سلام پھیرنے پر دونوں سے امام کا رابطہ ختم ہو جاتا ہے اور دونوں منفرد کی طرح ہو جاتے ہیں، لہٰذا دونوں پر قرأت ہونی چاہیے۔ انیس

(۲) **الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۹۵، دار الفكر بيروت،** انیس

(۳) جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسبوق تو منفرد کے حکم میں ہے؛ لیکن لاحق مقتدی کے حکم میں ہے؛ اس لیے امام کی قرأت اول کے لیے کافی نہیں، ثانی کے لیے کافی ہے۔

الجواب

بظاہر تسمیع وتحمید ہر دو افضل ہیں۔(۱) فقط (فتاوی دار العلوم دیوبند:۲/۱۶۵)

جو مسافر امام تین رکعت پڑھ چکا ہو، اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام مسافر تین رکعت پڑھ چکا، چوتھی رکعت میں مقتدی شامل ہوا، وہ تین رکعت باقی کس قاعدہ سے پڑھے؟

الجواب

جب کہ امام مسافر ہے تو اس کو دو رکعت پڑھنی چاہیے تھی، اگر وہ سہواً چار رکعت پڑھ لے تو آخر کی دو رکعت اس کی نفل ہوئی، لہٰذا اقتدا اس کی مفترض کو چوتھی رکعت میں درست نہیں ہے اور نماز اس کی نہیں ہوئی۔(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۱۶)

مقیم نے مسافر امام کی ایک رکعت کے بعد اقتدا کی تو کس طرح نماز پوری پڑھے:

سوال: مقیم نے مسافر کی اقتدا، اس وقت کی کہ امام مسافر ایک رکعت پڑھا چکا تھا تو اب بعد سلام امام مسافر کے، مقیم کو کس طرح نماز پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اول دو رکعت خالی پڑھے اور تیسری رکعت میں قرأت پڑھے۔(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۴۸۹)

اگر مقیم نے امام مسافر کے پیچھے ایک رکعت پڑھی، وہ باقی تین رکعات کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر مسبوق مقیم نے ایک رکعت مسافر امام کے ساتھ پڑھی تو باقی اپنی تین رکعت کس طرح پڑھے، آیا ایک رکعت میں الحمد اور قرأت اور دو میں فقط الحمد پڑھے، یا کیا کرے؟

الجواب

ایک میں قرأت، دو بلا قرأت۔فقط

(بدست خاص، ص:۱۶) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۹۲)

(۱) (و) یکتفی (بالتحمید المؤتم) وأفضله "اللّٰهم ربنا ولک الحمد" ثم حذف الواو ثم حذف اللّٰهم فقط (ویجمع بینهما لو منفرداً) علی المعتمد یسمع رافعاً ویحمد مستویاً. (الدر المختار علی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴٦٤، ظفیر)

(۲) وکذا لا یصح الاقتداء بمجنون) ... (و) لا (مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر)؛ لأن اتحاد الصلاتین شرط عندنا. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۷۸-۵۷۹، دار الفکر بیروت، ظفیر)

(۳) ولو اقتدی المقیم بالمسافر صح ... فإذا صلی المسافر رکعتین سلم ویقوم المقیم فیتم صلاته بغیر قراءة فی الأصح ... بخلاف المسبوق. (غنیة المستملی، باب صلاة المسافر: ۱/۵٤۳، ظفیر)

اگر مقیم مسافر امام کے پیچھے التحیات میں شامل ہو تو، نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے التحیات میں شامل ہو تو وہ اپنی چاروں رکعت کس طرح پڑھے، آیا دو رکعت میں الحمد اور قرأت اور دو رکعت میں فقط الحمد پڑھے، یا کس طرح کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

جیسے مسبوق مقیم کا پڑھنا ہے، اسی طرح پڑھے۔ فقط

(بدست خاص، ص:۱۵) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۱-۱۹۲)

مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے:

سوال: امام مسافر ہے، اگر التحیات میں کوئی مقتدی جس کو امام کا مسافر ہونا معلوم ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اپنی دونوں رکعت بھری پڑھے گا، یا خالی؟ اگر مقتدی مقیم ہے تو امام کے سلام کے بعد وہ مقتدی پہلی اپنی دو رکعت بھری پڑھے گا اور آخر کی دونوں خالی کیا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

بھری پڑھے گا؛ کیوں کہ وہ اس وقت مسبوق ہے اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

المسبوق من لم يدرک الركعة الأولىٰ مع الامام وله أحكام كثيرة ... منهاإنه(أى المسبوق) منفردفيمايقضى،آه". (۱)

اور مقیم مقتدی صورت مسئولہ میں لاحق مسبوق ہے، لہذا سلام امام کے بعد اول دو رکعت بلاقرأت پڑھے گا اور پھر دو رکعت (۲) کے ساتھ۔

اللاحق يصلى على ترتيب صلوة الامام والمسبوق يقضى ماسبق به بعد فراغ الامام،آه". (۳)

اور بعض علما اس کے برعکس کا حکم فرماتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۱۳۵۵ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۲۴-۵۲۵)

---

(۱) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة: ۹۲/۱، الفصل السابع فى المسبوق واللاحق، رشيدية

(والمسبوق من سبقه الامام بها أوببعضها وهومنفرد) ... (فيما يقضيه). (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب الامامة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أوالسجود أوبهما مع الامام: ۵۹٦/۱، سعيد)

(۲) نوٹ: قرأت کے ساتھ

(۳) ردالمحتار، باب الامامة، مطلب فيما لوأتى بالركوع او السجود أو بهما مع الامام: ۵۹٦/۱، سعيد

مقتدی مقیم مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو، مقتدی اپنی نماز پوری کرنے میں مسبوق کا حکم رکھتا ہے، یا لاحق کا؛ یعنی لاحق کی طرح خاموش اپنی نماز پوری کرے گا، یا مسبوق کی طرح باقی میں قرأت کرے گا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مقیم مقتدی جو کہ شروع سے مسافر امام کے ساتھ شریک ہے، وہ سلام امام کے بعد اپنی نماز کو لاحق کی طرح تمام کرے، اس میں قرأت نہ کرے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۹/۷)

مسافر امام کے پیچھے مسبوق مقیم کی اتمام صلوٰۃ کا طریقہ، نماز کے سجدہ کے فوت ہونے، مردہ بیوی کے چہرے کو شوہر کے دیکھنے اور نماز جنازہ میں سلام کے بھول جانے کے احکام:

سوال (۱) اگر نماز میں ایک سجدہ بھول جاوے تو کیا کرنا چاہیے۔

(۲) بعد مرنے کے مرد اپنی بی بی کا منھ دیکھ سکتا ہے، یا نہیں اور قبر میں اتار سکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) اور مقیم نے مسافر کی اقتدا قعدۂ اخیرہ میں کی تو اب یہ مقیم مسبوق کس طریقہ سے نماز ادا کرے؟

(۴) اور معصوم بچے کی؛ یعنی نابالغ کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں سلام نہ پھیرا تو کیا اس میں نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

(۱) جب یاد آوے، اسی وقت ادا کرے، پھر جس رکن سے اس سجدہ میں آیا ہے، اسی کی طرف چلا جاوے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

فی ردالمحتار عن شرح المنية: لو ترک سجدة من رکعة ثم تذکرها فيما بعدها من قيام أو رکوع أو سجود فإنه يقضيها ولا يقضي مافعله قبل قضائها مماهو بعد رکعتها من قيام أو رکوع أو سجود بل يلزمه سجود السهو فقط لکن اختلف في لزوم قضاء ما تذکرها فقضاها فيه ... ففي الهداية؛ إنه لا تجب اعادته بل تستحب ... وفي الخانية أنه يعيد وإلا فسدت صلاته ... ومثله في الفتح ... والمعتمد ما في الهداية فقد جزم به في الکنز وغيره في آخر باب الاستخلاف وصرح في البحر بضعف مافي الخانية هٰذا، انتهى.(۲)

(۱) (وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فإذا قام) المقيم إلى الاتمام لا يقرأ) ولا يسجد للسهو (في الاصح)؛ لانه کاللاحق والقعدتان فرض عليه وقيل: لا.(الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعيد)

(۲) رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب کل شفع من النفل صلاة: ۴۶۲/۱، دار الفکر بيروت، انيس

(۲) دیکھ سکتا ہے۔

فی الدر المختار: (ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح)، منية.(۱)

اور قبر میں اتارنا جب محارم نہ ہوں، زوج کو درست ہے؛ لأنه مس من حائل.

(۳) یہ مقیم بعد سلام امام کے کھڑا ہوکر اول دورکعت بلا فاتحہ پڑھے اوران دورکعت میں اگر سہو ہو جاوے، سجدہ سہو بھی واجب ہے، بعد قعدہ کے پھر دورکعت مع فاتحہ وسورت کے پڑھے اوران دورکعت میں اگر سہو ہو جائے، سجدہ سہو کرے۔

(۴) فی الدر المختار: صلاة الجنازة (ورکنها) شيئان (التكبيرات) الأربع ... (والقيام) ... (وسنتها) ثلاثة (التحميد والثناء والدعاء فيها).(۲)

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مسلام پھیرنا فرض نہیں، لہٰذا نماز ہوگئی۔ فقط واللہ اعلم

۲۷/شعبان ۱۳۲۱ھ (امداد: ۳۹/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۵۹۶/۱-۵۹۷)

قصر کرنے والے امام نے نماز پوری پڑھ لی تو امام ومقتدی کی نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: ایک مسافر قصر پڑھنے والا نماز عشا کا امام ہوا اور بجائے قصر کے پوری چار رکعت نماز پڑھی، وہ نماز امام ومقتدی کی ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

امام اگر دورکعت پر بیٹھ گیا ہے تو اس کی نماز ہوگئی اور مقتدیوں نے اگر اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کی تو ان کی نماز نہیں ہوئی، کما فی ردالمحتار:

''فلو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل أی إذا قصدوا متابعته وأما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد، أفاده الخير الرملی''.(۳) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴۸۱/۴)

مسافر امام نے پوری نماز پڑھ لی تو مقتدی کی نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: مسافر امام نے سہواً پوری نماز پڑھ لی تو مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

مقتدیوں کی نماز فاسد ہوئی۔

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۱۹۸/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صلاة الجنائز: ۲۰۹/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، دار الفكر بيروت، ظفير

ردالمحتار میں ہے:

ولو اقتدی مقیمون بمسافر وأتم بهم بلا نية إقامة وتابعوه فسدت صلاتهم لكونه متنفلاً فی الأخريين. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۸۸، ۴۸۹)

مسافر پوری نماز پڑھادے تو کیا حکم ہے:

سوال: میں مسافر تھا، میں نے ظہر کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھادی تو یہ بتائیں کہ میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جو مقتدی مقیم تھے، ان کی نماز تو بہر حال نہیں ہوئی؛ اس لیے کہ آپ کی اخیر کی دو رکعت نفل ہوئی اور مقتدیوں کی فرض اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی ہے، جہاں تک آپ کی، یا دیگر مسافر مقتدیوں کی نماز کا تعلق ہے تو اگر آپ نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو آپ کی اور مقتدیوں کی بھی نماز نہیں ہوئی اور اگر دو رکعت پر قعدہ کرلیا اور بھول کر کھڑے ہوگئے اور چار رکعت پوری کرلی تو آپ پر سجدۂ سہو لازم تھا۔ اگر سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں اور اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوئی۔ اگر نماز کا اعادہ نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے، البتہ ایسی صورت میں نماز ظہر کی فرضیت آپ کے اور مسافر مقتدیوں کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گی اور اگر جان بوجھ کر نماز پوری کی تو گنہگار ہوئے اور سجدۂ سہو سے بھی کام نہیں چلے گا، نماز بہر حال واجب الاعادہ ہوگی۔ (۲)

"**ولا يصلّى المفترض خلف المتنفل**". (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۷۱-۴۷۲)

مسافر امام نے مقیم مقتدیوں کو پوری نماز پڑھادی:

سوال: مسافر امام نے بھولے سے چار رکعت نماز پڑھادی تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) رد المحتار، باب الامامة، قبیل مطلب فی الألثغ: ۱/۵۸۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) (فلو أتمّ مسافر إن قعد فی) القعدة (الأولى تمّ فرضه و) لكنّه (أساء) لو عامدًا لتأخير السلام ... (وما زاد نفل) ... (و إن لم يقعد بطل فرضه) وصار الكل نفلاً لترك القعدة المفروضة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، دار الفكر بيروت)

(۳) الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۹

(يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط) ... (سجدتان و) ... (وتشهد وسلام) ... (بترك) متعلق بيجب (واجب) ... (سهوًا) فلا سجود فی العمد. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۷۷-۸۰)

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر مسافر امام چار رکعت والی نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے مقیم مقتدیوں کی فرض نماز ادا نہ ہوگی، البتہ امام نے اگر قعدہ اولی کرلیا ہے تو خود اس کی اور مسافر مقتدیوں کی نماز اخیر میں سجدۂ سہو کرنے سے درست ہوجائے گی اور اگر سجدہ سہو کئے بغیر سلام پھیر دیا ہے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور وقت کے اندر اندر اعادہ کی زیادہ تاکید ہے اور وقت نکلنے کے بعد اتنی تاکید نہیں۔

فإن صلّٰی أربعًا وقعد فی الثانیة قدرالتشهد أجزأته والأخریان نافلة ویصیر شیئاً لتأخیر السلام وإن لم یقعد فی الثانیة قدرها بطلت، کذا فی الهدایة. (۱)

فلو أتم المقیمون صلاتهم معه فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل. (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(دینی مسائل اوران کا حل: ۹۷)

امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: حضرت رائے پوری کے خلیفہ مولانا آزاد آئے ہوئے تھے، انہوں نے غلطی سے پوری نماز ظہر پڑھ دی، حالاں کہ وہ قصر کررہے تھے تو اب نماز ہوگی، یا نہیں؟ بعد میں انہوں نے اعلان بھی کردیا تھا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

اگر دو رکعت پر قعدہ کر کے بھول کر کھڑے ہوگئے اور چار رکعت پوری کرلی تو فرض ادا ہوگیا، امام کا بھی اور مسافر مقتدیوں کا بھی؛ (۳) لیکن وقت کے اندر اعادہ لازم ہے اور وقت گزرنے جانے کے بعد اعادہ لازم نہیں، (۴) اور جو مقتدی مقیم تھے، ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو بہرصورت اعادہ لازم ہے وقت باقی ہو، یا ختم ہوگیا ہو، (۵) اگر دو رکعت پر

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، أیضا: کتاب المسائل: ۱/۵۲۶

(۲) رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱/۱۳۰، دار الفکر بیروت، انیس

(۳) فلو أتم مسافر إن قعد فی) القعدة الأولٰی تم فرضه و) لکنه (أساء) لو عامدًا لتأخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض. (الدرالمختار)

فی الرد تحت (قوله: لتاخیر السلام) ... إذا صلّٰی خامسة بعد القعود الأخیر، یضم إلیها سادسة، ویسجد للسهو، لترکه السلام ... ومسألتنا نظیر الأولٰی لا الثانیة، أفاده الرحمتی. (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعید)

(۴) والوجوب مقید بما إذا کان الوقت صالحا حتی أن من علیه السهو فی صلاة الصبح إذا لم یسجد حتّٰی طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشیدیة)

(۵) (قوله: لم یصر مقیما) فلو أتم المقیمون صلا تهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهیریة: أی إذا قصدوا متابعته". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعید)

قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوا، نہ امام کا نہ مقتدیوں کا، دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۵۱۱-۵۱۲)

مسافر امام قعدۂ اولیٰ سے اٹھ کر جب تیسری رکعت ملالے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں:

سوال: مسافر امامت کرد بعد از قعدۂ اولیٰ کہ درحق او مفروض است برخاست در رکعت ثالث بسجدہ مقید کرد نماز جماعت مقیمین فاسد گرد، و یا نہ؟ و در ردالمحتار "باب المسافر تحت قوله: لم يصر مقيماً" تحریر می کند:

"**فلو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية، أي إذا قصدوا متابعته أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد أفاده الخير الرملي**". (۱)

وأيضاً قال صاحب "رد المحتار" در "منحة الخالق" حاشية البحر الرائق، باب المسافر:

"**قال الرملي: يجب تقييده بما إذا لم ينووا مفارقته أما إذا نووا مفارقته لاتفسد صلوٰتهم وإن وافقوه فى الإتمام صورة إذ لامانع من صحة مفارقته بعد إتمام فرضه، الخ**". (۲)

دریں صورت چہ حکم است؟

الجواب

یہ مسئلہ ایسا ہی ہے، جیسا ردالمحتار اور البحرالرائق میں منقول ہے، قید مذکور ضروری ہے۔ فقط

(یعنی پیروی کی نیت سے اگر مقیم پوری کرے گا، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۴۵۹-۴۶۰)

امام مسافر نے قصداً چار پڑھی تو مقتدی کی نماز نہیں ہوئی:

سوال: امام مسافر نے بالقصد چار رکعت ظہر پڑھی اور جانتا ہے کہ قصر کرنا چاہیے تو مقتدی کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ مقتدی کو بعد ختم نماز علم ہوا کہ قصداً چار پڑھی ہیں تو مقتدی کیا کرے اور امام کا کیا حکم ہے، دونوں حنفی ہیں؟ بینوا توجرا۔

الجواب

مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی اور امام کا فرض ادا ہو گیا، اگر قاعدہ درمیانی کر لیا تھا؛ مگر تاخیر واجب کی وجہ سے بصورت نہ کرنے سجدۂ سہو کے اعادہ واجب ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۴۵۱)

---

(۱) (وإن لم يقعد، بطل فرضه) وصار الكل نفلاً. (الدرالمختار على ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(۲) ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، ظفير

(۳) (فلو أتم مسافر إن قعد فى) القعدة (الأولىٰ تم فرضه و) لكنه أساء ... (ومازاد نفل) كمصلي الفجر أربعاً (وإن لم يقعد بطل فرضه). (الدرالمختار على هامش رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، دارالفكر بيروت، انيس) ==

قصر نماز سے متعلق چند اہم مسائل:

سوال (۱) ایک شخص لکھنؤ کا رہنے والا جو کافی عرصے سے؛ یعنی دس پندرہ سال سے دہلی میں رہتا ہے۔ اب وہ دہلی سے کلکتہ جاتا ہے، وہاں جا کر وہ قصر نماز پڑھتا ہے، چار پانچ روز کے بعد صرف ایک روز کے لیے دہلی آتا ہے تو کیا اس کو دہلی میں نماز قصر پڑھنی چاہیے۔

(۲) جس پر قصر نماز واجب ہے، وہ شخص امام کی موجودگی میں نماز پڑھا سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ اس نے اعلان نہ کیا ہو کہ میں مسافر ہوں اور دو رکعت پڑھ کر اس نے دونوں جانب سلام پھیرا اور مقتدیوں نے بھی سلام پھیر دیا اور آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ دو رکعت ہوئی ہیں۔ امام نے کہا کہ تم اپنی دو رکعت پوری کرلو میں مسافر ہوں، اس نیت سے مقتدیوں کی نماز بغیر سجدۂ سہو کے ہوگئی، یا نہیں؟

(۳) امام جو مقیم تھا، اس سے نمازیوں نے پوچھا کہ ہم نے سجدۂ سہو نہیں کیا، نماز ادا ہوگئی، یا نہیں؟ تو مسافر امام نے کہا کہ نماز ہوگئی سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔

(۴) زید جو کہ دہلی کا رہنے والا ہے، وہ کسی کام کی وجہ سے سہارنپور جاتا ہے اور وہاں اس نے بالکل نماز نہیں پڑھی، واپس دہلی آکر وہ اتنے ایام کی نماز جو سفر میں گزرے قصر پڑھے گا، یا پوری ادا کرے گا؟

(المستفتی: ۲۷۹۵، غیاث الدین دہلی، ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ)

الجواب

(۱) دہلی میں اگر اس نے وطن اختیار نہیں کیا، جب ایک روز کے لیے دہلی آئے گا تو قصر پڑھے گا۔(۱)

== مقتدی جو مقیم ہوں، ان کی نماز اس لیے نہیں ہوئی کہ مفترض کی نماز متنفل کے پیچھے درست نہیں اور صورت مسئولہ میں امام کی بقیہ دو رکعتیں نفل ہوئیں۔ واللہ اعلم۔ ظفیر

(۱) کیوں کہ وطن اقامت سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبإنشاء السفر، هٰكذا في التبيين. (الهندية، الباب الخامس عشر صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، ط: سعيد)

وَالْأَصْلُ أَنَّ الْوَطَنَ الْأَصْلِيَّ يَبْطُلُ بِالْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ دُونَ وَطَنِ الْإِقَامَةِ، وَإِنْشَاءُ السَّفَرِ وَهُوَ أَنْ يَخْرُجَ قَاصِدًا مَكَانًا يَصِلُ إِلَيْهِ فِي مُدَّةِ السَّفَرِ لِأَنَّ الشَّيْءَ إِنَّمَا يَبْطُلُ بِمَا فَوْقَهُ أَوْ مَا يُسَاوِيهِ وَلَيْسَ فَوْقَهُ شَيْءٌ فَيَبْطُلُ بِمَا يُسَاوِيهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ عَدَّ نَفْسَهُ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُسَافِرِينَ وَقَالَ: أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ، وَأَمَّا وَطَنُ الْإِقَامَةِ فَلَهُ مَا يُسَاوِيهِ وَمَا هُوَ فَوْقَهُ فَيَبْطُلُ بِكُلٍّ مِنْهُمَا وَبِإِنْشَاءِ السَّفَرِ أَيْضًا لِأَنَّهُ ضِدُّهُ، فَإِنْ قِيلَ: فَهُوَ ضِدٌّ لِلْوَطَنِ الْأَصْلِيِّ أَيْضًا فَلَمْ لَمْ يُبْطِلْهُ؟ فَالْجَوَابُ: أَنَّهُ لَمْ يُبْطِلْهُ بِالْأَثَرِ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْغَزَوَاتِ وَلَمْ يُنْتَقَضْ وَطَنُهُ بِالْمَدِينَةِ حَيْثُ لَمْ يُجَدِّدْ نِيَّةَ الْإِقَامَةِ بَعْدَ الرُّجُوعِ. (العناية شرح الهداية، باب صلاة المسافر: ۲/۴۴، دار الفكر بيروت، انيس)

(۲) جن مقتدیوں نے سلام کے بعد باتیں نہیں کیں اور اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرلیا ،ان کی نماز ہوگئی اور جنھوں نے باتیں کرلیں ،ان کی نماز نہیں ہوئی ۔(۱)

(۳) اگر مقتدیوں نے امام کے سلام کے تلفظ کے بعد سلام پھیرا تو ان کو سجدۂ سہو کرنا واجب تھا ۔(۲)

(۴) سفر کی نماز حضر میں دو رکعت قضا کی جائیں ۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی :۳/۳۷۸-۳۷۹)

☆ ☆ ☆

(۱) (ويفسدها التكلم) هو النطق بحرفين أوحرف مفهم،إلخ.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۱۳/۱،ط:سعيد)

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ،قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ، مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ، فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: »إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ،أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قَالَ: »فَلَا تَأْتِهِمْ « قَالَ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ، قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ – قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ –قَالَ قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ:كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ،قَالَ: وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّيبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا،فَأَتَيْتُهُ بِهَا،فَقَالَ لَهَا:أَيْنَ اللّٰهُ؟قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ:مَنْ أَنَا؟قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ:أَعْتِقْهَا،فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.(صحيح لمسلم،باب تحريم الكلام فى الصلاة،رقم الحديث: ۵۳۷،انيس)

(۲) فاذا سلم الامام قام إلى القضاء فان سلم فإن كان عامداً فسدت،وإلالا،ولاسجود عليه إن سلم سهوًا قبل الإمام أومعه وإن سلم بعده لزمه لكونه منفردًا إلخ.(رد المحتار،باب سجود السهو: ۸۲/۲،ط:سعيد)

(۳) (والقضاء يحكى) أى يشابه (الأداء سفرًا وحضراً)لأنه بعدما تقرر لايتغير غير أن المريض يقضى فائتة الصحة فى مرضه بما قدر وفى الرد تحت (قوله سفراً وحضراً)أى لو فاتته صلاة السفروقضاها فى الحضر يقيضيها مقصورة تامة.(الدر المختار علٰى هامش رد المحتار،باب صلاة المسافر: ۱۳۵/۲،دار الفكر بيروت،انيس)